صحابۂ کرام کا عشقِ رسول

پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبۂ تخریج

مکتبۃ المدینہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

المدینۃ العلمیۃ

از: بانیٔ دعوتِ اسلامی، عاشقِ اعلیٰ حضرت شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت علّامہ مولانا

ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ”دعوتِ اسلامی“ نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ”**المدینۃ العلمیۃ**“ بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب

(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۴) شعبۂ تفتیشِ کُتُب

(۵) شعبۂ تخریج (۶) شعبۂ تراجمِ کتب

”**المدینۃ العلمیۃ**“ کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البَرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوُسع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ”دعوتِ اسلامی“ کی تمام مجالس بَشُمول ”**المدینۃ العلمیۃ**“ کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیش لفظ

ہر نبی اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاں نثاروں اور حواریوں نے اپنی محبت ووفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے نبی کی اطاعت وفرمانبرداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑا۔لیکن تاریخ گواہ ہے کہ رسول اکرم، نبی محترم، سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمکے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے والہانہ عشق ومحبت سے سرشار ہوکر جس شاندار انداز میں اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

جنگ بدر کے موقع پر حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مشورہ فرمایا اور لشکر کفار کے مقابلے میں جنگ وقتال کے متعلق ان کی رائے طلب فرمائی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم خدا کی قسم آپ ہمیں عدن تک لیجائیں گے تو ہم انصار میں سے کوئی ایک شخص بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ جہاں چاہیں ہمیں لے جائیں ہم کبھی بھی وہ بات اپنے منہ سے نہ نکالیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝
(پ ۶، المائدہ: ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور جہاں آپ جائیں گے آپ کے ساتھ مل کر مردانہ وار لڑیں گے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، مذکور جنگ بدر، ج ۲، ص ۸۳)

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں کی دھڑکن بن چکا تھا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت وغلامی میں اتنے منہمک اور مستغرق ہوچکے تھے کہ انہیں دنیا کی کسی چیز اور کسی نسبت سے کوئی غرض نہ تھی۔وہ سب کچھ برداشت کرسکتے تھے لیکن انہیں کبھی یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی ان کے دلوں کے چین، رحمت کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلمکی شان اقدس میں ادنیٰ سی بے ادبی کی جرأت کرے چنانچہ

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ جب قریش نے انھیں (ایمان لانے سے پہلے) صلح حدیبیہ کے سال، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انھوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انھوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے حتی کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں۔
انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم دہن مبارک یا بینی مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان

اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کوئی بال جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم انھیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے خاموش رہتے اور از راہ تعظیم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔

(الشفاء، الباب الثالث، ج ۲، ص ۶۹)

جب عروہ بن مسعود مشرکوں کے گروہ میں واپس گئے تو انہیں کہا کہ اے گروہ قریش میں بڑے بڑے متکبر و مغرور سلاطین و بادشاہوں کی مجلسوں میں رہا ہوں اور ان کی صحبتیں اٹھائی ہیں۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں اور رہا ہوں لیکن میں نے ان میں سے کسی بھی بادشاہ کے کسی بھی خدمت گار کو ایسا ادب و احترام کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اصحاب ان کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے دہن مبارک سے لعاب شریف نکالتے ہیں تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے رخساروں پر ملتے ہیں، جب کسی ادنیٰ اور معمولی کام کا حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل کے لیے بزرگ ترین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی سبقت کرتے ہیں، جب ان کے حضور کوئی بات کرتا ہے تو وہ آواز کو پست کر کے بات کرتا ہے اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو تمام لوگ انتہائی ادب و احترام کے ساتھ سنتے ہیں اور نگاہ ملا کر بات نہیں کرتے، ان کے روئے مبارک پر کوئی نگاہ نہیں جما سکتا، جب وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم لپک لپک کر اسے بھی اپنے ہاتھوں پر لے لیتے ہیں، جب داڑھی شریف میں اور سر اقدس میں کنگھی فرماتے ہیں اور کوئی موئے مبارک جسم شریف سے الگ ہوتا ہے تو اس بال شریف کو عزت و احترام کے ساتھ تبرک جان کر لے لیتے ہیں اور اس تبرک کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ وہ حالات ہیں جن کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔

عروہ بن مسعود نے مذکورہ بالا باتیں کہنے کے بعد قوم قریش کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شجاعت، مردانگی، یک جہتی، جذبۂ جہاد، شوق شہادت، آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایثار و محبت کا جذبہ وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے ایسا لشکر دیکھا ہے جو تم سے کبھی منہ نہ موڑے گا میدان جنگ میں یہ تم سب کو مار ڈالیں گے اور تم پر غالب آجائیں گے۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۰۷، ملخصاً)

ان واقعات سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا جذبۂ صادق عیاں ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ اپنے قلبی لگاؤ اور والہانہ عشق کے آداب کی تکمیل میں ایثار و قربانی کی جو مثالیں پیش کیں وہ ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، آج بھی اگر ہم ان کی پیروی کریں تو سینوں میں عشق رسول کی شمع فروزاں ہو سکتی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی معنوں میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی لازوال دولت سے مالا مال فرمائے

آمین!

زیر نظر کتاب "صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عشق رسول" میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسوۂ حسنہ کے وہ درخشاں

واقعات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ عزت مآب میں حاضری کا طریقہ، ان کی بارگاہ کا ادب، فرامینِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بجا آوری میں پیش قدمی اور جاں نثاری کی حسین و دلکش ادائیں بیان کی گئی ہیں اور آخر میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بارگاہِ رسالت میں **''خراجِ عقیدت''** پیش کیا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مدح بیان فرمائی ہے۔

انہیں خوبیوں کے پیشِ نظر **''مجلس المدینۃ العلمیۃ''** نے عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے موضوع پر اس کتاب کا انتخاب کیا اور طباعتِ جدیدہ کے لئے ان امور کا اہتمام کیا؛

☆ کتاب کی نئی کمپوزنگ

☆ مکرر پروف ریڈنگ

☆ دیگر نسخوں سے مقابلہ

☆ حوالہ جات کی تخریج

☆ عربی وفارسی عبارات کی درستگی

☆ پیرابندی

☆ آیات کا ترجمہ کنزالایمان کے مطابق اور آخر میں مآخذ ومراجع کی فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔

ان تمام امور کو ممکن بنانے کے لیے **''مجلس المدینۃ العلمیۃ''** کے مَدَنی علماء نے بڑی محنت ولگن سے کام کیا اور حتی المقدور اس کتاب کو احسن انداز میں پیش کرنے کی سعی کی۔ اللہ عزوجل ان کی یہ محنت اور سعی قبول فرمائے، انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے اور اخلاص واستقامت کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

شعبۂ تخریج (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

www.dawateislami.net

صحابۂ کرام کا عشقِ رسول

پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبۂ تخریج

مکتبۃ المدینہ

کلمہ آغاز

باسمہٖ وحمدہٖ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّہٖ وجنودہٖ

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر درگوشہ دامان اوست

عشق کی تاثیر بڑی حیرت انگیز ہے۔عشق نے بڑی بڑی مشکلات میں عقل انسانی کی رہنمائی کی ہے۔عشق نے بہت سی لاعلاج بیماریوں کا کامیاب علاج کیا ہے۔عشق کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

مدینہ کے پر آشوب ماحول میں جب کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔اطراف مدینہ کے بہت سے لوگ دین اسلام سے پھر گئے۔دشمنوں نے شہر رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر حملے کی تیاریاں مکمل کرلیں۔اسلامی لشکر کو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالی عنہ کی سرکردگی میں روم کے مقابلہ پر خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم مرضِ وفات میں بھیج چکے تھے۔سیاسی حالات نے سنگین رخ اختیار کرلیا ہے۔صحابہ کرام علیھم الرضوان کی رائے تھی کہ لشکر کو واپس بلالیا جائے۔لیکن وہ عشق ہی تھا جس نے سب کے برخلاف پکار کر کہا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) سے ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لشکر کو پیچھے لوٹائے جسے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلمنے آگے بھیجا ہے۔خواہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ لے جائیں مگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بھیجا ہوا لشکر میں واپس نہیں بلاسکتا اور اپنے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا باندھا ہوا پرچم کھول نہیں سکتا۔

عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے بالکل متصادم تھا۔لیکن دنیا نے دیکھا کہ جب عشق کا فیصلہ نافذ ہوگیا تو ساری سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں۔دشمنوں کے حوصلے شکست خوردہ ہوگئے اور سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی۔

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما
اے دوائے جملہ علتہائے ما

عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اگر پورے طور پر دل میں جاگزیں ہو تو اتباع رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ظہور ناگزیر بن جاتا ہے۔احکام الٰہی کی تعمیل اور سیرت نبوی کی پیروی عاشق کے رگ وریشہ میں سما جاتی ہے۔دل ودماغ اور جسم و روح پر کتاب وسنت کی حکومت قائم ہوجاتی ہے۔مسلمان کی معاشرت سنور جاتی ہے۔آخرت نکھرتی ہے،تہذیب و ثقافت کے جلوے بکھرتے ہیں اور بے مایہ انسان میں وہ قوت رونما ہوتی ہے جس سے جہاں بینی وجہاں بانی کے جوہر کھلتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسی عشق کامل کے طفیل صحابہ کرام علیھم الرضوان کو دنیا میں اختیار واقتدار اور آخرت میں عزت ووقار ملا۔یہ انکے عشق کا کمال تھا کہ مشکل سے مشکل گھڑی،اور کٹھن سے کٹھن وقت میں بھی انہیں اتباع رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے انحراف

گوارانہ تھا۔ وہ ہر مرحلہ میں اپنے محبوب آقا علیہ التحیۃ والثناء کا نقش پا ڈھونڈتے اور اسی کو مشعل راہ بنا کر جادہ پیما رہتے۔ یہاں تک کہ

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے (حدائق بخشش)

صحابہ سے تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے یہ گراں بہا دولت حاصل کی۔ انہوں نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی رفاقت وصحبت میں رہ کر عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیکھا، دل میں بسایا، سیرت میں اتارا، رزم وبزم میں نکھارا، اور اپنی دنیا وآخرت کو سنوارا۔

آج عشق کی یہ لو مدہم ہوتی جارہی ہے اور نئی نسل جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بجائے کہیں اور دل لگائے بیٹھی ہے، جیسے اسے خبر ہی نہ ہو کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا مرکز عشق وعقیدت کہاں ہے۔ عقل بے مایہ، علم بے عمل، جہل بے ثمر اور لہو بے ہنر نے ہمارا کاروان ظلفر تاراج کر رکھا ہے۔ اور اپنی بے بسی و بے کسی کا حل بھی نظر نہیں آتا۔

ضرورت ہے کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں چلیں، فتح وظفر جن کے قدم چومتی تھی، عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی متاع زندگی، اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا سرمایۂ حیات، اور جہاں بانی جنکی تقدیر بن چکی تھی۔ ہم انہیں دیکھیں کہ ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کا کیسا والہانہ تعلق تھا۔ انکی بارگاہ میں پہنچ کر ان سے درس محبت حاصل کریں۔

مگر اب وہ محفلیں، وہ رفاقتیں، وہ سعادتیں کہاں نصیب؟ وہ بے بہا دولت وہ جہاں آرا محبت، وہ حشر بداماں شرار عشق ہماری خاکستر میں آئے تو کیوں کر آئے؟

میں کہتا ہوں ہم اپنی نگاہ بصیرت تیز کریں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے واقعات میں انکی چلتی پھرتی زندگی دیکھیں، بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انکی مقدس وباعظمت اداؤں کا مشاہدہ کریں۔ چشم تصور سے لوح دل پر انکے پاکیزہ عشق کا نقشہ اتاریں۔ اس طرح گویا ہم بھی صحابۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی محفل میں ہوں گے اور ان کا فیضان عشق کچھ ہمارے اوپر بھی جلوہ بار ہوگا۔ "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم" (کشف الخفاء، الحدیث ۳۸۱، ج ۱، ص ۱۱۸) یعنی میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے، کا مژدہ جانفزا ہماری خاکستر میں بھی کچھ شعلے فروزاں کرے گا۔ عشق اور عشق کی حیرت انگیز تاثیر ہمارے قافلۂ حیات کو بھی علم وہنر، جہد وعمل اور فلاح وظفر سے آشنا کرے گی۔

نہیں مایوس ہے اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

یہی تخیل اس کتاب کی ترتیب کا محرک بنا۔ موجودہ نسل کے سینے میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت منتقل کرنے کیلئے قلم نے رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ علیہم الرضوان کی محفل سجائی۔ ان کی

رفاقتوں اور صحبتوں کے تابندہ نقوش ڈھونڈے اور اپنی دور افتادہ نسل کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صحبت کا یک گونہ حظ اٹھانے کی راہ پیدا کی، بارگاہ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم کی محبت و فدائیت اور احترام وعقیدت کے معتبر واقعات کا ایک شاندار گلدستہ تیار کیا اور اس توقع کے ساتھ مسلمانان عالم کی خدمت میں پیش کردیا کہ وہ اپنی شوکت رفتہ کو، اس دولتِ گم گشتہ یا کم گشتہ کی فراوانی وافزونی کے ذریعے تلاش کریں۔ ان کا حال ومال درخشندہ وتابناک ضرور ہوگا۔

بمصطفی برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
وگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست
نظر ہو خواجہ کون ومکاں پر گر نثار اب بھی
تو ہوسکتی ہے نازل رحمت پروردگار اب بھی
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اترسکتے ہیں زمین پر قطار اندر قطار اب بھی

اس مجموعہ میں مختلف کتابوں سے زیادہ تر حالات وواقعات کے نقل واقتباس پر اکتفا کیا گیا ہے اور بالعموم اپنی طرف سے کسی تبصرہ کی حاجت محسوس نہ کی گئی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زندگی کے حسین نقوش اثر آفرینی وکردار سازی کے لئے خود ہی کافی ہیں۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر اپنے ان احباب کا تذکرہ نہ کروں جن کا کرم موادکی فراہمی، کتاب کی ترتیب، مسودہ پر نظر ثانی، مقدمہ کی نگارش، پھر کتابت وتصحیح اور طباعت واشاعت کے تمام مراحل میں میرے ہمدم وغمگسار ثابت ہوئے۔ اور انکی عنایتوں کے طفیل یہ کتاب جلد آپ کے ہاتھوں میں پہنچ سکی۔

ان احباب سے میری مراد ہے: مولانا افتخار احمد قادری، مولانا لیٰسین اختر اعظمی، مولانا محمد احمد مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی، مولانا نصراللہ رضوی، جزاھم اللہ احسن الجزاء وخصّھم بعظیم نعمہ وجلیل کرمہ فی الدین و الدنیا و الاخرۃ.

یہ دعوی نہیں کہ زیر نظر کتاب اس موضوع پر حرف آخر ہے بلکہ ابھی اضافہ کی بہت گنجائش باقی ہے۔ لیکن قوی امید ہے کہ جس نیک جذبہ اور اہم مقصد کے پیش نظر یہ مجموعہ معرض وجود میں آیا ہے وہ ان شاء اللہ المولی القدیر بڑی حد تک اس سے حاصل ہوگا۔

رب کریم عزوجل مسلمانوں کے سینے عشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے بحر بیکراں سے بھر دے اور انھیں اتباع حبیب واتباعِ فدایان حبیب صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنھم سے دونوں جہاں میں سرفرازی وسرخروئی نصیب کرے۔ انھیں جینے اور مرنے کا سلیقہ عطا کرے اور غیروں کے بجائے رسول اکرم رحمۃ للعالمین، خاتم النبیّٖن علیہ الصلوۃ والتسلیم کی بارگاہ امت نواز سے ہر لحمہ وہر آن وابستہ رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

پھرکے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں
جان ہے عشقِ مصطفٰے روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں
سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

محمد اکرم رضوی
جمعہ یکم جمادی الآخرۃ ۱۴۰۵ھ، ۲۲ فروری ۱۹۸۵ء

مُقَدِّمَة

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم وعلی اٰله وصحابه اجمعین

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

قرآن ناطق ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (پ۱۰، التوبۃ: ۲۴)

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے، اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

انسان کے اندر والدین، اولاد، بھائی، بیوی، خاندان اور مال، تجارت اور مکان ان سب چیزوں سے محبت فطری چیز ہے ،لیکن رب تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ اگر تمھارے اندر ان سب چیزوں کی محبت میری اور میرے محبوب

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت سے بڑھ جائے تو تم گویا خطرہ کی حد میں داخل ہو چکے ہو اور بہت جلد تم کو میرا غضب و عذاب اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔اس سے پتا چلتا ہے کہ ایک مومن کے لئے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے محبت نہ صرف یہ کہ فرض ہے بلکہ سب سے قریبی رشتہ داروں اور سب سے قیمتی متاع پر مقدم ہے۔خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول.....الخ، الحدیث:۱۵،ج۱،ص۱۷)

یعنی تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسکے نزدیک اس کے والد اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہوجاؤں۔

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:"اس کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسکے نزدیک اسکی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں"۔یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ہاں اب! اے عمر! (صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت.....الخ، الحدیث: ۶۶۳۲، ج۴، ص۲۸۳)

جنگ احد میں ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ بھائی اور شوہر پروانہ وار لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔انھیں جب یہ معلوم ہوا تو اسکا کچھ غم نہ کیا بس یہ پوچھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کیسے ہیں؟ جب ان کو بتایا گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بخیر وسلامت ہیں تو بولیں کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دکھا دو، آپ کو دیکھ کر (اور ایک روایت میں ہے کہ بے تابانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کپڑا پکڑ کر) کہنے لگیں:

" کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ "

یعنی آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت ہیچ ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، غزوۃ احد، شأن المرأۃ الدیناریۃ، ج۳، ص۸۶)

یہ تھا محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا جذبہ صادق! کیا اسکی نظیر مل سکتی ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ یقیناً میرے نزدیک میری جان اور میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں، لیکن جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یاد آ جاتے ہیں تو جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ نہ لوں قرار نہیں آتا، لیکن اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد

جنت میں داخل ہوکر آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند مقام میں ہونگے اور میں نیچے درجے میں ہونے کے سبب اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں آپ کو نہ دیکھ سکوں۔ یہ سنکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم خاموش رہے اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا o

(پ۵، النساء:۶۹)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، الحدیث:۵۵۱۶، ج۴،ص ۲۶۷)

اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان ایک لمحہ کے لئے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو بے چین دیکھنا گوارا نہ کرتے۔ فتح مکہ سے پہلے مشہور صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ دشمنان اسلام کے نرغے میں آگئے، صفوان بن امیہ نے ان کو قتل کرنے کے لئے اپنے غلام نِسطاس کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدود حرم سے باہر لے جایا گیا، تو ابوسفیان نے (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے) ان سے پوچھا: زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم پسند کر سکتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) ہوں اور ہم ان کو قتل کریں اور تم آرام و سکون سے اپنے اہل میں رہو۔ حضرت زید نے جواب دیا اللہ عزوجل کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اس وقت میرے حضور جہاں کہیں بھی ہوں ان کو ایک کانٹا بھی چبھے اور میں آرام و سکون سے اپنے اہل میں رہوں۔ یہ سنکر ابوسفیان نے کہا میں نے ایسا کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے ایسی محبت کی جاتی ہو، جیسی محبت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے ان کے اصحاب کرتے ہیں، رضی اللہ عنہم۔ اسکے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

(شرح الشفاء للقاضی عیاض، باب الثانی، فصل فیما روی عن السلف، ج۲، ص۴۴)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی صحبت میں پہنچنے کے بعد آپ کے لئے اپنا چین، چین نہ سمجھا اپنی راحت، راحت نہ سمجھی اپنی جان، جان نہ سمجھی، بلکہ یہ سب کچھ آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر قربان کر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سفر میں ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو ہر طرح کا آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔ دھوپ کا وقت ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے سایہ کا نظم کرتے، پڑاؤ ڈالا جاتا تو خیمہ نصب کرتے، معرکوں میں ہوتے تو یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے محافظ ہوتے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آگیا تو انکی زوجہ نے کہا وَاحُزْنَاهُ (ہائے غم)۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، نہیں بلکہ

"وَاطَرَبَاهُ اَلْقٰی غَدًا الْاَحِبَّہ مُحَمَّدًا وَّصَحْبَہ"

واہ خوشی! کل ہم محمد اور ان کے اصحاب سے ملیں گے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(شرح الشفاء للقاضی عیاض، باب الثانی فصل فیما روی عن السلف، ج۲ ص۴۳)

اور جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے اس کی ہر ادا سے محبت، اس کی رفتار سے محبت، اسکی گفتار سے محبت، اس کے لباس وطعام سے محبت، غرض اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت عبیدہ بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے دیکھا آپ بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسا ہی جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں اسی لئے میں بھی ایسا ہی جوتا پہننا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین.....الخ، الحدیث ۱۶۶، ج۱ ص۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ گیا، جو کی روٹی اور شوربا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے سامنے لایا گیا جس میں کدو اور خشک کیا ہوا نمکین گوشت تھا، کھانے کے دوران میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے کناروں سے کدو کی قاشیں تلاش کر رہے ہیں، اسی لئے میں اس دن سے کدو پسند کرنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الدّبا، الحدیث ۵۴۳۳، ج۳ ص۵۳۶)

امام ابو یوسف (شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے، مجلس کے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں یہ سنکر امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: جَدِّدِ الْاِیْمَانَ وَ اِلَّا لَاَقْتُلَنَّکَ تجدید ایمان کر، ورنہ تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

(الشفا للقاضی، باب الثانی فصل فی علامۃ محبتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم، ج۲ ص۵۱)

WWW.NAFSEISLAM.COM

تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

جس بڑے سے محبت ہوتی ہے اس کی عظمت دل و دماغ پر چھا جاتی ہے، پھر یہ چاہنے والا اپنے محبوب کی تعظیم اور اس کی عظمت کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے، اسلام نے تو ہر بڑے کی تعظیم کا درس دیا ہے۔

مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَ نَا فَلَیْسَ مِنَّا

جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے تو وہ ہم میں سے نہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، الحدیث ۱۹۲۶، ج۳ ص۳۶۹)

اور نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم تو سارے بڑوں میں سب سے بڑے ہیں اور اتنے بڑے ہیں کہ آج تک اتنا بڑا پیدا نہ ہوا، اور نہ ہی پیدا ہوگا، اس لئے آپ کی تعظیم بھی سب سے بڑھ کر ہونی

چاہیئے۔قرآن ناطق ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاo لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط وَتُسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًاo (پ۲۶،الفتح:۸،۹)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضرو ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

آپ غور کریں اس آیت میں پہلے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا مطالبہ کیا گیا ہے، اور اس کے مابعد رسول معظم ومکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا گیا ہے اور پھر اللہ عزوجل نے اپنی تسبیح کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔رب تعالیٰ نے اپنی تسبیح پر اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تعظیم وتوقیر کو مقدم کر کے تعظیم حبیب کی اہمیت وعظمت میں کس قدر اضافہ کردیا ہے۔گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو شاہد مبشر اور نذیر بنا کر اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ لوگ اللہ اور اس کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لائیں، اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تعظیم کریں اور پھر رب عزوجل کی تسبیح کریں۔

ایک مقام پر قرآن حکیم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تعظیم کرنے والوں کی کامرانی کا اس طرح اعلان کررہا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ لا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo (پ۹،الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ کنزالایمان: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا وہی بامراد ہوئے۔

اس آیت کریمہ میں بھی رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تعظیم ونصرت کرنے والوں کو کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے۔

یہ ارشادات ربانی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پیش نظر تھے، اس لئے انہوں نے اپنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ایسی تعظیم کی کہ دنیا کے کسی شہنشاہ کی بھی اس طرح تعظیم نہ کی جاسکی۔صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم وتوقیر کا حال دیکھ کر صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندہ عروہ بن مسعود نے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے، یہ تأثر پیش کیا تھا، گویا یہ اپنے کا نہیں غیر کا تاثر ہے۔آپ نے کہا:

''اے لوگو! خدا کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی پہنچا ہوں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کی ڈیوڑھیوں پر بھی حاضری دے چکا ہوں۔خدا کی قسم کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم ہوتے نہیں دیکھی، جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی انکے اصحاب علیہم الرضوان کرتے ہیں۔جب کبھی بھی ان کے دہن اقدس سے لعاب مبارک نکلا وہ کسی نہ کسی شیدائی کے ہاتھ

میں پڑا جسے اس نے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیا، اور جب وہ اپنے اصحاب کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لئے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہیں، اور جب وہ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ لوگ خاموش اور پر سکون رہتے ہیں اور تعظیماً و توقیراً ان کی طرف نظر بھر کر دیکھتے تک نہیں"۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، ج۳، ص ۲۶۸)

یہ تھا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا انداز تعظیم و توقیر کا اجمالی خاکہ جسے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ایک بیگانے نے پیش کیا تھا، خود صحابہ کرام علیہم الرضوان نے واقعات کی دنیا میں تعظیم و توقیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی کیسی کیسی مثالیں پیش کی ہیں انہیں تو آپ اصل کتاب میں ملاحظہ کریں گے یہاں پر بس بعض مثالوں پر اکتفا کیا جائیگا۔

﴿۱﴾ غزوہ خیبر کی واپسی میں مقام صہبا پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا، حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی تھی اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جا رہا ہے، مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاتا ہوں تو مبادا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے خواب مبارک میں خلل آجائے، زانو نہ ہٹایا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا جب چشم مبارک کھلی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی نماز کا حال عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دعا فرمائی آفتاب پلٹ آیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز عصر ادا کی پھر سورج ڈوب گیا۔

(الشفاء، ج ۱، ص ۵۹۴، شواہد النبوۃ، رکن سادس، ص ۲۲۰)

تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خاطر افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلوۃ وسطی (نماز عصر) مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے قربان کر دی چشم فلک نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا رب تعالیٰ کے ایک بندہ کی درخواست پر اس کے ایک فدائی کے لئے سورج کو پلٹایا گیا ہو، اور ایک فدائی نے محض تعظیم و توقیر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پیش نظر اتنی عظیم قربانی دی ہو۔ اسی کو امام اہلسنت قدس سرہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

﴿۲﴾ ہجرت کے موقع پر یار غار حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو جاں نثاری کی مثال قائم کی ہے وہ بھی اپنی جگہ بے مثال ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں غار کے قریب پہنچے تو پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اترے صفائی کی، غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا، ایک سوراخ کو بند کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو آپ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا ڈال کر اسکو بند کیا، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بلایا اور حضور تشریف لے گئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے، اتنے میں سانپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کاٹ لیا، مگر صدیق اکبر، شدتِ الم کے باوجود محض اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آرام میں خلل نہ واقع ہو، بدستور ساکن و صامت رہے، آخر جب پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، جب آنسو کے قطرے چہرہ اقدس پر گرے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیدار ہوئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

واقعہ عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ڈسے ہوئے حصے پر اپنا لعاب دہن لگادیا فوراً آرام مل گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سانپ کا یہ زہر ہر سال عود کرتا بارہ سال تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں مبتلا رہے پھر آخر اس زہر کے اثر سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی۔ (مدارج النبوت، ج۲، ص ۵۸)

﴿۳﴾ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ذوالقعدہ ۶ھ میں صحابہ کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حدیبیہ پہنچے تو قریش پر خوف وہراس طاری ہوا اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا اور ان کو یہ ہدایات دیں کہ تم قریش کو یہ بتانا کہ ہم جنگ کے لئے نہیں عمرہ کی ادائیگی کیلئے آئے ہیں اور ان کو اسلام کی دعوت بھی دینا اور وہ مسلمان مرد وعورت جو مکہ میں ہیں انکو فتح کی خوشخبری سنانا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ان سے حضرت ابان بن سعد اموی ملے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی پناہ وضمانت دی اور اپنے گھوڑے پر سوار کر کے ان کو مکہ مکرمہ لائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں تک رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ ادھر حدیبیہ میں صحابہ علیہم الرضوان کہنے لگے کہ عثمان خوش نصیب ہیں کہ ان کو طواف بیت اللہ نصیب ہو چکا ہوگا۔ یہ سن کر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف نہ کریں گے۔ اس دوران یہ افواہ اڑ گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ میں قتل کر دیئے گئے اسلئے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بیعت لی، جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چونکہ اس وقت مکہ میں تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے خود اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ان کو بیعت کے شرف میں داخل کیا۔ اس طرح رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار پایا۔

بیعت رضوان کے بعد جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے ان سے کہا آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ نے طواف بیت اللہ کر لیا۔ آپ نے جواب دیا تم نے یہ میرے بارے میں درست اندازہ نہ لگایا، اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں مکہ میں ایک سال تک بھی پڑا رہتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حدیبیہ میں ہوتے تب بھی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھ سے طواف کرنے کیلئے کہا تھا مگر میں نے انکار کر دیا۔ (مدارج النبوت، ذکر سال ششم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، فرضیت حج، ج۲، ص ۲۰۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اندر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تعظیم وادب کا یہ پاس قابل ملاحظہ ہے کہ کفار آپ سے پیشکش کر رہے ہیں کہ طواف تنہا کر لو مگر آپ جواب دیتے ہیں مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بغیر طواف کرلوں۔ ادھر مسلمانوں کا یہ تاثر کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نصیب ہیں کہ ان کو طواف کعبہ نصیب ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے سن کر فرمایا عثمان ہمارے بغیر ایسا نہیں کر سکتے۔ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو بھی اپنے فدائی پر پورا اعتماد تھا۔ آقا ہو تو ایسا اور غلام ہو تو ایسا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کی اس قسم کی تعظیم اور اس طرح کا ادب صحابہ کرام علیھم الرضوان کا اپنا کوئی ایجاد کردہ یا اختراعی نہ تھا بلکہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کی تعظیم اور مجلس کے آداب خود بیان فرمائے ہیں۔ دنیا کا شہنشاہ آتا ہے تو اپنے دربار کے آداب خود بناتا ہے اور جب جاتا ہے تو اپنے نظام آداب کو بھی لے جاتا ہے مگر شہنشاہ اسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کے دربار کا عالم ہی نرالا ہے، جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم تشریف لاتے ہیں تو خالق کائنات عزوجل آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کے دربار کا ادب نازل فرماتا ہے اور کسی خاص وقت تک کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ادب کے قوانین مقرر فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا	ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان
بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا	والو اللہ اور اس کے رسول سے
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ	آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرو،
(پ۲۶، الحجرات:۱)	بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

بعض صحابہ کرام علیھم الرضوان نے بقرہ عید سے پہلے ہی قربانی کر لی تھی، یا کچھ حضرات صحابہ کرام علیھم الرضوان نے رمضان المبارک کے روزے ایک دن پہلے ہی سے شروع کردیئے ان کو ہدایت کی گئی کہ ایسا نہ کریں، رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں، ایسا کرنا خطرناک ہے۔ آیت پر غور کرنے سے ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کی بے ادبی اللہ عزوجل کی بے ادبی ہے، جن لوگوں نے پیش قدمی کی تھی انہوں نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم پر کی تھی، لیکن حکم اترا تو یہ کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم پر پیش قدمی نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ کسی قول، کسی فعل میں پیش قدمی منع ہے کیونکہ آیت میں یہ حکم بلاقید ہے۔ اسی طرح جب رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کسی جگہ کے لئے تشریف لے جائیں تو بغیر کسی خاص مصلحت کے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم سے آگے چلنا بھی منع ہے۔ اگر کوئی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کی مجلس میں سوال کرے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم سے پہلے کسی اور کو اس کا جواب بھی نہ دینا چاہیے، اسی طرح جب کھانا حاضر ہو تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم سے پہلے کھانا شروع نہ کیا جائے۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیھم نے پیش قدمی کی تھی اللہ عزوجل کی عبادت میں کی تھی روزہ رکھنے یا قربانی کرنے میں کی تھی، ایسا کرنا بظاہر کوئی جرم نہیں معلوم ہوتا، مگر آسمان سے تنبیہ اتر رہی ہے کہ اے ایمان والو! جلیل القدر عبادتوں میں بھی تم میرے نبی سے آگے نہ بڑھنا، اور اس معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا یقیناً اللہ عزوجل تمہاری ہر نقل و حرکت اور نشست و برخاست کو سنتا جانتا ہے۔ اسی سورہ میں آگے اللہ عزوجل اس طرح اپنے نبی کی تعظیم کی تعلیم دے رہا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (پ۲۶،الحجرات:۲)	ترجمہ کنزالایمان:اے ایمان والو ! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک عظیم ادب سکھایا ہے کہ تم میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے بولنے میں بھی با ادب رہو، ان کے حضور ہلکی آواز میں باتیں کرو، اگر تم نے زور زور سے چیخ کر ان کے حضور بات کی تو تمہارے عمل رائیگاں کردیئے جائیں گے۔غور کریں بڑے سے بڑے جرم کا ارتکاب عنداللہ معاف ہوسکتا ہے مگر رب تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی معاف نہ فرمائے گا۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید وبا یزید ایں جا

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز تھے اس آیت کے بعد انہیں حکم ہوا کہ اس بارگاہ میں اپنی آواز پست کریں وہ انتہائی ادب اور خوف کی وجہ سے خانہ نشین ہوگئے، بارگاہ نبوی میں جب حاضر نہ ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کی غیر حاضری کا سبب حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، یہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پڑوسی تھے انہوں نے جا کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو کہا میں تو دوزخی ہوگیا میری ہی آواز رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے سب سے زیادہ بلند ہوتی تھی۔ حضرت سعد نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کردیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: نہیں، ان سے کہہ دو وہ جنتی ہیں۔

اللہ عزوجل ان لوگوں کو سراہ رہا ہے جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۝ (پ۲۶،الحجرات:۳)	ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

آیت کریمہ "لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ" کے نازل ہونے کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس قدر دھیمی آواز سے باتیں کرتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تو قسم کھالی تھی کہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس طرح باتیں کروں گا، جیسے سرگوشی کی جاتی ہے۔ان حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان کو سراہا گیا جو باادب ہیں اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں آوازیں پست رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی جناب پاک میں کس قدر باادب رہتے تھے۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں: جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم گفتگو شروع فرماتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اصحاب اس طرح سر جھکا لیتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یا محمد یا محمد کہہ کر پکارنے والوں کی رب تعالیٰ مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ٥ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (پ۲۶،الحجرات:۵)	ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قبیلہ بنی تمیم کا ایک وفد عین دوپہر کے وقت رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ملنے پہنچا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مکان شریف کے اندر آرام فرمار ہے تھے، انھوں نے حجروں کے باہر سے یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کہہ کہ پکارنا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم باہر تشریف لائے۔مگر خدائے تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ایسی بے ادبی گوارا نہ فرمائی اور ایسا سخت حکم نازل فرمایا کہ ایسا کرنے والے بے عقل ہیں اور پھر ادب کی تعلیم دی کہ جب لوگ در دولت پر پہنچیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو آواز نہ دیں، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے باہر تشریف لانے کا انتظار کریں۔ رب تعالیٰ ایک مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ادب اس طرح ارشاد فرمار ہا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (پ۱۸،النور:۶۳)	ترجمہ کنزالایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس آیت کریمہ کے دو پہلو ہیں ایک تو یہ کہ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تم کو بلائیں تو ان کے

بلانے کو کوئی معمولی بلانا نہ سمجھ بیٹھنا بلکہ میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے بلانے کی شان تو یہ ہے کہ اگر وہ کسی کو عین نماز میں بھی آواز دیں فوراً نماز ہی کی حالت میں حاضر ہونا فرض ہے جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعید بن معلّی رضی اللہ عنہ نے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے آواز دی میں چونکہ نماز پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہ دیا پھر نماز سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم میں نماز پڑھ رہا تھا (اس لئے حاضر نہ ہو سکا) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا ہے!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ (پ۹، الانفال:۲۴)	ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

اس قسم کا واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔ یہ ہے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے بلانے کی عظمت کہ نماز جیسا عظیم فریضہ بھی ترک کر کے تعمیل حکم کو پہنچنا فرض قرار دیا گیا۔

آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو اس طرح نہ پکارنا جس طرح باہم ایک دوسرے کو نام لیکر پکارتے ہو۔ ان کو یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ، یَا نَبِیَّ اللّٰہِ، یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ وغیرہ صفاتی ناموں سے پکار سکتے ہو۔ اللہ عزوجل اہل ایمان کو ایسا حکم کیوں نہ دیتا کہ اس نے خود اپنے پورے کلام عظیم میں کہیں بھی یا محمد کہہ کر نہیں پکارا ہے جب کہ دوسرے انبیائے کرام علٰی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کو ان کے ذاتی ناموں سے خطاب فرمایا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پیش نظر رب العالمین عزوجل کے مذکورہ بالا ارشادات وفرامین تھے۔ انہوں نے ان احکام کو خوب سمجھ لیا تھا اور ادھر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی شخصیت کو اپنے سر کی آنکھوں سے اور بہت قریب سے دیکھا تھا، اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی عظمت وجلالت فطری طور پر ان کے قلوب واذہان میں رچ بس گئی تھی اس لئے انھوں نے عقیدت ومحبت اور احترام وادب کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے جن کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ اس کتاب میں اس قسم کے واقعات پڑھیں گے جن سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا غایت درجہ احترام وادب واضح ہوگا اور پھر آپ کے قلوب بھی محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے محظوظ ہوئے بغیر نہ رہیں گے اور یہی اس کتاب کا مقصد اصلی ہے۔

مؤلف صاحب متعدد انفرادی خصوصیات وامتیازات کے مالک ہیں ان کے اوپر اللہ عزوجل کا فضل عظیم ہے۔ دینی اور دنیوی دونوں قسم کی تعلیم سے بہرہ ور ہیں۔ پنجابی ان کی مادری زبان ہے مگر اردو، انگریزی، عربی اور فارسی میں بھی مہارت رکھتے ہیں، خدمت اسلام کا بھی جذبہ بیکراں پایا ہے۔ اکثر اوقات اشاعت اسلام کی فکر میں سرگرداں رہتے ہیں۔ گزشتہ موسم حج (۱۴۰۳ھ) میں صوفی صاحب نے تبلیغ دین کے لئے یورپ کا سفر کیا تھا آپ کا یہ تبلیغی دورہ مصر، انگلینڈ، ہالینڈ،

ترکی اور جرمنی پر مشتمل تھا۔ وہاں کے اسلامی مراکز کے افراد سے ملاقات اور تبادلہ خیالات کے علاوہ بعض نئے مراکز کی بھی دریافت ہوئی اور خدمت اسلام کی راہیں ہموار ہوئیں۔

انجمن خدام احمد رضا لاہور کے آپ صدر ہیں جس نے تھوڑے عرصے میں متعدد مفید کارآمد کتابیں شائع کرنے کا ایک ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔

ادھر دو سال سے مقابلہ مقالہ نگاری، امام احمد رضا ایوارڈ اور تقسیم انعامات کا بھی صوفی صاحب اہتمام کرتے ہیں۔ جو ہندو پاک اور بنگلہ دیش سطح پر منعقد ہوتا ہے۔ مفید اور اہم کتابوں کی اشاعت میں بھی آپ خصوصی دلچسپی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ترجمہ ''انوار الحق فی الصلوۃ علی سید الخلق'' اور ''تعارف امام احمد رضا'' آپ ہی کے جذبہ دین پروری کا ثمرہ ہے۔ اول الذکر علامہ یوسف اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عربی تصنیف کا ترجمہ ہے جو درود و سلام کے موضوع پر ایک شاندار کتاب ہے۔ جبکہ دوسری کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حالات پر ایک مختصر مگر جامع کتاب ہے جس کے مرتب بھی خود صوفی صاحب ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''صحابہ کا عشقِ رسول'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی آپ کے ذوق تصنیف کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے جو آپ کے سوز پنہاں اور عشق رسالت کا پتا دیتی ہے۔ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کو پڑھیں اور لطف اندوز ہوں۔ اور مؤلف اور متعلقین کو دعائیں دیں۔

رب تعالیٰ صوفی صاحب کی یہ خدمت قبول فرمائے اور مزید اس قسم کی خدمات کی توفیق بخشے اور فلاح دارین سے نوازے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

افتخار احمد قادری (ریاض)

رکن المجمع الاسلامی مبارکپور (ہند)

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ ۹ فروری ۱۹۸۴ء

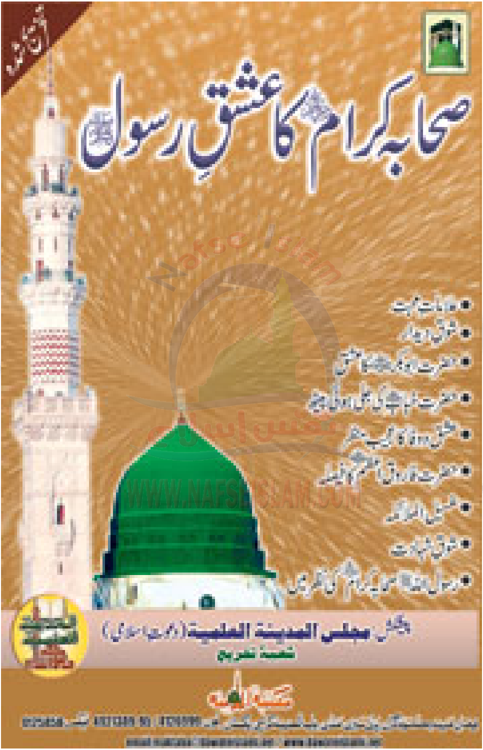

صحابہ کرام کا عشقِ رسول
پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)
شعبۂ تخریج
مکتبۃ المدینہ
WWW.NAFSEISLAM.COM

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

برکت اندوزی : صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف طریقوں سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے ۔مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے ،آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ،اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے ،اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔(صحیح البخاری، کتاب الدعوات ، باب الدعاء للصبیان ، بالبرکۃ .....الخ ،الحدیث:۶۳۵۲،ج۴،ص۲۰۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں لائے ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اس کا نام رکھا ،اپنے منہ میں کھجور ڈال کے اس کے منہ میں ڈالی اور اس کو برکت کی دعا دی۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات ، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ .....الخ، الحدیث:۶۳۵۲، ج۴،ص۲۰۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو لیکر آئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو ان کے منہ میں ڈال دیا پھر برکت کی دعا دی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بچوں کے منہ میں لعاب ڈال دیتے اور بعض کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے۔(صحیح البخاری، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود.....الخ، الحدیث:۵۴۶۷،ج۳،ص۵۴۶)

حضرت زُہرہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے بچپن ہی میں انکی والدہ ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لائیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی چنانچہ جب ان کو لیکر ان کے دادا غلہ خریدنے کے لئے بازار جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیوں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، الحدیث: ۲۵۰۱۔۲۵۰۲،ج۲،ص۱۴۵)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے برکت حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ کی خدمت میں اپنی اولاد کو حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا۔'' (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، ج۶،ص۱۱۵)

نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان

میں دست مبارک ڈال دیتے وہ متبرک ہو جاتا۔

جب پھل پختہ ہوتے تو پہلا پھل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جو موجود ہوتا اسکو دے دیتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے۔

ایک بار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو جھپٹ لیا۔(سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بفضل الوضوء، ج ۱، ص ۸۷)

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا۔پانی بچ گیا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو لیکر جسم پر مل لیا۔
(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس، الحدیث: ۱۸۷، ج ۱، ص ۸۸)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حلق کروا رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو گھیر لیا اور وہ اوپر ہی سے بالوں کو اچک رہے تھے۔(صحیح مسلم، کتاب الوضوء، باب قرب النبی علیہ السلام من الناس وتبرکھم بہ، الحدیث: ۲۳۲۵، ص ۱۲۷۰)

ایک بار رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر دیا، اس کے بعد انہوں نے عمر بھر نہ سر کے آگے کے بال کٹوائے نہ مانگ نکالی۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب کیف الاذان، تحت الحدیث: ۵۰۱، ج ۱، ص ۲۱۲) بلکہ اس کو بطور تبرک اور یادگار کے قائم رکھا۔

آپ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مکان پر تشریف لاتے تو وہ آپ سے برکت حاصل کرنے کی درخواست کرتے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔انہوں نے دعوت کی، جب چلنے لگے گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمایئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے دعائے برکت اور دعائے مغفرت فرمائی۔(سنن ابی داود، کتاب الأشربۃ، باب فی النفخ فی الشراب، الحدیث: ۳۷۲۹، ج ۳، ص ۴۷۵)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا۔انہوں نے آہستہ سے جواب دیا۔ان کے صاحبزادے نے کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو اذن نہیں دیتے بولے چپ رہو مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہم پر بار بار سلام کریں آپ نے دوبارہ سلام کیا۔پھر اسی قسم کا جواب ملا۔تیسری بار سلام کرکے آپ واپس چلے، تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ میں آپ کا سلام سنتا تھا لیکن جواب اس لئے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کریں۔(سنن ابی داود ، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان، الحدیث: ۵۱۸۵، ج ۴، ص ۴۴۵)

محافظتِ یادگارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یادگاریں محفوظ تھیں جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانے میں یزید کے دربار سے پلٹ کر مدینہ میں آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلوار مجھے دیدو ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اس کو چھین لیں۔ خدا عزوجل کی قسم! اگر تم نے مجھے یہ تلوار دی تو جب تک جسم میں جان باقی ہے کوئی شخص اس کی طرف دست درازی نہیں کرسکتا۔ (سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب مایکرہ ان یجمع بینھن من النساء، الحدیث:۲۰۶۹، ج۲، ص۳۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کا ایک جبہ محفوظ تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا۔ چنانچہ جب ان کے خاندان میں کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو شفا حاصل کرنے کے لئے دھو کر اس کا پانی پلاتی تھیں۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا، الحدیث:۲۷۰۰۸، ج۱۰، ص۲۷۱)

بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان یادگاروں کو زادِ آخرت سمجھتے تھے اور ان کو بعد مرگ بھی اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے پسینے کو ایک شیشی میں بھر کر اپنی خوشبو میں ملادیتی تھیں چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کیا تو وصیت کی کہ یہ خوشبو ان کے حنوط (چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب جو مردہ کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں) میں شامل کی جائے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے موئے مبارک کو بھی شیشی میں بھر لیتی تھیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندھم، الحدیث: ۶۲۸۱، ج۴، ص۱۸۲)

لیکن علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں پہلے تو اسکو ایک بے جوڑ چیز سمجھا ہے لیکن اس کے بعد لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اس سے وہ بال مبارک مراد ہیں جو کنگھی کرنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر سے جدا ہوجاتے تھے۔

پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب منیٰ میں اپنے بال مبارک اتروائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے بال مبارک لے لئے اور انکو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے حوالے کیا جن کو انہوں نے اپنی خوشبو میں شامل کرلیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس خوشبو میں یہ بال مبارک شامل تھے اسی میں وہ پسینے کو بھی شامل کرلیتی تھیں۔ (فتح الباری

شرح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندھم، تحت الحدیث: ۶۲۸۱، ج ۱۲، ص ۵۹)

غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کردیا جائے۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث امرأۃ من بنی غفار رضی اللہ عنہا، الحدیث: ۲۷۲۰۶، ج ۱۰، ص ۳۲۴)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک کرتہ، ایک تہبند ایک چادر، اور چند موئے مبارک تھے، انہوں نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن میں لگائے جائیں اور موئے مبارک منہ اور ناک میں بھر دیئے جائیں۔ (تاریخ الخلفاء، معاویۃ بن ابوسفیان، ص ۱۵۸ بتصرف)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جن کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک یمنی تہبند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ خدا عزوجل کی قسم! سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب لباس الغلیظ، الحدیث: ۴۰۳۶، ج ۴، ص ۶۳)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خَـزّ (اون اور ریشم سے بُنا ہوا کپڑا) کا سیاہ عمامہ عطا فرمایا تھا، انہوں نے اس کو محفوظ رکھا تھا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار بخارا میں خچر پر سوار ہو کر نکلے تو عمامہ دکھا کر کہا کہ اس کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخز، الحدیث: ۴۰۳۸، ج ۴، ص ۶۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے چند بال مبارک حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بطور یادگار کے محفوظ رکھے تھے اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو ایک برتن میں پانی بھر کر بھیج دیتا تھا اور وہ اس میں ان مبارک بالوں کو دھو کر واپس کردیتی تھیں، جس کو وہ شفا حاصل کرنے کے لئے پی جاتا تھا (یا اس سے غسل کرلیتا تھا)۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب مایذکر فی الشیب، الحدیث ۵۸۹۶، ج ۴، ص ۷۶)

خلفاء ان یادگاروں کی نہایت عزت کرتے تھے، اور ان سے برکت اندوز ہوتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کسی عجمی بادشاہ کے نام خط لکھنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ جب تک خط پر مہر نہ ہو اہل عجم اسکو نہیں پڑھتے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی، جس کے نگینہ پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کندہ تھا، اس انگوٹھی کو خلفائے ثلاثہ نے محفوظ رکھا تھا، اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے ایک کنوئیں میں گر پڑی، انہوں نے تمام کنوئیں کا پانی نکال ڈالا، لیکن یہ گوہر نایاب نہ مل سکا۔ (سنن ابی داود، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی اتخاذ الخاتم، الحدیث: ۴۲۱۴۔۴۲۱۵، ج ۴، ص ۱۱۹)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قصیدے کے صلہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود

اپنی چادر عنایت فرمائی تھی۔ یہ چادر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے صاحبزادہ سے خرید لی اور ان کے بعد تمام خلفاء عیدین میں وہی چادر اوڑھ کر نکلتے تھے۔ (الاصابۃ، تذکرۃ کعب بن زہیر، ج ۵ ،ص ۴۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس پیالے میں پانی پیتے تھے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھا ایک بار وہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اسکو چاندی کے تار سے جڑوایا، اس میں ایک لوہے کا حلقہ بھی لگا ہوا تھا، بعد کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سونے یا چاندی کا حلقہ لگوانا چاہا لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو کام کیا ہے اس میں تغیر نہیں کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دو اور پیالے حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الأشربۃ، باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآنیتہ ،الحدیث :۵۶۳۷ـ۵۶۳۸، ج ۳،ص ۵۹۵)

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔ (طبقات الکبری، تذکرۃ ام سلیم بنت ملحان، ج ۸،ص ۳۱۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس غرض سے انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہبند بنوالیا تھا، جسکو پہن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم استراحت فرماتے تھے، یہ یادگاریں ایک مدت تک ان کے پاس محفوظ رہیں۔ اخیر میں مروان نے ان سے لے لیا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ الشفاء بنت عبداللہ، ج ۷، ص ۱۷۷)

ان یادگاروں کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہر چیز کو یادگار سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس کی زیارت کرواتے تھے۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم معتکف ہوتے تھے۔ (سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب این یکون الاعتکاف؟، الحدیث:۲۴۶۵، ج ۲،ص ۴۸۹)

ادبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طرح رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ادب واحترام کرتے تھے، اس کا اظہار سینکڑوں طریقہ سے ہوتا تھا، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے ادب وعظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کر لیتے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جمعت علیّ ثیابی حین امسیتُ فاتیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم شام ہوئی تو میں نے تمام کپڑے

پہن لئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ (سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی عدۃ الحامل، الحدیث:۲۳۰۶، ج۲،ص۴۲۷)

بغیر طہارت کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے، مدینہ کے کسی راستہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا ہو گیا، ان کو نہانے کی ضرورت تھی، گوارا نہ ہوا کہ اس حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آئیں، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو کترا گئے اور غسل کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ابو ہریرہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں تھے، بولے مجھے غسل کی حاجت تھی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الجنب یصافح، الحدیث:۲۳۱، ج۱،ص۱۱۰)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تو فرطِ ادب سے تصویر بن جاتے، احادیث میں اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے، کانما علیٰ رءُ وسھم الطیر یعنی صحابہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہوتی ہیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، الحدیث:۳۸۵۵، ج۴،ص۵)

گھر میں بچے پیدا ہوتے تو ادب سے ان کا نام محمد نہ رکھتے، ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے محمد نام رکھا۔ لیکن ان کی قوم نے کہا ہم نہ یہ نام رکھنے دیں گے نہ اس کنیت سے تم کو پکاریں گے تم اس کے متعلق خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشورہ کرلو۔ وہ بچے کو لیکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو ارشاد ہوا کہ میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب النھی عن التکنی بابی القاسم ..... الخ، الحدیث:۲۱۳۳، ص۱۱۷۸)

اگر راستے میں کبھی ساتھ ہو جاتا تو ادب کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے۔ ایک بار حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا خچر ہانک رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سوار کیوں نہیں ہو لیتے۔ لیکن انہوں نے اس کو بڑی بات سمجھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خچر پر سوار ہوں۔ تاہم امتثالا للامر (تعمیل حکم کے لیے) تھوڑی دور تک سوار ہو لئے۔

(سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، ج۸،ص۲۵۳)

فرطِ ادب سے کسی بات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر تقدم یا مسابقت گوارا نہ کرتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں قضائے حاجت کے لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے الگ ہو گئے، نماز فجر کا وقت آ گیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پہنچے تو ایک رکعت نماز ہو چکی تھی، اس لئے آپ دوسری رکعت میں شریک ہوئے۔ نماز ہو چکی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو بے ادبی بلکہ گناہ خیال کیا اور سب کے سب

کثرت کے ساتھ تسبیح کرنے لگے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔
(سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین، الحدیث:۱۴۹، ج۱، ص۸۳)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی نزاع چکانے کے لئے قبیلہ بنوعمرو بن عوف میں تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آگیا تو موذن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا کہ نماز پڑھا دیجئے۔ وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آکر شریک جماعت ہوگئے۔ لوگوں نے تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے، تاہم جب لوگوں نے متصل تصفیق کی، تو مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو۔ انہوں نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی امامت کو پسند فرمایا، پھر پیچھے ہٹ آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ جب میں نے حکم دیا تو تم کیوں اپنی جگہ سے ہٹ آئے؟ بولے کہ ابن ابی قحافہ کا یہ منہ نہ تھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔
(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التصفیق فی الصلاۃ، الحدیث:۹۴۰، ج۱، ص۳۵۴)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیدل جا رہے تھے، کہ اسی حالت میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گدھے پر سوار آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو پیدل دیکھا تو خود فرط ادب سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ کو آگے سوار کرنا چاہا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے فرمایا تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو، البتہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں آگے بیٹھ سکتا ہوں۔ (سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب رب الدابۃ أحق بصدرھا، الحدیث:۲۵۷۲، ج۳، ص۴۰)
اگر کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کھانا شروع نہ کرتے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرط ادب سے کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے۔
(سنن ابی داود، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، الحدیث:۳۷۶۶، ج۳، ص۴۸۷)

ادب کے باعث آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے چلنا پسند نہیں کرتے۔
ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے نکل جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ (صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب من أھدی لہ ھدیۃ وعندہ جلساؤہ۔۔۔ الخ، الحدیث:۲۶۱۰، ج۲، ص۱۷۹)

کسی چیز میں آپ سے مقابلہ کی جرأت نہ کرتے، ایک بار چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے باہم تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے بنو اسمٰعیل تیر پھینکو کیونکہ تمہارے باپ تیر انداز تھے اور میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں۔ دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رک گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

نے پوچھا کہ تیر کیوں نہیں پھینکتے ؟ بولے اب کیونکر مقابلہ کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔فرمایا: تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر ، باب التحریض عی الرمی، الحدیث: ۲۸۹۹، ج ۲، ص ۲۸۲)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اس لئے رک گئے کہ اگر وہ اپنے فریق پر غالب آگئے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس کے ساتھ ہیں تو آپ بھی مغلوب ہوجائیں گے۔ اس لئے انہوں نے ادب سے مقابلہ ہی کرنا چھوڑ دیا، اس ادب واحترام کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت کسی قسم کا سوءِ ادب گوارانہ کرتے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر ، باب التحریض علی الرمی، تحت الحدیث: ۲۸۹۹، ج ۷، ص ۷۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نیچے کے حصے میں اور ان کے اہل وعیال اوپر کے حصے میں رہنے لگے۔

ایک رات حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو کہا کہ ہم اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوپر چلیں پھریں۔اس خیال سے تمام اہل وعیال کو ایک کونے میں کر دیا۔صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم اوپر قیام فرمائیں۔ارشاد ہوا کہ نیچے کا حصہ ہمارے لئے زیادہ موزوں ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ برابر اس بات پر مصر رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اوپر کی منزل میں رہیں اور خود نچلی منزل میں رہیں۔

بولے کہ جس چھت کے نیچے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہوں ہم اس پر نہیں چڑھ سکتے، لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے بالا خانہ پر قیام فرمایا۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، بیان قضیۂ ہجرت آنحضرت ، ج ۲، ص ۶۵)

WWW.NAFSEISLAM.COM

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سن میں بڑے تھے، لیکن ان کو فرطِ ادب سے یہ گوارانہ تھا کہ ان کو آپ سے بڑا کہا جائے۔

ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم؟ بولے بڑے تو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، البتہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے پیدا ہوا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی میلاد النبی، الحدیث: ۳۶۳۹، ج ۵، ص ۳۵۶)

اگر نادانستگی میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں کوئی نامناسب بات نکل جاتی تو اسکی معافی چاہتے۔

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بچہ مرگیا، اور وہ اس پر رورہی تھیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا گزر ہوا، تو فرمایا: خدا سے ڈرو اور صبر کرو، بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چلے گئے تو لوگوں نے کہا

کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تھے، دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں پہچانا تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الصبر عند الصدمۃ، الحدیث: ۳۱۲۴، ج۳، ص ۲۵۸)

اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت بے ادبی کا خیال ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت برہم ہوتے۔ ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت سرائے اقدس میں آئے۔ دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باآواز بلند بول رہی ہیں فوراً طمانچہ اٹھایا اور کہا اب کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ ہونے پائے۔ (سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المزاح، الحدیث: ۴۹۹۹، ج۴، ص ۳۹۰)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ایک شخص کا کچھ قرض تھا، اس نے گستاخانہ طریقے سے تقاضا کیا، تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر برانگیختہ ہوگئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: رکو! کہ قرض خواہ کو مقروض پر مطالبہ کرنے کا اس وقت تک حق ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب لصاحب الحق سلطان، الحدیث ۲۴۲۵، ج۳، ص ۱۵۰)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سفر میں تھے ایک بدو آیا اور وحشیانہ لہجہ میں آواز بلند کی اور پکارا یا محمد، یا محمد۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا یہ کیا؟ (اس طرح کہنا) منع ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار.... الخ، الحدیث: ۳۵۴۷، ج۵، ص ۳۱۶)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کہ انصار کے خاندانوں میں سب سے افضل بنو نجار ہیں، پھر بنو عبدالاشہل، پھر بنو حارث بن الخزرج، پھر بنو ساعدہ، ان کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہیں، حضرت سعد بن عبادہ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے قبیلے کو چوتھے نمبر پر رکھا ہے تو ان کو کسی قدر ناگوار ہوا، بولے میرے گدھے پر زین کسو میں خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا، لیکن ان کے بھتیجے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تردید کے لئے جاتے ہیں؟ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وجوہ فضیلت کے سب سے زیادہ عالم ہیں، یہ کیا کم ہے کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی خیر دور الانصار..... الخ، الحدیث: ۲۵۱۱، ص ۱۳۶۱)

صلح حدیبیہ کے بعد کافروں کا مسلمانوں میں اختلاط ہوگیا، حضرت سلمہ آئے اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، چار مشرک بھی اس جگہ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، ان کو گوارا نہ ہوسکا، اٹھ گئے دوسری جگہ چلے گئے، اور چاروں مشرک بھی تلوار کو لٹکا کر سو رہے، اسی حالت میں شور ہوا کہ ابن زنیم قتل کر دیا گیا حضرت سلمہ نے موقع پاکر تلوار میان سے کھینچ لی، اور چاروں پر بحالت خواب میں حملہ کرکے ان کے تمام ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا، اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عزت دی تم میں سے جو شخص سر اٹھائے گا اس کا دماغ پاش پاش کر دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا..... الخ، الحدیث: ۱۸۰۷، ص ۱۰۰۰)

ایک شخص کا نام محمد تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کو گالی دے رہا ہے، بلا کر کہا کہ دیکھو تمہاری وجہ سے محمد کو گالی دی جا رہی ہے، اب تادم مرگ تم اس نام سے پکارے نہیں جاسکتے، چنانچہ اسی وقت اس کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا گیا۔ پھر بنوطلحہ کے پاس پیغام بھیجا جو لوگ اس نام کے ہوں ان کے نام بدل دیئے جائیں۔ اتفاق سے وہ لوگ سات آدمی تھے اور ان کے سردار کا نام محمد تھا۔ لیکن انہوں نے کہا: خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نے میرا نام محمد رکھا ہے، بولے اب میرا اس پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث محمد بن طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الحدیث: ۱۷۹۱۶، ج۶، ص ۲۶۷)

چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی شوخی کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انکو ڈانٹ دیتے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے ساتھ حاضر خدمت ہوئیں، اور بچپن کی وجہ سے خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگیں، ان کے والد نے ڈانٹا۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کھیلنے دو۔

(صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ، الحدیث: ۳۰۷۱، ج۲، ص ۳۳۱)

جو چیزیں شان نبوت کے خلاف ہوتیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ان کے ذکر تک کو سوء ادب سمجھتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب قضا عمرہ ادا فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے آگے اشعار پڑھتے چلتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اور حدود حرم کے اندر شعر پڑھتے ہو؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اسکو مستحسن فرمایا۔ (سنن النسائی، کتاب المناسک الحج، باب انشاد الشعر فی الحرم والمشی بین یدی الامام، ج۵، ص۲۰۲) (ترمذی میں ہے کہ اشعار حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے پڑھے تھے اور یہی صحیح بھی ہے)

ایک بار کچھ لوگوں نے جمعہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر کے سامنے شور وغل کرنا شروع کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر کے سامنے آواز اونچی نہ کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۱۸۷۹، ص ۱۰۴۴)

یہ تعظیم، یہ ادب، یہ عزت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی طرح ادب کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قبر کے متعلق اختلاف ہوا کہ لحد کھودی جائے یا صندوق، اس پر لوگوں نے شور وغل کرنا شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے وفات وحیات دونوں حالتوں میں شور وشغب نہ کرو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الشق، الحدیث: ۱۵۵۸، ج۲، ص ۲۴۵)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس ادب واحترام کا منظر صلح حدیبیہ میں عروہ کو نظر آیا تو وہ سخت متاثر ہوا، اس نے صلح سے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کی، تو عرب کے طریقے کے مطابق ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن جب جب ہاتھ بڑھاتا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تلوار کے ذریعہ سے روک دیتے تھے، اس واقعہ

سے عروہ کی اس طرف توجہ ہوگئی اور اس نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرز عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ تو اس پر یہ اثر پڑا کہ پلٹا تو کفار سے بیان کیا کہ میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ لیکن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب جس قدر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں اس قدر کسی بادشاہ کے رفقاء نہیں کرتے۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان لوگوں کے ہاتھوں میں ان کا تھوک گرتا ہے اور وہ اپنے جسم وچہرہ پر اس کو ملتے ہیں، اگر وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو جان نثار کرتے ہیں اور وہ لوگ بچے کھچے پانی کیلئے باہم لڑ پڑتے ہیں اگر ان کے سامنے بولتے ہیں تو انکی آوازیں پست ہوجاتی ہیں، اور وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط، الحدیث: ۲۷۳۱، ج ۲، ص ۲۲۳)

جاں نثاری

صلح حدیبیہ میں جب عروہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر اس طنز آمیز فقرہ نے نشتر کا کام دیا اور انہوں نے برہم ہوکے کہا ہم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ (صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب ..... الخ، الحدیث: ۲۷۳۱، ج ۲، ص ۲۲۳)

یہ ایک قول تھا جس کی تائید ہر موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے عمل سے کی،

ابتداء اسلام میں ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مشغول تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گلا گھونٹنا چاہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو دھکیل دیا اور کہا کہ ایک آدمی کو صرف اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا معبود اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے خدا کی جانب سے دلائل لے کر آیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا، الحدیث: ۳۶۷۸، ج ۲، ص ۵۲۴)

ہجرت کے بعد خطرات اور بھی زیادہ ہوگئے تھے، کفار مکہ کے علاوہ اب منافقین اور یہود نئے دشمن ہوگئے تھے، جن کا رات دن ڈر لگا رہتا تھا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو ان تمام خطرات میں ڈال دیتے تھے، چنانچہ ابتداء ہجرت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک شب بیدار ہوئے تو فرمایا کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرتا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آواز سنکر فرمایا کون ہے؟ جواب ملا میں سعد بن ابی وقاص فرمایا کیوں آئے بولے میرے دل میں آپصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت خوف پیدا ہوا اس لئے حفاظت کے لئے حاضر ہوا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۳۷۷۷، ج ۵، ص ۴۱۹)

ان خطرات کی وجہ سے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے بھی آنکھ سے اوجھل ہوجاتے تو جاں نثاروں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حلقہ میں رونق افروز تھے کسی ضرورت سے اٹھے تو پلٹنے میں دیر ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی چشم زخم تو نہیں پہنچا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی پریشانی کی حالت میں گھبرا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جستجو میں انصار کے ایک باغ میں پہنچے۔ دروازہ ڈھونڈا، تو نہیں ملا، دیوار میں پانی کی ایک نالی نظر آئی اس میں گھس کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پریشانیوں کی داستان سنائی۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دلیل علی اَن من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا، الحدیث:۳۱،ص۳۷)

غزوات میں یہ خطرات اور بھی بڑھتے جاتے تھے، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جاں نثاری میں اور بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔

غزوہ ذات الرقاع میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مشرک کی بیوی کو گرفتار کیا۔ اس نے انتقام لینے کے لئے قسم کھائی کہ جب تک اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلوں گا، چین نہ لوں گا، اس لئے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم واپس ہوئے، اس نے تعاقب کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منزل پر فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا کہ کون میری حراست کی ذمہ داری اپنے سر لے گا۔ مہاجرین وانصار دونوں میں سے ایک ایک بہادر اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے اٹھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جا کر متمکن ہوجائیں (کہ وہی کفار کی کمین گاہ ہوسکتا تھا) دونوں بزرگ وہاں پہنچے تو مہاجر بزرگ سو گئے اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی مشرک آیا، اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، تین تیر مارے اور تینوں کے تینوں ان کے جسم میں ترازو ہوگئے۔ (سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من الدم، الحدیث:۱۹۸،ج۱،ص۹۹) لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ حنین کے لئے نکلے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کے وقت خبر دی کہ میں نے آگے جا کر پہاڑ کے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن کے زن ومرد چوپایوں اور مویشیوں کو لیکر امنڈ آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے، اور فرمایا: کہ اللہ عزوجل نے چاہا تو کل یہ مسلمانوں کے لیے غنیمت ہوگا، اور فرمایا: آج میری پاسبانی کون کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں! یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، ارشاد ہوا کہ سوار ہو جاؤ، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تو فرمایا کہ اس گھاٹی کے اوپر چڑھ جاؤ۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز فجر کے لئے اٹھے، تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تمہیں اپنے شہ سوار کی بھی خبر ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی ہمیں تو کچھ خبر نہیں، جماعت قائم ہوئی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھاتے جاتے تھے اور مڑ مڑ کے گھاٹی کی طرف دیکھتے جاتے تھے۔ نماز ادا کر چکے تو فرمایا: لو مبارک ہو تمہارا شہ سوار آ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان سے دیکھا تو وہ آ پہنچے اور خدمت مبارک میں حاضر ہو کر

سلام کیا اور فرمایا کہ میں گھاٹی کے بلند ترین حصے پر جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مامور فرمایا تھا، چڑھ گیا صبح کو دونوں گھاٹیاں بھی دیکھیں تو ایک جاندار بھی نظر نہ آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کبھی نیچے بھی اترے تھے، بولے صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے، ارشاد ہوا: تم کو جنت مل چکی، اس کے بعد اگر کوئی عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل، الحدیث: ۲۵۰۱، ج ۳، ص ۱۴)

ایک غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک ٹیلے پر قیام فرمایا۔ اس شدت سے سردی پڑی کہ بعض لوگوں نے زمین میں گڑھا کھودا اور اس کے اندر گھس کر اوپر سے ڈھال ڈال دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: کہ آج کی شب میری حفاظت کون کرے گا؟ میں اسکو دعا دوں گا، ایک انصاری نے عرض کیا کہ میں !یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قریب بلا کر ان کا نام پوچھا اور دیر تک دعا دیتے رہے، حضرت ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا سنی تو عرض گزار ہوئے کہ میں دوسرا نگہبان بنوں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قریب بلا کر نام پوچھا اور ان کو بھی دعا دی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث أبی ریحانۃ، الحدیث: ۱۷۲۱۳، ج ۶، ص ۹۹)

آیت کریمہ:

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (پ ۶، المائدۃ: ۶۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے لئے پاسبان مقرر کرنا بند کر دیا۔

غزوہ بدر میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفار کے مقابلے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب کیا تو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہدیں۔ تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو۔ بلکہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ جاں نثارانہ فقرے سنے تو چہرہ مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۳۹۵۲، ج ۳، ص ۵)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جاں نثارانہ جذبات کا ظہور سب سے زیادہ غزوہ احد میں ہوا، چنانچہ اس غزوہ میں کسی مقام پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ صرف نو صحابہ (جن میں سات انصاری اور دو قریشی یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رہ گئے۔ اس حالت میں کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر دفعۃً ٹوٹ پڑے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان جاں نثاروں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: کہ جو ان اشقیاء کو میرے پاس سے ہٹائے گا اس کے لئے جنت ہے۔ ایک انصاری فوراً آگے بڑھے اور لڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہو گئے۔ اسی طرح کفار برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کرتے جاتے اور آپ بار بار پکارتے جاتے تھے، اور ایک

ایک انصاری بڑھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان قربان کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ساتوں بزرگ شہید ہوگئے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ احد، الحدیث:۱۷۸۹، ص۹۸۹)

حضرت ابوطلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جاں نثاری کا وقت آیا، تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آپ نے اپنا ترکش بکھیر دیا، اور فرمایا کہ تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر قربان۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان منکم اَن تفشلا واللہ ولیھما.... الخ، الحدیث:۴۰۵۵، ج۳، ص۳۷)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپر لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوگئے اور تیر چلانے لگے، اور اس شدت سے تیراندازی کی کہ دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گردن اٹھا کر کفار کی طرف دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں گردن اٹھا کر نہ دیکھیں، مبادا کوئی تیر لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان منکم اَن تفشلا واللہ ولیھما.... الخ، الحدیث:۴۰۶۴، ج۳، ص۳۸)

اس غزوہ میں حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں بائیں جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے ان کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی، انہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بنالیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ، ج۳، ص۱۸۶)

اسی غزوہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں روانہ فرمایا، وہ لاشوں کے درمیان ان کو ڈھونڈ ھنے لگے، تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بول اٹھے، کیا کام ہے؟ جواب دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارا ہی پتا لگانے کے لئے بھیجا ہے، بولے جاؤ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کردو، اور کہہ دو کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں، اور اپنے قبیلہ میں اعلان کردو کہ اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے اور ان میں کا ایک متنفس بھی زندہ رہا تو خدا عزوجل کے نزدیک ان کا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا۔

(الموطا لامام مالک، کتاب الجھاد، باب الترغیب فی الجھاد، الحدیث:۱۰۳۵، ج۲، ص۲۴)

نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جاں نثاری کی آرزو رکھتی تھیں، حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب کو اسکی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی مدد کی وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتیں اور آپ کی طرف سے لڑتیں۔ (الاستیعاب، تذکرۃ طلیب بن عمیر، ج۲، ص۳۲۳)

خدمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال

کرتے تھے، اس لئے متعدد بزرگوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ابتداء بعثت ہی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خانہ داری کے تمام کاروبار کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا، اور اس کے لئے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شرف خدمت کا چھوڑنا کبھی گوارا نہیں کرتے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی غریب مسلمان خدمت مبارک میں حاضر ہوتا اور اس کے بدن پر کپڑے نہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے اور وہ قرض لیکر اسکی خوراک ولباس کا انتظام کرتے۔

ایک بار کسی مشرک سے اس غرض کے لئے قرض لیا۔ لیکن ایک دن اس نے دیکھا تو نہایت سخت لہجے میں کہا، او حبشی تجھے معلوم ہے کہ اب مہینے میں کتنے دن رہ گئے ہیں صرف چار دن اسی عرصہ میں قرض وصول کرلوں۔ ورنہ جس طرح تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا اسی طرح بکریاں چرواؤں گا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے سخت رنج ہوا، عشاء کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ مشرک نے مجھے یہ کچھ کہا ہے، اور وہ مجھے ذلیل کر رہا ہے، اجازت فرمایئے تو جب تک قرض ادا نہ ہو جائے مسلمان قبائل میں بھاگ کر پناہ لوں، گھر واپس آئے تو بھاگنے کا تمام سامان بھی کرلیا، لیکن رزّاق عالم نے صبح تک خود قرض کے ادا کرنے کا تمام سامان کر دیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین، الحدیث: ۳۰۵۵، ج۳، ص۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا، کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہیں جاتے تو وہ پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جوتے پہناتے، پھر آگے آگے عصا لیکر چلتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں سے جوتے نکالتے، پھر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو عصا دیتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے، پھر اسی طرح جوتے پہناتے، آگے آگے عصا لیکر چلتے، اور حجرہ مبارکہ تک پہنچ جاتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہاتے تو پردہ کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سوتے تو بیدار کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر میں جاتے تو بچھونا، مسواک جوتا اور وضو کا پانی انکے ساتھ ہوتا، اس لئے وہ صاحب سواد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے میر سامان کہے جاتے تھے۔

(الطبقات الکبری، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ج۳، ص۱۱۳)

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ بھی شب و روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر دولت سرائے اقدس میں تشریف لے جاتے تو وہ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ضرورت پیش آجائے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا، بولے یہ تعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری میں خلل انداز ہوگا جسکو میں پسند نہیں کرتا۔ لیکن آپ کے بار بار کے اصرار سے شادی کرنے پر رضا

مند ہوگئے ۔(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ ابن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، الحدیث:۱۶۵۷۷،ج۵،ص۵۶۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مستقل خدمت گزار تھے،ان کا کام یہ تھا کہ سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔ (مدارج النبوت،قسم پنجم،باب چہارم،ج۲،ص۴۹۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن ہی سے ان کی والدہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔ (الاصابۃ،انس بن مالک بن النضر ،ج۱،ص۲۷۶ملخصًا)

حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جنہوں نے اس استقلال کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کی کہ انکو خادمہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب حاصل ہوا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الحجامۃ، الحدیث:۳۸۵۸،ج۴،ص۶)

حضرت سفینہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہما کی والدہ کے غلام تھے۔انہوں نے ان کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت گزاری میں صرف کردیں،انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں تانفسِ واپسیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتا۔

(سنن ابی داود، کتاب العتق ،باب العتق علی الشرط،الحدیث:۳۹۳۲،ج۴،ص۳۱)

ان بزرگوں کے علاوہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ان کو بھی عموماً شرف خدمت حاصل ہوا کرتا تھا،ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لیکر کھڑے رہے،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا عمر کیا ہے؟ بولے کہ وضو کا پانی، فرمایا کہ ہر وقت اس کی ضرورت نہیں ۔ (سنن ابی داود،کتاب الطہارۃ، باب فی الاستبراء ، الحدیث:۴۲،ج۱،ص۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ خدمت مبارک میں حاضر رہتے تھے انکو اکثر یہ شرف حاصل ہوتا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہ کسی طشت یا کوزہ میں پانی لاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وضو کرتے۔(سنن ابی داود،کتاب الطہارۃ ، باب الرجل یدلک یدہ بالأرض اذا استنجی، الحدیث:۴۵،ج۱،ص۵۰)

حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غسل فرماتے تو وہ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوجاتے اور آپ ان کی آڑ میں نہا لیتے ۔(اسد الغابۃ،تذکرۃ ابو السمح مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم،ج۶،ص۱۶۶)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع میں رمی جمرہ کرنا چاہی تو خدام بارگاہ میں حضرت اسامہ اور حضرت

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما ساتھ ساتھ تھے، ایک کے ہاتھ میں ناقہ کی نکیل تھی اور دوسرے بزرگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر پر اپنا کپڑا تانے ہوئے چلتے تھے کہ آفتاب کی شعائیں چہرہ مبارک کو گرم نگاہوں سے نہ دیکھنے پائیں۔

(سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب المحرم یظلل، الحدیث ۱۸۳۴، ج ۲، ص ۲۴۲)

محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میں تم کو تمہارے باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، تم لوگ (کامل) مومن نہیں ہو سکتے، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایمان کا یہی درجہ کمال حاصل تھا، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد جب غزوہ احد کی شرکت کے لئے روانہ ہوئے تو بیٹے سے کہا کہ میں ضرور شہید ہونگا اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا مجھ کو تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ تم میرا قرض ادا کرنا، اپنے بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۳۵۴)

اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بھی مختلف طریقوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا اظہار کرتے تھے۔

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جوش محبت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قمیص الٹ دی، اس کے اندر گھس گئے، آپ کو چوما، آپ سے لپٹ گئے۔ (سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب مالا یجوز منعہ، الحدیث: ۱۶۶۹، ج ۲، ص ۱۷۷)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے، ایک روز ہنسی مذاق کی باتیں کرتے تھے، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے کونچ دیا، انہوں نے اس کا انتقام لینا چاہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر راضی ہوگئے، لیکن انہوں نے کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدن پر کرتا ہے، حالانکہ میرے بدن پر کرتا نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کرتا بھی اٹھا دیا، کرتے کا اٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے، کروٹ کو بوسہ دیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہی مقصود تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی قبلۃ الجسد، الحدیث ۵۲۲۴، ج ۴، ص ۴۵۶)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد عبد القیس حاضر ہوا تو سواری سے اترنے کے ساتھ ہی سب کے سب دوڑے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ (المرجع السابق، باب فی قبلۃ الرجل، الحدیث: ۵۲۲۵، ج ۴، ص ۴۵۶)

حضرت کردم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم چوم لئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا، اور آپ کی باتیں سنتے رہے۔

(سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب تزویج من لم یولد، الحدیث: ۲۱۰۳، ج ۲، ص ۳۴۰)

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بدوی صحابی تھے، جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان سے محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے، کہ زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے بدوی ہیں اور ہم ان کے شہری ہیں۔

ایک دن وہ اپنا سودا فروخت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیچھے سے آ کر ان کو گود میں لے لیا، انہوں نے کہا کون ہے؟ چھوڑ دو! لیکن مڑ کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تو اپنی پشت کو بار بار آپ کے سینہ سے چمٹاتے تھے اور تسکین نہیں ہوتی تھی۔ (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۸، ج ۵، ص ۵۴۵)

عرب میں یہ خیال تھا کہ اگر کسی کے پاؤں سن ہو جائیں اور وہ اپنے محبوب کو یاد کرے تو یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں سن ہو گئے تو کسی نے کہا اپنے محبوب کو یاد کرلو، بولے یا محمداہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) (الأدب المفرد، باب مایقول الرجل اذا خدرت رجلہ، الحدیث: ۹۹۳، ص ۲۶۱)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کرتیں تو فرط مسرت سے کہتیں "بابی" یعنی میرے باپ آپ پر قربان۔ (سنن النسائی، کتاب الحیض والاستحاضۃ، باب شھود الحیض العیدین ودعوۃ المسلمین، ج ۱، ص ۱۹۳)

عزت اور محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آرام و آسائش کا نہایت خیال رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی قسم کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک سفر میں تھے جس میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت اہتمام کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے پانی ٹھنڈا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب حدیث جابر الطّویل، الحدیث ۳۰۰۶، ص ۱۶۰۲)

ایک عورت تھی جو ہمیشہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو دفن کر دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع نہ دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا، کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی بولے ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا، اسی طرح ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر نہ کی اور کہا کہ اندھیری رات تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو زحمت ہوتی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر، الحدیث: ۱۵۲۸-۱۵۳۰، ج ۲، ص ۲۳۳-۲۳۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی محبوب ہو جاتی۔ "کدو" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت مرغوب تھا اس لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بول اٹھے، اس بنا پر کہ رسول

اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اکل الرباء، الحدیث:۱۸۵۶، ج۳، ص۳۳۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنادیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے۔

ایک بار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں اور حضرت خالد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دودھ لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پی کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔ بولے، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا أکل طعاما، الحدیث:۳۴۶۶، ج۵، ص۲۸۳)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا، بولیں، میں اگر چہ روزے سے ہوں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی ہوں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیثِ ام ھانی، الحدیث:۲۶۹۵۸، ج۱۰، ص۲۶۰)

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کھانا کھا رہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے تھے اس لئے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھانا نہ کھایا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب عرض الطعام، الحدیث:۳۲۹۹، ج۴، ص۲۶)

تکلیف کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو رنج ہوتا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رنج ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوشی ہوتی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں شریک ہوتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مہینے کے لئے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کرلی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد میں آکر گریہ وزاری شروع کردی۔

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء والاعتزال عن النساء، الحدیث:۱۴۷۹، ص۷۸۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانا چاہا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ وہ رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھیں گے تو خود روئیں گے، اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ، الحدیث:۱۲۳۲، ج۲، ص۷۴)

حضرت عمرو بن الجموع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک فیاض صحابی تھے، ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نکاح کرتے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے دعوت ولیمہ کرتے۔ (اصابۃ، تذکرۃ عمرو بن الجموع، ج۴، ص۵۰۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن فرط محبت سے

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم واپسی اور سلامتی کے لئے نذریں مانتی تھیں۔

ایک بار آپ جب کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ (جاریہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا کہ یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو صحیح وسالم واپس لائے گا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے دف بجا کے گاؤں گی۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ابی حفص عمر بن خطاب، الحدیث: ۳۷۱۰، ج ۵، ص ۳۸۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عموماً فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خانگی زندگی کا یہ منظر آجاتا تو فرط محبت سے آبدیدہ ہوجاتے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ دولت سرائے اقدس میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں، جس پر کوئی بستر نہیں ہے۔ جسم مبارک پر تہبند کے سوا کچھ نہیں، پہلو میں چٹائی کے نشانات پڑے ہیں، توشہ خانہ میں مٹھی بھر جو کے سوا اور کچھ نہیں، آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے، ارشاد ہوا کہ عمر کیوں روتے ہو؟ بولے، کیوں نہ روؤں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حالت ہے اور قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے اڑا رہے ہیں، فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور ان کے لئے دنیا ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییر ھن، الحدیث: ۱۴۷۹، ص ۷۸۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حالت یاد آتی تھی تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے۔

ایک بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے چپاتیاں آئیں تو دیکھ کر رو پڑے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی آنکھوں سے کبھی چپاتی نہیں دیکھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب الرقاق، الحدیث: ۳۳۳۸، ج ۴، ص ۴۳)

ایک دن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں کو گوشت روٹی کھلایا تو رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال بھی ہوگیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیٹ بھر جو کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۷۸، ج ۵، ص ۵۷۵)

اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کسی چیز سے متمتع نہ ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس سے متمتع ہونا پسند نہ کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کے کفن کے لئے ایک حلہ خریدا گیا لیکن بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دوسرے کپڑے میں کفنائے گئے، اور یہ حلہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے لے لیا کہ اس کو اپنے کفن کے لئے محفوظ رکھیں گے لیکن پھر کہا کہ جب خدا عزوجل کی مرضی نہ ہوئی کہ وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کفن ہو، تو میرا کیوں ہو۔ یہ کہہ کر اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کردی۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی کفن المیت، الحدیث: ۹۴۱، ص ۴۶۹)

غزوہ تبوک سخت گرمیوں کے زمانے میں واقع ہوا تھا، حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے جو اس غزوہ میں شریک نہ ہوسکے تھے ایک دن وہ گھر میں آئے تو دیکھا کہ ان کی ازواج نے ان کی آسائش کے لئے نہایت سامان کیا ہے، بالا خانے پر چھڑکاؤ کیا ہے، پانی سرد کیا ہے عمدہ کھانا تیار کیا ہے لیکن وہ تمام سامان عیش دیکھ کر بولے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس لو اور گرمی میں کھلے ہوئے میدان میں ہوں اور ابوخیثمہ سایہ، سرد پانی، عمدہ غذا اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ لطف اٹھائے خدا عزوجل کی قسم! یہ انصاف نہیں ہے، میں ہرگز بالا خانہ پر نہ آؤنگا چنانچہ اسی وقت زادراہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہوگئے۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ مالک بن قیس بن خیثمۃ، ج۵،ص۴۷)

وصال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد آتے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بے اختیار رو پڑتے۔ایک دن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا، اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسو سے تر ہوگئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا جمعرات کا دن کیا؟ بولے اسی دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرض الموت میں شدت آئی تھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شیٔ یوصی فیہ، الحدیث:۱۶۳۷،ص۸۸۸)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک صحبتوں کی یاد آتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے۔ ایک بار حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انصار کی ایک مجلس میں گئے تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہیں، سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس یاد آ گئی، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی علالت کے زمانہ کا ہے، جس میں انصار کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر اس مرض میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی مجلس میسر نہ ہوگی، اس لئے وہ اس غم میں رو پڑے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ فرماتے تھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ، تذکرۃ عبداللہ بن عمر بن خطاب، ج۴،ص۱۲۷)

قرابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و محبت

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرام اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھی نہایت عزت و محبت کرتے تھے۔ ایک بار حضرت امام باقر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حجۃ الوداع کی کیفیت پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اس وقت اگرچہ وہ بحیثیت طالب العلم اور نیازمندانہ آئے تھے، تاہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا پہلے ان کے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ان کی گھنڈی کھولی، سینے پر ہاتھ رکھا اور مرحبا کہا، پھر اصل مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت دی۔ (سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۱۹۰۵، ج۲،ص۲۶۵)

ایک بار ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ مچھر کا خون جو کپڑے پر لگ جاتا ہے اس کا

کیا حکم ہے؟ بولے ان کو دیکھو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسے کو تو شہید کر ڈالا اور مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں۔(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، الحدیث:۳۷۹۵، ج۵،ص۴۲۷)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے چند روز بعد ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک راستے سے گزرے دیکھا کہ حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام کھیل رہے ہیں، اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور یہ شعر پڑھا

وابابی شبہ النبی لیس شبیھا بعلی

میرے باپ تم پر قربان کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمشکل ہو، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ نہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی ساتھ تھے وہ ہنس پڑے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث:۴۰، ج۱،ص۲۸)

ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام سے ملے اور کہا کہ ذرا پیٹ کھولئے جہاں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بوسہ دیا تھا وہیں میں بھی بوسہ دوں گا، چنانچہ انہوں نے پیٹ کھولا اور انہوں نے وہیں بوسہ دیا۔(المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث:۹۵۱۵، ج۳،ص۴۱۵)

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنکلے اور سلام کیا، سب نے سلام کا جواب دیا، لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے، جب سب چپ ہوئے تو باآواز بلند کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ کہہ کر سب کی طرف مخاطب ہوکر کہا، میں تمہیں بتاؤں کہ زمین کے رہنے والوں میں، آسمان والوں کو سب سے محبوب شخص کون ہے؟ یہی جو جا رہا ہے، جنگ صفین کے بعد سے انہوں نے مجھ سے بات چیت نہیں کی، اگر وہ مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔(اسد الغابۃ، تذکرۃ عبداللہ بن عمرو بن العاص، ج۳،ص۳۵۸)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت بڑے حامی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے دوست ابوالحسن کے غم میں تمہارا کیا حال ہے؟ بولے، موسیٰ علیہ السلام کے غم میں جو حال ان کی ماں کا تھا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ ابوطفیل عامر بن واثلۃ، ج۶،ص۱۹۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت کے حقوق جتائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر جو تقریر کی اس میں خاص طور پر اہل بیت کی محبت کا بیان کیا اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت کے حقوق کا لحاظ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ ہے۔ اُن لوگوں کو بھی اِن کے حقوق کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، الحدیث:۳۷۱۲،ج۲،ص۵۳۸)

ایک بار حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اصرار کیا اور کہا کہ یا امیر المومنین! اگر موسیٰ علیہ السلام کے چچا آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتے تو آپ کیا کرتے، بولے انکے ساتھ حسن سلوک کرتا حضرت عباس نے کہا تو پھر میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا چچا ہوں، بولے اے ابوالفضل آپ کی کیا رائے ہے، خدا عزوجل کی قسم! آپ کے باپ مجھے اپنے باپ سے زیادہ محبوب ہیں، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو میرے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اس کا اعلان کروادیا۔لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ کوئی شخص تابوت (جنازہ مبارک) کے پاس نہیں جا سکتا تھا، خود بنو ہاشم کے لوگوں نے اس طرح گھیر لیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سپاہیوں کے ذریعے سے ان کو ہٹایا۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ عباس بن عبدالمطلب، ج۴،ص۲۳)

عرب میں جب قحط پڑتا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے، اور کہتے تھے کہ خداوندا ہم پہلے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے اور تو پانی برساتا تھا، اور اب اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا رضی اللہ تعالٰی عنہ کو وسیلہ بناتے ہیں، ہمارے لئے پانی برسا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب ذکر العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، الحدیث:۳۷۱۰،ج۲،ص۵۳۷)

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا، وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہیں، کچھ دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی، لیکن شفا کی چادر کم درجہ کی تھی، اس لئے انہوں نے کہا کہ میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی چچازاد بہن ہوں، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے خاص اس غرض کے لئے بلایا تھا اور عاتکہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تو یونہی آ گئی تھیں، بولے میں نے یہ چادر تمہیں ہی دینے کے لئے رکھی تھی، لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، کتاب النساء، تذکرۃ عاتکۃ بنت اسید، الحدیث:۱۱۴۵۰،ج۸،ص۲۲۶۔۲۲۷)

حضرت ہند بن ابی ہالہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بیٹے تھے، صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی پرورش فرمائی تھی، جب ان کے بیٹے کا بصرہ میں بمرض طاعون انتقال ہوا تو پہلے ان کا جنازہ نہایت کسمپرسی کی حالت میں اٹھایا گیا، لیکن اس حالت کو دیکھ کر ایک عورت نے پکارا: واھند بن ھنداہ وابن

ربیب رسول اللہ (ہائے ہند بن ہند ہائے پروردۂ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند) یہ سننا تھا کہ لوگ اپنے مردوں کی تجہیز وتکفین چھوڑ کر ان کے جنازہ میں شریک ہو گئے۔
(الاستیعاب فی معرفۃ الصحابۃ، باب ھند، تذکرۃ ھند بن ھالۃ التمیمی، ج۴، ص۱۰۶)

قبیلہ بنو زہرہ میں چونکہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ننہال تھی، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس قبیلہ کے پاس خاطر کا نہایت لحاظ کرتی تھیں، چنانچہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے خفا ہوئیں تو انہوں نے اسی قبیلہ کے چند بزرگوں کو شفیع بنایا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، الحدیث:۳۵۰۳، ج۲، ص۴۷۵)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ومحبت

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں سے محبت رکھتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی انکی نہایت توقیر وعزت کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطیہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تین ہزار مقرر فرمایا، تو انہوں نے اعتراض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی، وہ تو کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہ رہے۔ بولے، اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ تمہارے باپ سے زیادہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے اور اسامہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب تھے، اس لئے میں نے اپنے محبوب پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو ترجیح دی۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب زید بن حارثۃ، الحدیث:۳۸۳۹، ج۵، ص۴۳۵)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے میں دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے، بولے یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے کہا: آپ ان کو نہیں پہچانتے؟ یہ محمد بن اسامہ ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ سنکر گردن جھکالی، اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا: اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے تو ان سے محبت فرماتے۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذکر اسامۃ بن زید، الحدیث:۳۷۳٤، ج۲، ص۵٤۳)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں کی عزت کرتے تھے بلکہ آپ نے جن غلاموں کو آزاد کر کے اپنا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بنالیا تھا ان کے ساتھ بھی نہایت لطف ومدارات کے ساتھ پیش آتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن غلاموں کے ناک کان کاٹ لئے گئے ہیں یا ان کو جلا دیا گیا ہے، وہ آزاد ہیں، اور وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ ہیں۔ لوگ یہ سنکر ایک خواجہ سرا کو لائے جس کا نام سندر تھا، آپ نے اس کو آزاد کر دیا، آپ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کے زمانہ خلافت میں آتا تو دونوں بزرگ اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے،اس نے ایک بار مصر جانا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وصیت کے موافق اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث:۶۷۲۲، ج۲، ص۶۰۳)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی بیت المال سے کفالت کرتے تھے،اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مصر کو لکھا تھا کہ اس کو کچھ زمین دے دی جائے۔

(المرجع السابق)

لیکن اس روایت میں اس کے نام کی تصریح نہیں، ممکن ہے یہ کوئی دوسرا غلام ہو۔

شوقِ زیارتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شوق زیارت سے لبریز تھے اس لئے جب زیارت کا وقت قریب آتا تو یہ جذبہ اور بھی ابھر جاتا،اور اس کا اظہار مقدس نغمہ سنجی کی صورت میں ہوتا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ پہنچے تو سب کے سب ہم آہنگ ہو کر زبان شوق سے یہ رجز پڑھنے لگے

غدا نلقى الاحبه محمدا وحزبه

ہم کل اپنے دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے گروہ سے ملیں گے۔

مصافحہ کی رسم سب سے پہلے ان ہی لوگوں نے ایجاد کی جو اظہار شوق ومحبت کا ایک لطیف ذریعہ ہے۔

دربار نبوت کی غیر حاضری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک بڑا جرم تھا۔ایک دن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے پوچھا کہ "تم نے کب سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نہیں کی۔" بولے،اتنے دنوں سے"۔اس پر انھوں نے ان کو برا بھلا کہا تو بولے۔چھوڑو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جاتا ہوں،ان کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا اور اپنے اور تمھارے لئے استغفار کی درخواست کروں گا۔(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، الحدیث:۳۸۰۶، ج۵، ص۴۳۱)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد یہی شوق تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار کی طرف کھینچ لاتا تھا۔ایک بار حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور مزار پاک پر اپنے رخسار رکھ دیئے۔مروان نے دیکھا تو کہا، کچھ خبر ہے، یہ کیا کرتے ہو؟ فرمایا میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہوں۔(المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابو ایوب انصاری، الحدیث:۲۳۶۴۶، ج۹، ص۱۴۸)

شوقِ دیدارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ایمان کا باعث ہوتا تھا اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے۔ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تشنگانِ دیدار میں جن لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کی دید سے اپنا ایمان تازہ کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ، الحدیث: ۳۹۰۶، ج ۲، ص ۵۹۳)

حجۃ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں لے لیا، بدوآ کر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے اور کہتے تھے: "یہ مبارک چہرہ ہے"۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت کے زمانہ میں جب حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حالتِ نماز میں ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ سوچا نماز ہی توڑ دیں اور اس جمال بے مثال کا آج جی بھر کر نظارہ کر لیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان وجھہ ورقۃ مصحف ماراء بنا منظرا کان اعجب الینا من وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین وضح لنا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ، الحدیث: ۶۸۱، ج ۱، ص ۲۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف تھا ہم نے کوئی منظر ایسا نہ دیکھا جو ہمیں رخ انور کے اس منظر سے زیادہ خوشگوار ہو جب چہرہ مبارک ہم پر نمودار ہوا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنکھیں صرف اس لئے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا۔ لیکن جب خدا عزوجل نے ان کو اس شرف سے محروم کر دیا تو، وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہو گئے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے تو انھوں نے کہا کہ ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار تھا۔ لیکن جب آپ کا وصال ہو گیا، تو اگر میرے عوض تبالہ کی ہرنیاں اندھی ہو جائیں اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہیں۔

(الادب المفرد، باب العیادۃ من الرمد، الحدیث: ۵۴۳، ص ۱۵۳)

شوقِ صحبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ایک ایسی دولت جاودانی تھا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر قسم کے دنیوی مال ومتاع کو قربان کر دیتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں، خداعزوجل مال غنیمت دے گا تو تم کو معتدبہ حصہ دوں گا۔ بولے، میں مال کے لئے مسلمان نہیں ہوا صرف اس لئے اسلام لایا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض صحبت حاصل ہو۔ (الادب المفرد، باب المال الصالح للمرء الصالح، الحدیث:۳۰۲،ص ۹۶)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیوی تعلقات سے آزاد ہوجاتے تھے وہ صرف آستانہ نبوت سے وابستگی پیدا کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں تو بچوں کو ان کے چچا نے لے لیا۔ اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات وتلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھاتی رہیں۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ قیلۃ بنت مخرمۃ، ج۸،ص ۲۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی قدر دور مقام عالیہ میں رہتے تھے اس لئے روزانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض صحبت سے متمتع نہ ہوسکتے تھے۔ تاہم یہ معمول کرلیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے اور دوسرے روز اپنے اسلامی بھائی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات وارشادات سے محروم نہ رہنے پائیں۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، الحدیث: ۸۹، ج۱،ص ۵۰)

دنیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فیض صحبت اٹھانے کے ساتھ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خواہش کی کہ آخرت میں بھی یہ دولت جاودانی نصیب ہو، حضرت ربیعہ بن کعب اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی تمنا ظاہر کی اور مژدہ جانفزا سے سرفراز ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کا اثر

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چونکہ نہایت خلوص وصفائے قلب کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد اور ہدایت سے فیض یاب ہونے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اس لئے ان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر شدت سے پڑتا تھا، ایک بار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کیا بات ہے کہ جب ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہوجاتے ہیں، زہد وآخرت کا خیال غالب ہوجاتا ہے، پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں اہل وعیال سے ملتے جلتے ہیں اور بچوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بات باقی نہیں رہتی۔'' ارشاد ہوا کہ اگر یہی حالت قائم رہتی تو فرشتے خود تمھارے گھروں میں تمھاری زیارت کو آتے۔

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمھا، الحدیث: ۲۵۳۴، ج۴،ص ۲۳۶)

ایک بار حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے، دریافت حال پر بولے ''حنظلہ منافق ہوگیا، ہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہٖ وسلم جنت ودوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ہمارے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔ پھر گھر میں آکر اہل وعیال سے ملتے ہیں اور کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو اس حالت کو بھول جاتے ہیں۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے، چلو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس چلیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر وہ حالت قائم رہتی تو فرشتے تمھاری مجلسوں میں، تمھارے بستروں پر، اور تمھارے راستوں میں آکر تم سے مصافحہ کرتے۔ اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا ضروری نہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ۱۲۴، الحدیث: ۲۵۲۲، ج۴، ص ۲۳۰)

استقبال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کی تو آپ کیساتھ طبل وعلم، لاؤلشکر خیمہ وخرگاہ کچھ نہ تھا، صرف سواری کی دو اونٹنیاں تھیں، اور ساتھ میں ایک جاں نثار رفیق سفر تھا لیکن یہ بے سروسامان قافلہ جس دن مدینہ پہنچا، مدینہ مسرت کدہ بن گیا۔ عورتوں، بچوں اور لونڈیوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آئے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آئے۔ ہجرت کی خبر پہلے سے مدینہ میں پہنچ گئی تھی اس لئے تمام مسلمان صبح تڑکے گھر سے نکل کر مدینہ کے باہر استقبال کے لئے جمع ہوتے، دوپہر تک انتظار کرکے واپس چلے جاتے۔

ایک دن حسب معمول لوگ انتظار کر کے چلے گئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھ کر باآواز بلند پکارا کہ اہل عرب! لو تمھارے صاحب آپہنچے، تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دفعۃً اُمنڈ پڑے اور ہتھیاروں سے سج سج کر گھروں سے نکل آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قباء میں تشریف لائے اور خاندانِ بنوعمرو بن عوف کے یہاں اترے تو تمام خاندان نے اللّٰہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ انصار ہر طرف سے آتے اور جوشِ عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر الی المدینۃ للھجرۃ، ج۱، ص ۱۸۰)

انصار میں جن لوگوں نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو اب تک نہیں دیکھا تھا، وہ شوق دیدار میں بے تاب تھے۔ لیکن آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دھوپ سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سر پر چادر تانی، تو سب کو اس کے سایہ میں آفتاب نبوت نظر آیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قباء سے مدینہ کی خاص آبادی کی طرف چلے تو جاں نثاروں کا جھرمٹ ساتھ تھا۔ ایک مقام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ٹھہر گئے اور انصار کو طلب فرمایا۔ سب لوگ حاضر ہوئے، سلام عرض کیا، اور کہا کہ سوار ہوں، کوئی خطرہ نہیں۔ ہم لوگ فرماں برداری کے لئے حاضر ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور انصار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرداگرد ہتھیار باندھے ہوئے تھے۔

قباء سے مدینہ تک دُورَویہ جاں نثاروں کی صفیں تھیں۔ راہ میں انصار کے خاندان آتے تو ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا کہ حضور یہ گھر ہے، یہ مال ہے۔ کوکب نبوت شہر کے متصل پہنچا تو ایک عام غل پڑ گیا۔ لوگ بالاخانہ سے جھانک جھانک کر دیکھتے تھے، اور کہتے تھے: ''رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آئے، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہٖ وسلم آئے''۔(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ، الحدیث:۳۹۱۱،ج۲،ص۵۹۶)

پردہ نشین خواتین جوشِ مسرت میں یہ ترانہ گاتی تھیں

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

''کوہِ وداع کی گھاٹیوں کے برج سے بدر کامل طلوع ہوا ہے۔جب تک دعا کرنے والے دعا کریں ہم پر شکر واجب ہے۔''

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی تو قبیلہ بنو نجّار کی بچیاں دف بجا بجا کر یہ شعر گانے لگیں۔

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

''ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں،محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیسے اچھے ہمسایہ ہیں۔''

(وفاء الوفا،الباب الثالث،الفصل الحادی عشر،ج۱،ص۲۶۲)

ضیافتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

اگر خوش قسمتی سے کبھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت ومیزبانی کا شرف حاصل ہوجاتا تو وہ نہایت عزت ومحبت اورادب واحترام کے ساتھ اس فرض کو بجالاتے تھے۔

ایک بار ایک انصاری نے خدمت مبارک میں گزارش کی کہ نہایت لحیم وشحیم آدمی ہوں،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوسکتا،آپ میرے مکان پر تشریف لاکر نماز ادا فرمایئے تاکہ میں اس طرح نماز پڑھا کروں،انھوں نے پہلے کھانا بھی تیار کررکھا تھا،چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے،اوردورکعت نمازادا فرمائی۔ (سنن ابی داود،کتاب الصلوۃ،باب الصلوۃ علی الحصیر،الحدیث:۶۵۷،ج۱،ص۲۶۳)

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابوہیثم بن تیہان الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے،وہ باہر گئے ہوئے تھے۔آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے لپٹ گئے اور قربان ہونے لگے،پھر سب کو باغ میں لے گئے،فرش بچھایا،اور کھجوریں توڑ کر آپ کے سامنے رکھ دیں کہ خود دست مبارک سے چن چن کر تناول فرمائیں،اس کے بعد اٹھے اور بکری ذبح کی اور سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔(سنن الترمذی،کتاب الزھد،باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبیصلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۲۳۷۶،ج۴،ص۱۶۳)

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے جانے کا وعدہ کیا، انھوں نے نہایت اہتمام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعوت کا سامان کیا۔اور زوجہ سے کہا،دیکھو رسول اللہ

عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ہیں تمہاری صورت نظر نہ آئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کوئی تکلیف نہ دینا،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بات چیت نہ کرنا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو بستر بچھایا، تکیہ لگایا،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مصروف خواب استراحت ہوئے،تو غلام سے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جاگنے سے پیشتر بکری کے اس بچے کو ذبح کر کے پکالو،ایسا نہ ہو کہ آپ منہ ہاتھ دھونے کے ساتھ ہی روانہ ہوجائیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے تو فوراً دسترخوان سامنے آیا،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کھانا کھاتے تھے اور قبیلہ بنوسلمہ کے تمام لوگ دور ہی دور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے،کہ قریب آتے تو شاید آپ کو تکلیف ہوتی،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کھانے سے فارغ ہو کر روانہ ہوئے،تو ان کی زوجہ نے پردہ میں سے عرض کیا:یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ پر اور میرے شوہر پر نزول رحمت کی دعا کرتے جائیے،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا،خداعزوجل تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو غسل کرایا۔نہانے کے بعد زعفرانی رنگ کی چادر اڑھائی،پھر کھانا کھلایا،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رخصت ہوئے تو سواری حاضر کی،اور اپنے بیٹے کو ساتھ کر دیا کہ گھر تک پہنچا آئیں۔(سنن ابی داود،کتاب الادب،باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان،الحدیث:۵۱۸۵،ج۴،ص۴۴۵)

کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خود کسی چیز کی خواہش ظاہر فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کو تیار کر کے پیش کرتے،ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:کاش میرے پاس گیہوں کی سفید روٹی گھی اور دودھ میں چپڑی ہوئی ہوتی،ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اٹھے اور تیار کرا کے لائے۔(سنن ابی داود،کتاب الاطعمۃ،باب فی الجمع بین لونین من الطعام،الحدیث:۳۸۱۸،ج۳،ص۵۰۳)

بعض صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن خود کوئی نئی چیز پکا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھیں۔ایک بار حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آٹا چھانا،اور اس کی چپاتیاں تیار کر کے،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:یہ کیا ہے؟بولیں ہمارے ملک میں اس کا رواج ہے میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بھی اس قسم کی چپاتیاں تیار کروں۔لیکن آپ نے کمال زہدوورع سے فرمایا کہ آٹے میں چوکر ملالو پھر گوندھو۔ (سنن ابن ماجہ،کتاب الاطعمۃ،باب الحواری،الحدیث:۳۳۳۶،ج۴،ص۴۲)

نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

قرآن مجید کے مواعظ اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلمات طیبہ نے اگر چہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں شاعری کے دفتر پر پانی پھیر دیا تھا۔تاہم بلبلان باغ قدس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں کبھی کبھی زمزمہ خواں ہوجاتے تھے،اور چونکہ یہ اشعار سچے دل سے نکلتے تھے،اور سچی تعریف پر مشتمل ہوتے تھے،اس لئے دلوں پر اثر ڈالتے تھے۔حضرت عبداللہ بن رواحہ،حضرت کعب بن زبیر،اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم کا یہ خاص مشغلہ تھا۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند مدحیہ اشعار بخاری میں مذکور ہیں۔

وفینا رسول اللہ یتلو کتاب

اذا انشق معروف من الفجر ساطع

''یعنی ہم میں خداعزوجل کا پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے جب صبح نمودار ہوتی ہے تو خداعزوجل کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔''

ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا بہ موقنات ان ماقال واقع

''گمراہی کے بعد اس نے ہم کو راہ راست دکھائی،اسلئے ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ جو کچھ اس نے فرمایا وہ ضرور ہوکر رہے گا۔''

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ

اذاستقلت بالمشرکین المضاجع

''وہ راتوں کو شب بیداری کرتا ہے،حالانکہ اس وقت مشرکین گہری نیند سوتے ہیں۔''

(صحیح البخاری،کتاب التھجد،باب فضل من تعار من اللیل فصلی،الحدیث:۱۱۵۵،ج۱،ص۳۹۱)

حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد " آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پڑھا،تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: کہ اسکو سنو!

غزوہ تبوک سے واپسی پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نعت سنانے کی اجازت طلب کی اور انھوں نے پیش کی۔اس طرح بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کہی،جن میں سے بہت سی نعتیں "المدیح النبوی" میں مندرج ہیں۔

رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے اور اس سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک بار کسی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آباواجداد میں کسی کو برا بھلا کہا،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر ہوئی تو

فرمایا کہ ''عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں، ہمارے مردوں کو برا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دل دکھیں۔'' یہ سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں، ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ (سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب القود من اللطمۃ، ج ۸، ص ۳۳)

ایک بار کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے روزے کے متعلق پوچھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا:

رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا، نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ۔

ترجمہ: ہم نے خدا عزوجل کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر مانا ہے، اور خدا عزوجل اور خدا کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔'' اس فقرے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ختم ہوگئی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب فی صوم الدھر، الحدیث: ۲۴۲۵، ج ۲، ص ۴۷۳)

اس لئے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی ناگوار واقعہ سے کبیدہ خاطر ہوجاتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر ممکن تدبیر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے ایلاء کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہا، اور دردولت پر تشریف لے گئے۔ دربان نے روک لیا۔ سمجھے کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یہ خیال ہے کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاطر آئے ہیں۔ اسلئے دربان سے کہا کہ اگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خیال ہے تو کہدو کہ خدا عزوجل کی قسم! آپ حکم دیں تو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن اڑادوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آچکے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسانے کیلئے کہا اگر بنت خارجہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) مجھ سے نان ونفقہ طلب کرتیں تو میں اٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا، آپ ہنس پڑے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں۔ دونوں بزرگ اٹھے اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی گردن توڑنی چاہی اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو (اس وقت) آپ کے پاس (موجود) نہیں ہے۔ (صحیح المسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییر امرأتہ لایکون طلاقا الا بالنیۃ، الحدیث ۱۴۷۸، ص ۷۸۳)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قطع کلام کرلیا اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی یہی حکم دیا، تو ان کو سب سے زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کی فکر تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد تھوڑی دیر تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے، اس حالت میں وہ آتے اور سلام کرتے اور دل میں کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے متصل

نماز پڑھتے اور کن انکھیوں سے آپ کی طرف دیکھتے جاتے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک.... الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۴۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن ساتھ تھیں، سوء اتفاق سے راستے میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس قدر ان کو رونے سے منع فرماتے تھے اس قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں، تو انکو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگوں کو منزل کرنے کا حکم دیا، اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت صفیہ کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہوگئے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی کی تدبیریں اختیار کیں۔

اس غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کردیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آمادگی ظاہر کی، اور ایک دوپٹا اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے، اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گئیں، اور خیمہ کا پردہ اٹھایا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ تمھارا دن نہیں ہے بولیں: ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ (ترجمہ کنز الایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (پ ۶، المائدۃ: ۵۴)) (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث صفیۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، الحدیث: ۲۶۹۳۰، ج ۱۰، ص ۲۵۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر اپنی ناراضگی کا اظہار علانیہ طور پر نہیں فرماتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کے چشم وابرو سے اس کا احساس ہوجاتا تھا تو فوراً آپ کو راضی کرتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک راستے سے گزرے، راہ میں ایک بلند قبہ نظر سے گزرا تو فرمایا یہ کس کا ہے، لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ کو یہ شان وشوکت ناگوار ہوئی، مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا، کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے، اور سلام کیا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے رخ انور پھیرلیا، بار بار یہ واقعہ پیش آیا تو انھوں نے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی کا ذکر کیا، سبب معلوم ہوا تو انھوں نے قبہ کو گرا کر زمین کے برابر کردیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، الحدیث: ۵۲۳۷، ج ۴، ص ۴۶۰)

ناراضگی کے بعد اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوجاتے تو گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دولت جاوید مل جاتی، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے، حضرت ابورُہم رضی اللہ عنہ کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جارہی تھی، حضرت ابورہم رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سخت چمڑے کے جوتے تھے، اونٹنیوں میں مزاحمت ہوئی تو ان کے جوتے کی نوک سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساق مبارک میں خراش آ گئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے پاؤں میں کوڑا مار کر فرمایا: تم نے مجھ کو دکھ دیا، پاؤں ہٹاؤ، وہ سخت گھبرائے کہ کہیں میرے بارے میں کوئی آیت نازل

نہ ہو جائے۔

مقام جعرانہ میں پہنچے تو گو کہ ان کی اونٹ چرانے کی باری نہ تھی، تاہم اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد میرے بلانے کے لئے نہ آجائے، صحرا میں اونٹ چرانے کے لئے نکل گئے، شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم نے اذیت پہنچائی، اور میں نے بھی تمہیں کوڑا مارا، جس سے تمہیں اذیت پہنچی، اسکے عوض میں یہ بکریاں لو، ان کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ رضامندی میرے لئے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب تھی۔ (الطبقات الکبریٰ، تذکرۃ ابورُھم الغفاری، ج ۴، ص ۱۸۴)

غمِ ہجرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو محبت تھی، اس کا اثر آپ کی زندگی میں جن طریقوں سے ظاہر ہوتا تھا، اس کا حال اوپر گزر چکا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، اس محبت کا اظہار صرف گریہ وبکاء، آہ وفریاد اور نالہ وشیون کے ذریعہ سے ہوسکتا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے غم میں یہ دردانگیز صدائیں اس زور سے بلند کیں کہ مدینہ بلکہ کل عرب کے درودیوار ہل گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر موت کے آثار بتدریج طاری ہوئے۔ جمعرات کے دن علالت میں اشتداد پیدا ہوا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ دن یاد آتا تھا، تو کہتے تھے، جمعرات کا دن، ہائے جمعرات کا دن، وہ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی علالت میں شدت آئی، نزع کا وقت قریب آیا تو غشی طاری ہوئی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، الحدیث: ۴۴۳۱، ج ۳، ص ۱۵۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھیں "واکرباہ" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ الفاظ کہکر آپ پر روئیں،

یاابتاہ! اجاب ربا دعاہ، یا ابتاہ! من جنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ! الیٰ جبرئیل علیہ السلام ننعاہ۔

"لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تدفین کر کے آئے تو انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہایت دردانگیز لہجے میں پوچھا، کیوں انس، کیسے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی دینا تمہیں گوارا ہوا؟ (المرجع السابق، الحدیث: ۴۴۶۲، ص ۱۶۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مجھے کسی کا مرض الموت نہیں کھلتا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۴۴۴۶، ص ۱۵۶)

یہ تو اہل بیت کی حالت تھی۔ اہل بیت کے علاوہ اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم غم والم کی تصویر بنے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں گریہ کناں تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت آکر دیکھی تو کسی سے بات چیت نہیں کی، سیدھے آپ کے

جسد اطہر مبارک تک چلے گئے، وجہ انور سے کپڑا ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور روئے۔ وہاں سے نکل کر لوگوں کو سمجھایا تو سب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی موت کا یقین آیا۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۴۴۵۳۔۴۴۵۴، ج ۳، ص ۱۵۸)

ایک شخص صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلق واضطراب کا یہ عالم دیکھ کر مدینہ سے عمان آیا تو لوگوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی اور کہا کہ میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ انکے سینے دیگچی کی طرح ابال کھا رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن ابی لیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت میں بچہ تھا، لوگ اپنے سروں اور کپڑوں پر خاک ڈال رہے تھے۔ اور میں ان کے گریہ وبکا کو دیکھ کر روتا تھا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ عبداللہ بن ابی لیلی، ج ۳، ص ۳۸۳)

مدینہ کے باہر جب یہ غمناک خبر پہنچی تو قبیلہ باہلہ کے لوگوں نے اس غم میں اپنے خیمے گرا دیئے اور متصل سات رات تک ان کو کھڑا نہیں کیا۔ (اصابۃ، تذکرۃ جھم بن کلدہ الباھلی، ج ۱، ص ۶۴۰)

تَفْوِیْض اِلَی الرَّسُوْل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کر دی تھی اور اپنی ذات اور اپنی آل اولاد کو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا تھا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں، ان سے ایک طرف تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو نہایت دولتمند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق ان سے گفتگو کی تھی، جنکی فضیلت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو مجھے دوست رکھتا ہے چاہئے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھے۔ لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور کہا میرا معاملہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے جس سے چاہے نکاح کر دیجیے۔ (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب الخطبۃ فی النکاح، ج ۶، ص ۷۰۔۷۱)

حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنی تین لڑکیوں کے نکاح کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت کر گئے تھے، جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبیط بن جابر سے کر دیا۔

(اسد الغابۃ، تذکرۃ فریعۃ بنت ابی امامۃ، ج ۷، ص ۲۵۳)

انصار کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی جانے بغیر اپنی بیواؤں کی شادی نہیں کرتے تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے فرمایا: تم اپنی لڑکی کا نکاح کر دو، وہ تو منتظر ہی تھے، باغ باغ ہو گئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنے لئے نہیں بلکہ جلیبب کے لئے پیغام دیتا ہوں، جلیبب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو عورتوں کے ساتھ ظرافت اور مذاق کی باتیں کیا کرتے تھے، اس لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے، انھوں نے جلیبب کا نام سنا تو بولے، اس کی ماں سے مشورہ کر لوں، ماں نے جلیبب کا نام سنا تو انکار کر دیا۔ لیکن لڑکی نے کہا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی بات نامنظور نہیں کی جا سکتی مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کردو، آپ مجھے ضائع نہ کریں گے۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، مسند البصریین، الحدیث ابی برزۃ الاسلمی، الحدیث: ۱۹۸۰۵، ج ۷، ص ۱۸۴)

ہیبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وقار وعظمت کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے سامنے اس قدر مرعوب ہوجاتے تھے کہ جسم میں رعشہ پڑ جاتا تھا۔

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ لیکن دو شخص جو مسجد کے ایک گوشہ میں تھے، شریک نماز نہیں ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باز پرس کے لئے طلب فرمایا، تو وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ جسم میں لرزہ پڑ گیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب فیمن صلی فی منزلہ..... الخ، الحدیث: ۵۷۵، ج ۱، ص ۲۳۷)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے بات چیت کی لیکن ان پر اسقدر رعب طاری ہوا کہ جسم میں رعشہ پڑ گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھبراؤ نہیں میں تو اس عورت کا لڑکا ہوں جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

ایک بار ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان پر آپ کے اس خشوع وخضوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھیں۔ (سنن الترمذی، الشمائل، باب ماجاء فی جلسۃ رسول اللہ، الحدیث: ۱۲۶، ج ۵، ص ۵۲۵)

اس رعب وداب کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہ کرپاتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر یا ظہر کی نماز میں صرف دو رکعتیں ادا فرمائیں، بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ رکعات نماز میں کمی کردی گئی۔ جماعت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے بالآخر حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ آپ بھول گئے یا نماز میں کمی ہوئی، تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کی تائید کی لیکن زبان نہ ہل سکی، بلکہ اشاروں میں حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب السھو فی السجدتین، الحدیث: ۱۰۰۸، ج ۱، ص ۳۷۷)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے صحابی تھے۔ لیکن ان کا بیان ہے کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ نہیں بیان کرسکتا۔ کیوں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ..... الخ، الحدیث: ۱۲۱، ص ۷۴)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بچوں تک کے رگ وریشہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رعب وداب سرایت کرگیا تھا۔ ایک بار حضرت ابادر رضی اللہ عنہ بچپن میں باپ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار ہوا تو ان کے باپ نے پوچھا کہ جانتے ہو کہ کون ہیں؟ بولے نہیں'' کہا کہ رسول اللہ

عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" یہ سننے کے ساتھ ہی ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ان کا خیال تھا کہ آپ کی شکل وصورت آدمیوں سے مختلف ہوگی، لیکن آپ کو نظر آیا کہ آپ بھی آدمی ہی ہیں، اور آپ کے سر پر زلفیں ہیں۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی رمثہ، الحدیث ۱۳۱۷، ج ۳، ص ۶۹۸)

اطاعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طوع ورضا کے ساتھ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں۔ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہوسکے گا۔

ایک بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے رنگوا رہی تھیں، آپ گھر میں آئے، تو الٹے پاؤں واپس ہو گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر چہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ عتاب کو جان گئیں، اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھو ڈالا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا۔فوراً گھر میں آئے اور اس کو چولھے میں ڈال دیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، الحدیث: ۴۰۷۱، ج ۴، ص ۷۴)

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نیچا تہبند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خریم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا، اور نیچا تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچا کر لیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، الحدیث: ۴۰۸۹، ج ۴، ص ۸۰)

بیوی سب کو عزیز ہوتی ہے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تخلفِ غزوۂ تبوک کی بناء پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا، اور آخر میں ان کو زوجہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تو بولے طلاق دیدوں یا اور کچھ؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھوں نے فوراً زوجہ کو میکے میں بھیج دیا۔(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک.... الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۴۸)

شادی کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان معاملات میں غور وفکر کرنے سے بے نیاز بنا دیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک نہایت مفلس صحابی تھے۔ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا: جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کر لو، وہ آئے اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے یہاں فلاں لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے بھیجا ہے، سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ناکام نہیں جا سکتا۔چنانچہ فوراً انھوں نے انکی شادی کروائی اور تحائف دیئے۔(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ،

حدیث:۱۶۵۷۷، ج۵، ص ۵۶۹)

پابندی احکامِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے جو احکام وقتی ہوتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فوراً ان کی تعمیل کرتے تھے ۔اور جو دائمی ہوتے ہمیشہ اس کے پابند رہتے تھے اور اس کے خلاف کبھی ان سے کوئی حرکت صادر نہیں ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں عورتیں بھی شریک جماعت ہوتی تھیں۔ اس حالت میں اقتضائے کمال عفت و عصمت یہ تھا کہ ان کے لئے مسجد کا ایک دروازہ مخصوص کردیا جائے۔ اس بنا پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا: "لو ترکنا ھذا الباب للنسآء" کاش ہم یہ دروازہ صرف عورتوں کے لئے چھوڑ دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ تادم مرگ اس دروازہ سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب التشدید فی ذالک، الحدیث:۵۷۱، ج۱، ص ۲۳۵)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال کو بھی خشک چھوڑ دیا اس پر دوزخ میں عذاب ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر جس شدت سے عمل کیا اس کو خود انھوں نے بیان کیا ہے۔ فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَأْسِی یعنی اس دن سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کرلی اور برابر بال ترشواتے رہے۔ حدیث میں ہے کہ یہ فقرہ انھوں نے تین بار فرمایا۔ (سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل من الجنابۃ، الحدیث:۲۴۹، ج۱، ص ۱۱۷)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے شوہر کے علاوہ دیگر اعزہ کے سوگ کے لئے تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے اسکی اس شدت سے پابندی کی جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی کا انتقال ہوگیا، تو غالباً چوتھے دن انھوں نے خوشبو لگائی، اور کہا کہ مجھ کو خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے منبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں، اس لئے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔"

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے انتقال کیا تو انھوں نے تین روز کے بعد اپنے رخساروں پر خوشبو ملی اور کہا مجھے اسکی ضرورت نہ تھی، صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی۔ (سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنہا زوجھا، الحدیث:۲۲۹۹، ج۲، ص ۴۲۲)

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر جہاد میں کسی منزل پر قیام فرماتے تھے تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تفرق وتشتت شیطان کا کام ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی اس شدت سے پابندی کی کہ جب بھی منزل پر اترتے تھے تو اس قدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اس کے نیچے آجاتے۔ (سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب مایؤمر من انضمام العسکر، الحدیث:۲۶۲۸، ج۳، ص ۵۸)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے متعلق جو احکام جاری فرمائے تھے ان میں ایک یہ تھا۔ " لایبع حاضر لباد "

شہری آدمی بدویوں کا مال نہ بکوائے (یعنی اس کا دلال نہ بنے)

ایک بار ایک بدوی کچھ مال لیکر آیا تو حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے یہاں اترا لیکن انھوں نے کہا کہ میں خود تو تمہارا سودا نہیں بکوا سکتا، البتہ بازار میں جاؤ بائع کی تلاش کرو میں صرف مشورہ دیدونگا۔

(سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب فی النھی اَن یبیع حاضر لباد، الحدیث: ۳۴۴۱، ج ۳، ص ۳۷۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے مداین کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا، انھوں نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ میں نے اس کو منع کیا تھا، یہ باز نہ آیا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔(سنن ابی داود، کتاب الاشربۃ، باب فی الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ، الحدیث: ۳۷۲۳، ج ۳، ص ۴۷۳)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یمن کی گورنری پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک مجرم کو دیکھا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سواری سے اترنے کے لئے کہا لیکن انھوں نے مجرم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے یہودی تھا اسلام لایا پھر مرتد ہو گیا ہے، فرمایا جب تک خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق قتل نہ کر دیا جائیگا، میں نہ بیٹھوں گا۔ انھوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا، لیکن ان کا یہی جواب تھا، چنانچہ جب وہ قتل ہو چکا تو سواری سے اترے۔

(سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد، الحدیث: ۴۳۵۴، ج ۴، ص ۱۶۹)

لیکن اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو تقریباً بیس دن تک سمجھایا، لیکن جب وہ راہ راست پر نہ آیا تو قتل کر دیا۔(المرجع السابق، الحدیث: ۴۳۵۶، ج ۴، ص ۱۷۰)

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں آئے ایک شخص نے اٹھ کر ان کے لئے اپنی جگہ خالی کر دی تو انھوں نے اس کی جگہ بیٹھنے سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب فی الرجل یقوم للرجل من مجلسہ، الحدیث: ۴۸۲۷، ج ۴، ص ۳۳۹)

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا، انھوں نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا، پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا تو انھوں نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا۔ لوگوں نے اس تفریق پر اعتراض کیا تو بولیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "انزلو الناس مناز لھم" ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق برتاؤ کرو۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، الحدیث: ۴۸۴۲، ج ۴، ص ۳۴۳)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ راستے میں مرد عورتیں مل جل کر چل رہے ہیں۔ عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: پیچھے رہو تم وسط راہ سے نہیں گزر سکتیں۔ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے سے چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔ (المرجع السابق، باب فی مشی النساء مع

الرجال فی الطریق، الحدیث:۵۲۷۲، ج۴،ص۴۷۰)

حضرت محمد بن اسلم رضی اللہ عنہ نہایت کبیر السن صحابی تھے۔ لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انھوں نے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خدا عزوجل کی قسم! میں نے مسجد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں نماز نہیں پڑھی، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر واپس نہ جائے، یہ کہہ کر چادر اٹھاتے اور مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں دو رکعت نماز پڑھ کے گھر واپس آتے۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ محمد بن اسلم الانصاری، ج۵،ص۸۰)

غزوہ احزاب میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہے ہیں، کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم یاد آ گیا اور رک گئے۔

(صحیح المسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ الأحزاب، الحدیث:۱۷۸۸،ص ۹۸۸)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابورافع بن ابی الحقیق کو قتل کرنے گئے تھے ان کو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچوں اور عورتوں کو نہ قتل کریں۔ ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا ان کا راز فاش ہو جاتا، لیکن ان لوگوں نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اٹھانا پسند نہ کیا۔ (المؤطا امام مالک، کتاب الجھاد، باب النھی عن قتل النساء، والولدان فی الغزو، الحدیث:۱۰۰۲، ج۲،ص۸)

ادبِ حرمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سجدے میں گر پڑے، لوگوں نے کہا آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں؟ بولے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کر لیا کرو، پھر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی موت سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہو گی۔ (سنن ابی داود، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب السجود عند الآیات، الحدیث:۱۱۹۷، ج۱،ص۴۴۰)

مقام سرف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اٹھایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھے بولے کہ "یہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت و جنبش نہ دو۔" (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب ذکر امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النکاح.... الخ، ج۵،ص۵۳)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عزت و محبت کی وجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر اپنی جائیدادیں وقف کرتے

تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو جائیداد دی تھی جو ۴۰ ہزار دینار میں فروخت کی گئی اور ایک باغ بھی وقف کیا تھا جو چار لاکھ درہم میں فروخت کیا گیا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبدالرحمٰن بن عوف ...۔ الخ، الحدیث: ۳۷۷۰۔۳۷۷۱، ج ۵، ص ۴۱۷)

خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ادب واحترام کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے، جب ان کے پاس میوہ یا اور کوئی چیز آتی تو ان پیالوں میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خدمت میں بھیجتے تھے۔

(المؤطا امام مالک، کتاب الزکوۃ، باب جذیۃ اھل الکتاب والمجوس، الحدیث: ۶۳۰، ج ۱، ص ۲۵۷)

۲۳ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو سواریوں کے ساتھ کردیا تھا۔ یہ لوگ آگے آگے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن منزل پر اترتی تھیں، تو خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں قیام کرتی تھیں۔ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ تولیۃ عبدالرحمٰن الشوری والحج، ج ۳، ص ۹۹)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

برکت اندوزی: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف طریقوں سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے۔مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے، اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان، بالبرکۃ .....الخ، الحدیث:۶۳۵۲، ج۴، ص۲۰۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں لائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ میں کھجور ڈال کے اس کے منہ میں ڈالی اور اس کو برکت کی دعا دی۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات ، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ .....الخ، الحدیث:۶۳۵۲، ج۴، ص۲۰۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو لیکر آئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو ان کے منہ میں ڈال دیا پھر برکت کی دعا دی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بچوں کے منہ میں لعاب ڈال دیتے اور بعض کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے۔(صحیح البخاری، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود.....الخ، الحدیث:۵۴۶۷، ج۳، ص۵۴۶)

حضرت زُہرہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے بچپن ہی میں انکی والدہ ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لائیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی چنانچہ جب ان کو لیکر ان کے دادا غلہ خریدنے کے لئے بازار جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیوں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، الحدیث: ۲۵۰۱-۲۵۰۲، ج۲، ص۱۴۵)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے برکت حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ کی خدمت میں اپنی اولاد کو حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا۔'' (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، ج۶، ص۱۱۵)

نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان

میں دست مبارک ڈال دیتے وہ متبرک ہو جاتا۔

جب پھل پختہ ہوتے تو پہلا پھل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جو موجود ہوتا اسکو دے دیتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے۔

ایک بار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو جھپٹ لیا۔(سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بفضل الوضوء، ج۱،ص ۸۷)

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے وضو کیا۔پانی بچ گیا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو لیکر جسم پر مل لیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس، الحدیث:۱۸۷، ج۱،ص۸۸)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حلق کروا رہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو گھیر لیا اور وہ اوپر ہی سے بالوں کو اچک رہے تھے۔(صحیح مسلم، کتاب الوضوء، باب قرب النبی علیہ السلام من الناس وتبرکھم بہ، الحدیث:۲۳۲۵،ص ۱۲۷۰)

ایک بار رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر دیا، اس کے بعد انہوں نے عمر بھر نہ سر کے آگے کے بال کٹوائے نہ مانگ نکالی۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب کیف الاذان، تحت الحدیث:۵۰۱، ج۱،ص ۲۱۲) بلکہ اس کو بطور تبرک اور یادگار کے قائم رکھا۔

آپ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مکان پر تشریف لاتے تو وہ آپ سے برکت حاصل کرنے کی درخواست کرتے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔انہوں نے دعوت کی، جب چلنے لگے گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمائیے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے دعائے برکت اور دعائے مغفرت فرمائی۔(سنن ابی داود، کتاب الأشربۃ، باب فی النفخ فی الشراب، الحدیث:۳۷۲۹، ج۳،ص ۴۷۵)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا۔انہوں نے آہستہ سے جواب دیا۔ان کے صاحبزادے نے کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو اذن نہیں دیتے بولے چپ رہو مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہم پر بار بار سلام کریں آپ نے دوبارہ سلام کیا۔پھر اسی قسم کا جواب ملا۔تیسری بار سلام کرکے آپ واپس چلے، تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ میں آپ کا سلام سنتا تھا لیکن جواب اس لئے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کریں۔ (سنن ابی داود ، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان، الحدیث: ۵۱۸۵، ج۴،ص ۴۴۵)

محافظتِ یادگارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یادگاریں محفوظ تھیں جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانے میں یزید کے دربار سے پلٹ کر مدینہ میں آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلوار مجھے دیدو ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اس کو چھین لیں۔ خدا عزوجل کی قسم! اگر تم نے مجھے یہ تلوار دی تو جب تک جسم میں جان باقی ہے کوئی شخص اس کی طرف دست درازی نہیں کرسکتا۔ (سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب مایکرہ ان یجمع بینھن من النساء، الحدیث:۲۰۶۹، ج۲،ص۳۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کا ایک جبہ محفوظ تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا۔ چنانچہ جب ان کے خاندان میں کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو شفا حاصل کرنے کے لئے دھو کر اس کا پانی پلاتی تھیں۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما، الحدیث:۲۷۰۰۸، ج۱۰،ص۲۷۱)

بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان یادگاروں کو زادِ آخرت سمجھتے تھے اور ان کو بعد مرگ بھی اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے پسینے کو ایک شیشی میں بھر کر اپنی خوشبو میں ملا دیتی تھیں چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کیا تو وصیت کی کہ یہ خوشبو ان کے حنوط (چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب جو مردہ کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں) میں شامل کی جائے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے موئے مبارک کو بھی شیشی میں بھر لیتی تھیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندھم، الحدیث: ۶۲۸۱، ج۴،ص۱۸۲)

لیکن علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں پہلے تو اسکو ایک بے جوڑ چیز سمجھا ہے لیکن اس کے بعد لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اس سے وہ بال مبارک مراد ہیں جو کنگھی کرنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر سے جدا ہو جاتے تھے۔

پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب منیٰ میں اپنے بال مبارک اتروائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے بال مبارک لے لئے اور انکو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے حوالے کیا جن کو انہوں نے اپنی خوشبو میں شامل کر لیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس خوشبو میں یہ بال مبارک شامل تھے اسی میں وہ پسینے کو بھی شامل کر لیتی تھیں۔ (فتح الباری

(شرح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندھم، تحت الحدیث:۶۲۸۱، ج ۱۲، ص ۵۹)

غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث امرأۃ من بنی غفار رضی اللہ عنہا، الحدیث: ۲۷۲۰۶، ج ۱۰، ص ۳۲۴)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک کرتہ، ایک تہبند ایک چادر، اور چند موئے مبارک تھے، انہوں نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن میں لگائے جائیں اور موئے مبارک منہ اور ناک میں بھر دیئے جائیں۔ (تاریخ الخلفاء، معاویۃ بن ابوسفیان، ص ۱۵۸ بتصرف)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک یمنی تہبند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ خدا عزوجل کی قسم! سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان ہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب لباس الغلیظ، الحدیث: ۴۰۳۶، ج ۴، ص ۶۳)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے خَزّ (اون اور ریشم سے بُنا ہوا کپڑا) کا سیاہ عمامہ عطا فرمایا تھا، انہوں نے اس کو محفوظ رکھا تھا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار بخارا میں خچر پر سوار ہو کر نکلے تو عمامہ دکھا کر کہا کہ اس کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخز، الحدیث: ۴۰۳۸، ج ۴، ص ۶۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے چند بال مبارک حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بطور یادگار کے محفوظ رکھے تھے اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو ایک برتن میں پانی بھر کر بھیج دیتا تھا اور وہ اس میں ان مبارک بالوں کو دھو کر واپس کر دیتی تھیں، جس کو وہ شفا حاصل کرنے کے لئے پی جاتا تھا (یا اس سے غسل کر لیتا تھا)۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب مایذکر فی الشیب، الحدیث ۵۸۹۶، ج ۴، ص ۷۶)

خلفاء ان یادگاروں کی نہایت عزت کرتے تھے، اور ان سے برکت اندوز ہوتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے کسی عجمی بادشاہ کے نام خط لکھنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ جب تک خط پر مہر نہ ہو اہل عجم اسکو نہیں پڑھتے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی، جس کے نگینہ پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کندہ تھا، اس انگوٹھی کو خلفائے ثلاثہ نے محفوظ رکھا تھا، اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے ایک کنوئیں میں گر پڑی، انہوں نے تمام کنوئیں کا پانی نکال ڈالا، لیکن یہ گوہر نایاب نہ مل سکا۔ (سنن ابی داود، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی اتخاذ الخاتم، الحدیث: ۴۲۱۴-۴۲۱۵، ج ۴، ص ۱۱۹)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قصیدے کے صلہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود

اپنی چادر عنایت فرمائی تھی۔ یہ چادر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے صاحبزادہ سے خرید لی اور ان کے بعد تمام خلفاء عیدین میں وہی چادر اوڑھ کر نکلتے تھے۔ (الاصابۃ، تذکرۃ کعب بن زہیر، ج ۵،ص ۴۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس پیالے میں پانی پیتے تھے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھا ایک بار وہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اسکو چاندی کے تار سے جڑوایا، اس میں ایک لوہے کا حلقہ بھی لگا ہوا تھا، بعد کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سونے یا چاندی کا حلقہ لگوانا چاہا لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو کام کیا ہے اس میں تغیر نہیں کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دو اور پیالے حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الأشربۃ، باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآنیتہ، الحدیث: ۵۶۳۷۔۵۶۳۸، ج ۳،ص ۵۹۵)

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔ (طبقات الکبری، تذکرۃ ام سلیم بنت ملحان، ج ۸،ص ۳۱۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس غرض سے انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہبند بنوالیا تھا، جسکو پہن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم استراحت فرماتے تھے، یہ یادگاریں ایک مدت تک ان کے پاس محفوظ رہیں۔ اخیر میں مروان نے ان سے لے لیا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ الشفاء بنت عبداللہ، ج ۷،ص ۱۷۷)

ان یادگاروں کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہر چیز کو یادگار سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس کی زیارت کرواتے تھے۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم معتکف ہوتے تھے۔ (سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب این یکون الاعتکاف؟، الحدیث: ۲۴۶۵، ج ۲،ص ۴۸۹)

ادبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طرح رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب واحترام کرتے تھے، اس کا اظہار سینکڑوں طریقہ سے ہوتا تھا، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے ادب وعظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کر لیتے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جمعت علیّ ثیابی حین امسیتُ فاتیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم شام ہوئی تو میں نے تمام کپڑے

پہن لئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ (سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی عدۃ الحامل، الحدیث: ۲۳۰۶، ج ۲، ص ۴۲۷)

بغیر طہارت کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارانہ کرتے، مدینہ کے کسی راستہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا ہوگیا، ان کو نہانے کی ضرورت تھی، گوارانہ ہوا کہ اس حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آئیں، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو کترا گئے اور غسل کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ابوہریرہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں تھے، بولے مجھے غسل کی حاجت تھی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الجنب یصافح، الحدیث: ۲۳۱، ج ۱، ص ۱۱۰)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تو فرطِ ادب سے تصویر بن جاتے، احادیث میں اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے، کانما علیٰ رؤ وسھم الطیر یعنی صحابہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہوتی ہیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، الحدیث: ۳۸۵۵، ج ۴، ص ۵)

گھر میں بچے پیدا ہوتے تو ادب سے ان کا نام محمد نہ رکھتے، ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے محمد نام رکھا۔ لیکن ان کی قوم نے کہا ہم نہ یہ نام رکھنے دیں گے نہ اس کنیت سے تم کو پکاریں گے تم اس کے متعلق خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ کرلو۔ وہ بچے کو لیکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو ارشاد ہوا کہ میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الاداب، باب النھی عن التکنی بابی القاسم..... الخ، الحدیث: ۲۱۳۳، ص ۱۱۷۸)

اگر راستے میں کبھی ساتھ ہو جاتا تو ادب کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے۔ ایک بار حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خچر ہانک رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوار کیوں نہیں ہو لیتے۔ لیکن انہوں نے اس کو بڑی بات سمجھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خچر پر سوار ہوں۔ تاہم امتثالا للامر (تعمیل حکم کے لیے) تھوڑی دور تک سوار ہو لئے۔

(سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، ج ۸، ص ۲۵۳)

فرطِ ادب سے کسی بات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر تقدم یا مسابقت گوارانہ کرتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں قضائے حاجت کے لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے الگ ہوگئے، نماز فجر کا وقت آگیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز شروع کردی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہنچے تو ایک رکعت نماز ہو چکی تھی، اس لئے آپ دوسری رکعت میں شریک ہوئے۔ نماز ہو چکی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو بے ادبی بلکہ گناہ خیال کیا اور سب کے سب

کثرت کے ساتھ تسبیح کرنے لگے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔
(سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین، الحدیث: ۱۴۹، ج ۱، ص ۸۳)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی نزاع چکانے کے لئے قبیلہ بنوعمرو بن عوف میں تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آگیا تو موذن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا کہ نماز پڑھا دیجئے۔ وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آکر شریک جماعت ہو گئے۔ لوگوں نے تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے، تاہم جب لوگوں نے متصل تصفیق کی، تو مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو۔ انہوں نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی امامت کو پسند فرمایا، پھر پیچھے ہٹ آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ جب میں نے حکم دیا تو تم کیوں اپنی جگہ سے ہٹ آئے؟ بولے کہ ابن ابی قحافہ کا یہ منہ نہ تھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔
(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التصفیق فی الصلاۃ، الحدیث: ۹۴۰، ج ۱، ص ۳۵۴)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیدل جا رہے تھے، کہ اسی حالت میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گدھے پر سوار آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو پیدل دیکھا تو خود فرط ادب سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ کو آگے سوار کرنا چاہا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے فرمایا تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو، البتہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں آگے بیٹھ سکتا ہوں۔ (سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب رب الدابۃ أحق بصدرھا، الحدیث: ۲۵۷۲، ج ۳، ص ۴۰)

اگر کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کھانا شروع نہ کرتے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرط ادب سے کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے۔
(سنن ابی داود، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، الحدیث: ۳۷۶۶، ج ۳، ص ۴۸۷)

ادب کے باعث آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے چلنا پسند نہیں کرتے۔

ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے نکل جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ (صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب من أھدی لہ ھدیۃ وعندہ جلساوہ۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۶۱۰، ج ۲، ص ۱۷۹)

کسی چیز میں آپ سے مقابلہ کی جرأت نہ کرتے، ایک بار چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے باہم تیراندازی میں مقابلہ کر رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے بنو اسمٰعیل تیر پھینکو کیونکہ تمہارے باپ تیرانداز تھے اور میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں۔ دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رک گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

نے پوچھا کہ تیر کیوں نہیں پھینکتے ؟ بولے اب کیونکر مقابلہ کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔ فرمایا: تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر ، باب التحریض علی الرمی، الحدیث:۲۸۹۹، ج ۲، ص ۲۸۲)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اس لئے رک گئے کہ اگر وہ اپنے فریق پر غالب آگئے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس کے ساتھ ہیں تو آپ بھی مغلوب ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے ادب سے مقابلہ ہی کرنا چھوڑ دیا، اس ادب واحترام کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت کسی قسم کا سوء ادب گوارا نہ کرتے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر ، باب التحریض علی الرمی، تحت الحدیث:۲۸۹۹، ج ۷، ص ۷۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نیچے کے حصے میں اور ان کے اہل وعیال اوپر کے حصے میں رہنے لگے۔ ایک رات حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو کہا کہ ہم اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوپر چلیں پھریں۔ اس خیال سے تمام اہل وعیال کو ایک کونے میں کر دیا۔ صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم اوپر قیام فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ نیچے کا حصہ ہمارے لئے زیادہ موزوں ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ برابر اس بات پر مصر رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اوپر کی منزل میں رہیں اور خود نچلی منزل میں رہیں۔

بولے کہ جس چھت کے نیچے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہوں ہم اس پر نہیں چڑھ سکتے، لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے بالا خانہ پر قیام فرمایا۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، بیان قضیۂ ہجرت آنحضرت ، ج ۲، ص ۶۵)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سن میں بڑے تھے، لیکن ان کو فرط ادب سے یہ گوارا نہ تھا کہ ان کو آپ سے بڑا کہا جائے۔

ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم؟ بولے بڑے تو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، البتہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے پیدا ہوا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی میلاد النبی، الحدیث:۳۶۳۹، ج ۵، ص ۳۵۶)

اگر نادانستگی میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں کوئی نامناسب بات نکل جاتی تو اسکی معافی چاہتے۔

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بچہ مر گیا، اور وہ اس پر رو رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا گزر ہوا، تو فرمایا: خدا سے ڈرو اور صبر کرو، بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چلے گئے تو لوگوں نے کہا

کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تھے، دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں پہچانا تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الصبر عند الصدمۃ، الحدیث: ۳۱۲۴، ج ۳، ص ۲۵۸)

اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت بے ادبی کا خیال ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت برہم ہوتے۔ ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت سرائے اقدس میں آئے۔ دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باآواز بلند بول رہی ہیں فوراً طمانچہ اٹھایا اور کہا اب کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ ہونے پائے۔ (سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المزاح، الحدیث: ۴۹۹۹، ج ۴، ص ۳۹۰)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ایک شخص کا کچھ قرض تھا، اس نے گستاخانہ طریقے سے تقاضا کیا، تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر برانگیختہ ہوگئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: رکو! کہ قرض خواہ کو مقروض پر مطالبہ کرنے کا اس وقت تک حق ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب لصاحب الحق سلطان، الحدیث ۲۴۲۵، ج ۳، ص ۱۵۰)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سفر میں تھے ایک بدو آیا اور وحشیانہ لہجہ میں آواز بلند کی اور پکارا یا محمد، یا محمد۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا یہ کیا؟ (اس طرح کہنا) منع ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار..... الخ، الحدیث: ۳۵۴۷، ج ۵، ص ۳۱۶)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کہ انصار کے خاندانوں میں سب سے افضل بنو نجار ہیں، پھر بنو عبدالاشہل، پھر بنو حارث بن الخزرج، پھر بنو ساعدہ، ان کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہیں، حضرت سعد بن عبادہ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے قبیلے کو چوتھے نمبر پر رکھا ہے تو ان کو کسی قدر نا گوار ہوا، بولے میرے گدھے پر زین کسو میں خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا، لیکن ان کے بھتیجے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تردید کے لئے جاتے ہیں؟ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وجوہ فضیلت کے سب سے زیادہ عالم ہیں، یہ کیا کم ہے کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی خیر دور الانصار..... الخ، الحدیث: ۲۵۱۱، ص ۱۳۶۱)

صلح حدیبیہ کے بعد کافروں کا مسلمانوں میں اختلاط ہوگیا، حضرت سلمہ آئے اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، چار مشرک بھی اس جگہ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، ان کو گوارا نہ ہوسکا، اٹھ گئے دوسری جگہ چلے گئے، اور چاروں مشرک بھی تلوار کو لٹکا کر سو رہے، اسی حالت میں شور ہوا کہ ابن زنیم قتل کر دیا گیا حضرت سلمہ نے موقع پا کر تلوار میان سے کھینچ لی، اور چاروں پر حالت خواب میں حملہ کر کے ان کے تمام ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا، اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عزت دی تم میں سے جو شخص سر اٹھائے گا اس کا دماغ پاش پاش کر دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا..... الخ، الحدیث: ۱۸۰۷، ص ۱۰۰۰)

ایک شخص کا نام محمد تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کو گالی دے رہا ہے، بلا کر کہا کہ دیکھو تمہاری وجہ سے محمد کو گالی دی جا رہی ہے، اب تا دم مرگ تم اس نام سے پکارے نہیں جا سکتے، چنانچہ اسی وقت اس کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا گیا۔ پھر بنو طلحہ کے پاس پیغام بھیجا جو لوگ اس نام کے ہوں ان کے نام بدل دیئے جائیں۔ اتفاق سے وہ لوگ سات آدمی تھے اور ان کے سردار کا نام محمد تھا۔ لیکن انہوں نے کہا: خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نے میرا نام محمد رکھا ہے، بولے اب میرا اس پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث محمد بن طلحۃ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الحدیث: ۱۷۹۱۶، ج ۶، ص ۲۶۷)

چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی شوخی کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انکو ڈانٹ دیتے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے ساتھ حاضر خدمت ہوئیں، اور بچپن کی وجہ سے خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگیں، ان کے والد نے ڈانٹا۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کھیلنے دو۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ، الحدیث: ۳۰۷۱، ج ۲، ص ۳۳۱)

جو چیزیں شان نبوت کے خلاف ہوتیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ان کے ذکر تک کو سوء ادب سمجھتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب قضا عمرہ ادا فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے آگے اشعار پڑھتے چلتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اور حدود حرم کے اندر شعر پڑھتے ہو؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اسکو مستحسن فرمایا۔ (سنن النسائی، کتاب المناسک الحج، باب انشاد الشعر فی الحرم والمشی بین یدی الامام، ج ۵، ص ۲۰۲) (ترمذی میں ہے کہ اشعار حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے پڑھے تھے اور یہی صحیح بھی ہے)

ایک بار کچھ لوگوں نے جمعہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر کے سامنے شور و غل کرنا شروع کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر کے سامنے آواز اونچی نہ کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۱۸۷۹، ص ۱۰۴۴)

یہ تعظیم، یہ ادب، یہ عزت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی طرح ادب کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قبر کے متعلق اختلاف ہوا کہ لحد کھودی جائے یا صندوق، اس پر لوگوں نے شور و غل کرنا شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے وفات و حیات دونوں حالتوں میں شور و شغب نہ کرو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الشق، الحدیث: ۱۵۵۸، ج ۲، ص ۲۴۵)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس ادب و احترام کا منظر صلح حدیبیہ میں عروہ کو نظر آیا تو وہ سخت متاثر ہوا، اس نے صلح سے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کی، تو عرب کے طریقے کے مطابق ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن جب جب ہاتھ بڑھاتا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تلوار کے ذریعہ سے روک دیتے تھے، اس واقعہ

سے عروہ کی اس طرف توجہ ہوگئی اور اس نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرز عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا۔تو اس پر یہ اثر پڑا کہ پلٹا تو کفار سے بیان کیا کہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔لیکن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب جس قدر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں اس قدر کسی بادشاہ کے رفقاء نہیں کرتے۔اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان لوگوں کے ہاتھوں میں ان کا تھوک گرتا ہے اور وہ اپنے جسم و چہرہ پر اس کو ملتے ہیں، اگر وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو جان نثار کرتے ہیں اور وہ لوگ بچے کھچے پانی کیلئے باہم لڑ پڑتے ہیں اگر ان کے سامنے بولتے ہیں تو انکی آوازیں پست ہو جاتی ہیں، اور وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔(صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط، الحدیث:۲۷۳۱، ج۲،ص۲۲۳)

جاں نثاری

صلح حدیبیہ میں جب عروہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر اس طنز آمیز فقرہ نے نشتر کا کام دیا اور انہوں نے برہم ہو کے کہا ہم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ (صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اہل الحرب.... الخ، الحدیث:۲۷۳۱، ج۲،ص۲۲۳)

یہ ایک قول تھا جس کی تائید ہر موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے عمل سے کی،

ابتداء اسلام میں ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مشغول تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گلا گھونٹنا چاہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو دھکیل دیا اور کہا کہ ایک آدمی کو صرف اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا معبود اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے خدا کی جانب سے دلائل لے کر آیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا، الحدیث:۳۶۷۸، ج۲،ص۵۲۴)

ہجرت کے بعد خطرات اور بھی زیادہ ہو گئے تھے، کفار مکہ کے علاوہ اب منافقین اور یہود نئے دشمن ہو گئے تھے، جن کا رات دن ڈر لگا رہتا تھا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو ان تمام خطرات میں ڈال دیتے تھے، چنانچہ ابتداء ہجرت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک شب بیدار ہوئے تو فرمایا کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرتا۔تھوڑی دیر کے بعد ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آواز سنکر فرمایا کون ہے؟ جواب ملا میں سعد بن ابی وقاص فرمایا کیوں آئے بولے میرے دل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت خوف پیدا ہوا اس لئے حفاظت کے لئے حاضر ہوا۔(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، الحدیث:۳۷۷۷، ج۵،ص۴۱۹)

ان خطرات کی وجہ سے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے بھی آنکھ سے اوجھل ہو جاتے تو جاں نثاروں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے حلقہ میں رونق افروز تھے کسی ضرورت سے اٹھے تو پلٹنے میں دیر ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی چشم زخم تو نہیں پہنچا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسی پریشانی کی حالت میں گھبرا کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی جستجو میں انصار کے ایک باغ میں پہنچے۔ دروازہ ڈھونڈا، تو نہیں ملا، دیوار میں پانی کی ایک نالی نظر آئی اس میں گھس کر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچے اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی پریشانیوں کی داستان سنائی۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دلیل علی اَن من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعًا، الحدیث: ۳۱، ص ۳۷)

غزوات میں یہ خطرات اور بھی بڑھتے جاتے تھے، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی جاں نثاری میں اور بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔

غزوہ ذات الرقاع میں ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک مشرک کی بیوی کو گرفتار کیا۔ اس نے انتقام لینے کے لئے قسم کھائی کہ جب تک اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں سے کسی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلوں گا، چین نہ لوں گا، اس لئے جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم واپس ہوئے، اس نے تعاقب کیا۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منزل پر فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا کہ کون میری حراست کی ذمہ داری اپنے سر لے گا۔ مہاجرین وانصار دونوں میں سے ایک ایک بہادر اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے اٹھے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جاکر متمکن ہوجائیں (کہ وہی کفار کی کمین گاہ ہوسکتا تھا) دونوں بزرگ وہاں پہنچے تو مہاجر بزرگ سو گئے اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی مشرک آیا، اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، تین تیر مارے اور تینوں کے تینوں ان کے جسم میں ترازو ہوگئے۔ (سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من الدم، الحدیث: ۱۹۸، ج ۱، ص ۹۹) لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غزوہ حنین کے لئے نکلے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شام کے وقت خبر دی کہ میں نے آگے جاکر پہاڑ کے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن کے زن ومرد چوپایوں اور مویشیوں کو لیکر امنڈ آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم مسکرائے، اور فرمایا: کہ اللہ عزوجل نے چاہا تو کل یہ مسلمانوں کے لیے غنیمت ہوگا، اور فرمایا: آج میری پاسبانی کون کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا، میں! یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم، ارشاد ہوا کہ سوار ہوجاؤ، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر آئے تو فرمایا کہ اس گھاٹی کے اوپر چڑھ جاؤ۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نماز فجر کے لئے اٹھے، تو صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا کہ تمہیں اپنے شہ سوار کی بھی خبر ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے عرض کی ہمیں تو کچھ خبر نہیں، جماعت قائم ہوئی، تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز پڑھاتے جاتے تھے اور مڑ مڑ کے گھاٹی کی طرف دیکھتے جاتے تھے۔ نماز ادا کرچکے تو فرمایا: لو مبارک ہو تمہارا شہ سوار آگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان سے دیکھا تو وہ آپہنچے اور خدمت مبارک میں حاضر ہوکر

سلام کیا اور فرمایا کہ میں گھاٹی کے بلند ترین حصے پر جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مامور فرمایا تھا، چڑھ گیا صبح کو دونوں گھاٹیاں بھی دیکھیں تو ایک جاندار بھی نظر نہ آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کبھی نیچے بھی اترے تھے، بولے صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے، ارشاد ہوا: تم کو جنت مل چکی، اس کے بعد اگر کوئی عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل، الحدیث: ۲۵۰۱، ج ۳، ص ۱۴)

ایک غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک ٹیلے پر قیام فرمایا۔ اس شدت سے سردی پڑی کہ بعض لوگوں نے زمین میں گڑھا کھودا اور اس کے اندر گھس کر اوپر سے ڈھال ڈال دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: کہ آج کی شب میری حفاظت کون کرے گا؟ میں اسکو دعا دوں گا، ایک انصاری نے عرض کیا کہ میں ! یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قریب بلا کران کا نام پوچھا اور دیر تک دعا دیتے رہے، حضرت ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا سنی تو عرض گزار ہوئے کہ میں دوسرا نگہبان بنوں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قریب بلا کر نام پوچھا اور ان کو بھی دعا دی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث أبي ریحانۃ، الحدیث: ۱۷۲۱۳، ج ۶، ص ۹۹)

آیت کریمہ:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (پ ۶، المائدۃ: ۶۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے لئے پاسبان مقرر کرنا بند کردیا۔

غزوہ بدر میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفار کے مقابلے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب کیا تو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہدیں۔ تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو۔ بلکہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ جاں نثارانہ فقرے سنے تو چہرہ مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۳۹۵۲، ج ۳، ص ۵)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جاں نثارانہ جذبات کا ظہور سب سے زیادہ غزوہ احد میں ہوا، چنانچہ اس غزوہ میں کسی مقام پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ صرف نو صحابہ (جن میں سات انصاری اور دو قریشی یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رہ گئے۔ اس حالت میں کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر دفعۃً ٹوٹ پڑے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان جاں نثاروں کی طرف خطاب کرکے فرمایا: کہ جو ان اشقیاء کو میرے پاس سے ہٹائے گا اس کے لئے جنت ہے۔ ایک انصاری فوراً آگے بڑھے اور لڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہوگئے۔ اسی طرح کفار برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کرتے جاتے اور آپ بار بار پکارتے جاتے تھے، اور ایک

ایک انصاری بڑھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان قربان کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ساتوں بزرگ شہید ہوگئے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ احد، الحدیث: ۱۷۸۹، ص ۹۸۹)

حضرت ابو طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جاں نثاری کا وقت آیا، تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آپ نے اپنا ترکش بکھیر دیا، اور فرمایا کہ تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر قربان۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان منکم أن تفشلا واللہ ولیھما..... الخ، الحدیث: ۴۰۵۵، ج ۳، ص ۳۷)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپر لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوگئے اور تیر چلانے لگے، اور اس شدت سے تیر اندازی کی کہ دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گردن اٹھا کر کفار کی طرف دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں گردن اٹھا کر نہ دیکھیں، مبادا کوئی تیر لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان منکم أن تفشلا واللہ ولیھما..... الخ، الحدیث: ۴۰۶۴، ج ۳، ص ۳۸)

اس غزوہ میں حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں بائیں جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے ان کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی، انہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بنالیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۱۸۶)

اسی غزوہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں روانہ فرمایا، وہ لاشوں کے درمیان ان کو ڈھونڈ ھنے لگے، تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بول اٹھے، کیا کام ہے؟ جواب دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارا ہی پتا لگانے کے لئے بھیجا ہے، بولے جاؤ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کردو، اور کہہ دو کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں، اور اپنے قبیلہ میں اعلان کردو کہ اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے اور ان میں کا ایک متنفس بھی زندہ رہا تو خدا عزوجل کے نزدیک ان کا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا۔

(الموطا لامام مالک، کتاب الجھاد، باب الترغیب فی الجھاد، الحدیث: ۱۰۳۵، ج ۲، ص ۲۴)

نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جاں نثاری کی آرزو رکھتی تھیں، حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب کو اسکی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی مدد کی وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتیں اور آپ کی طرف سے لڑتیں۔ (الاستیعاب، تذکرۃ طلیب بن عمیر، ج ۲، ص ۳۲۳)

خدمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال

کرتے تھے، اس لئے متعدد بزرگوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ابتداء بعثت ہی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خانہ داری کے تمام کاروبار کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا، اور اس کے لئے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شرف خدمت کا چھوڑنا کبھی گوارا نہیں کرتے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی غریب مسلمان خدمت مبارک میں حاضر ہوتا اور اس کے بدن پر کپڑے نہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے اور وہ قرض لیکر اسکی خوراک ولباس کا انتظام کرتے۔

ایک بار کسی مشرک سے اس غرض کے لئے قرض لیا۔ لیکن ایک دن اس نے دیکھا تو نہایت سخت لہجے میں کہا، او حبشی تجھے معلوم ہے کہ اب مہینے میں کتنے دن رہ گئے ہیں صرف چار دن اسی عرصہ میں قرض وصول کرلوں۔ ورنہ جس طرح تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا اسی طرح بکریاں چرواؤں گا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے سخت رنج ہوا، عشاء کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ مشرک نے مجھے یہ کچھ کہا ہے، اور وہ مجھے ذلیل کر رہا ہے، اجازت فرمایئے تو جب تک قرض ادا نہ ہو جائے مسلمان قبائل میں بھاگ کر پناہ لوں، گھر واپس آئے تو بھاگنے کا تمام سامان بھی کرلیا، لیکن رزّاق عالم نے صبح تک خود قرض کے ادا کرنے کا تمام سامان کر دیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین، الحدیث:۳۰۵۵، ج۳، ص۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا، کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہیں جاتے تو وہ پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جوتے پہناتے، پھر آگے آگے عصا لیکر چلتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں سے جوتے نکالتے، پھر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو عصا دیتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے، پھر اسی طرح جوتے پہناتے، آگے آگے عصا لیکر چلتے، اور حجرہ مبارکہ تک پہنچ جاتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہاتے تو پردہ کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سوتے تو بیدار کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر میں جاتے تو بچھونا، مسواک جوتا اور وضو کا پانی انکے ساتھ ہوتا، اس لئے وہ صاحب سواد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے میر سامان کہے جاتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ج۳، ص۱۱۳)

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ بھی شب وروز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر دولت سرائے اقدس میں تشریف لے جاتے تو وہ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ضرورت پیش آجائے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا، بولے یہ تعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری میں خلل انداز ہوگا جسکو میں پسند نہیں کرتا۔ لیکن آپ کے بار بار کے اصرار سے شادی کرنے پر رضا

مند ہوگئے ۔(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ ابن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، الحدیث:۱۶۵۷۷، ج ۵،ص ۵۶۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مستقل خدمت گزار تھے،ان کا کام یہ تھا کہ سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔ (مدارج النبوت،قسم پنجم،باب چہارم،ج ۲،ص ۴۹۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن ہی سے ان کی والدہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔ (الاصابۃ،انس بن مالک بن النضر ،ج ۱،ص ۲۷۶ ملخصًا)

حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جنہوں نے اس استقلال کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کی کہ انکو خادمہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب حاصل ہوا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الحجامۃ، الحدیث: ۳۸۵۸، ج ۴،ص ۶)

حضرت سفینہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہما کی والدہ کے غلام تھے۔انہوں نے ان کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت گزاری میں صرف کردیں، انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں تا نفسِ واپسیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتا۔

(سنن ابی داود، کتاب العتق، باب العتق علی الشرط، الحدیث: ۳۹۳۲، ج ۴،ص ۳۱)

ان بزرگوں کے علاوہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ان کو بھی عموماً شرف خدمت حاصل ہوا کرتا تھا، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لیکر کھڑے رہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا عمر کیا ہے؟ بولے کہ وضو کا پانی، فرمایا کہ ہر وقت اس کی ضرورت نہیں ۔ (سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الاستبراء ، الحدیث: ۴۲، ج ۱،ص ۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ خدمت مبارک میں حاضر رہتے تھے انکو اکثر یہ شرف حاصل ہوتا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہ کسی طشت یا کوزہ میں پانی لاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وضو کرتے۔(سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ ، باب الرجل یدلک یدہ بالأرض اذا استنجٰی، الحدیث: ۴۵، ج ۱،ص ۵۰)

حضرت ابو سمح رضی اللہ عنہ ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غسل فرماتے تو وہ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوجاتے اور آپ ان کی آڑ میں نہا لیتے۔(اسد الغابۃ،تذکرۃ ابو السمح مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۶،ص ۱۶۶)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع میں رمی جمرہ کرنا چاہی تو خدام بارگاہ میں حضرت اسامہ اور حضرت

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما ساتھ ساتھ تھے، ایک کے ہاتھ میں ناقہ کی نکیل تھی اور دوسرے بزرگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر پر اپنا کپڑا تانے ہوئے چلتے تھے کہ آفتاب کی شعائیں چہرہ مبارک کو گرم نگاہوں سے نہ دیکھنے پائیں۔

(سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب المحرم یظلل، الحدیث ۱۸۳۴، ج ۲، ص ۲۴۲)

محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میں تم کو تمہارے باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، تم لوگ (کامل) مومن نہیں ہو سکتے، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایمان کا یہی درجہ کمال حاصل تھا، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد جب غزوہ احد کی شرکت کے لئے روانہ ہوئے تو بیٹے سے کہا کہ میں ضرور شہید ہونگا اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا مجھ کو تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ تم میرا قرض ادا کرنا، اپنے بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۳۵۴)

اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بھی مختلف طریقوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا اظہار کرتے تھے۔

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جوش محبت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قمیص الٹ دی، اس کے اندر گھس گئے، آپ کو چوما، آپ سے لپٹ گئے۔ (سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب مالا یجوز منعہ، الحدیث: ۱۶۶۹، ج ۲، ص ۱۷۷)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے، ایک روز ہنسی مذاق کی باتیں کرتے تھے، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے کوچ دیا، انہوں نے اس کا انتقام لینا چاہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر راضی ہوگئے، لیکن انہوں نے کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدن پر کرتا ہے، حالانکہ میرے بدن پر کرتا نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کرتا بھی اٹھا دیا، کرتے کا اٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے، کروٹ کو بوسہ دیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہی مقصود تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی قبلۃ الجسد، الحدیث ۵۲۲۴، ج ۴، ص ۴۵۶)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد عبدالقیس حاضر ہوا تو سواری سے اترنے کے ساتھ ہی سب کے سب دوڑے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ (المرجع السابق، باب فی قبلۃ الرجل، الحدیث: ۵۲۲۵، ج ۴، ص ۴۵۶)

حضرت کردم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم چوم لئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا، اور آپ کی باتیں سنتے رہے۔

(سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب تزویج من لم یولد، الحدیث: ۲۱۰۳، ج ۲، ص ۳۴۰)

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بدوی صحابی تھے، جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان سے محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے، کہ زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے بدوی ہیں اور ہم ان کے شہری ہیں۔

ایک دن وہ اپنا سودا فروخت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیچھے سے آ کر ان کو گود میں لے لیا، انہوں نے کہا کون ہے؟ چھوڑ دو! لیکن مڑ کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تو اپنی پشت کو بار بار آپ کے سینہ سے چمٹاتے تھے اور تسکین نہیں ہوتی تھی۔ (شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفۃ مزاج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۸، ج ۵، ص ۵۴۵)

عرب میں یہ خیال تھا کہ اگر کسی کے پاؤں سن ہو جائیں اور وہ اپنے محبوب کو یاد کرے تو یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں سن ہو گئے تو کسی نے کہا اپنے محبوب کو یاد کرلو، بولے یا محمداہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) (الأدب المفرد، باب مایقول الرجل اذا خدرت رجلہ، الحدیث: ۹۹۳، ص ۲۶۱)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کرتیں تو فرط مسرت سے کہتیں "بابی" یعنی میرے باپ آپ پر قربان۔ (سنن النسائی، کتاب الحیض والاستحاضۃ، باب شھود الحیض العیدین ودعوۃ المسلمین، ج ۱، ص ۱۹۳)

عزت اور محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آرام وآسائش کا نہایت خیال رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی قسم کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک سفر میں تھے جس میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت اہتمام کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے پانی ٹھنڈا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب حدیث جابر الطویل، الحدیث ۳۰۰۶، ص ۱۶۰۲)

ایک عورت تھی جو ہمیشہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو دفن کر دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع نہ دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا، کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی بولے ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا، اسی طرح ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر نہ کی اور کہا کہ اندھیری رات تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو زحمت ہوتی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر، الحدیث: ۱۵۲۸۔۱۵۳۰، ج ۲، ص ۲۳۳۔۲۳۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی محبوب ہو جاتی۔ "کدو" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت مرغوب تھا اس لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بول اٹھے، اس بنا پر کہ رسول

اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اکل الرباء، الحدیث:۱۸۵۶، ج ۳، ص ۳۳۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنادیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے۔

ایک بار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں اور حضرت خالد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دودھ لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پی کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔ بولے، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا أکل طعاما، الحدیث:۳۴۶۶، ج ۵، ص ۲۸۳)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا، بولیں، میں اگر چہ روزے سے ہوں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی ہوں۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث ام ھانی، الحدیث:۲۶۹۵۸، ج ۱۰، ص ۲۶۰)

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کھانا کھا رہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے تھے اس لئے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھانا نہ کھایا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب عرض الطعام، الحدیث:۳۲۹۹، ج ۴، ص ۲۶)

تکلیف کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو رنج ہوتا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رنج ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوشی ہوتی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں شریک ہوتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مہینے کے لئے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کرلی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد میں آکر گریہ وزاری شروع کردی۔

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء والاعتزال عن النساء، الحدیث:۱۴۷۹، ص ۷۸۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانا چاہا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ وہ رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھیں گے تو خود روئیں گے، اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ، الحدیث:۱۲۳۲، ج ۲، ص ۷۴)

حضرت عمرو بن الجموع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک فیاض صحابی تھے، ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نکاح کرتے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے دعوت ولیمہ کرتے۔ (اصابۃ، تذکرۃ عمرو بن الجموع، ج ۴، ص ۵۰۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن فرط محبت سے

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم واپسی اور سلامتی کے لئے نذریں مانتی تھیں۔

ایک بار آپ جب کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ (جاریہ سودہ رضی اللہ تعالٰی عنہا) نے کہا کہ یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو صحیح وسالم واپس لائے گا تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے دف بجا کے گاؤں گی۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ابی حفص عمر بن خطاب، الحدیث:۳۷۱۰، ج۵، ص۳۸۶)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عموماً فقر وفاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سامنے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی خانگی زندگی کا یہ منظر آجاتا تو فرط محبت سے آبدیدہ ہوجاتے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ دولت سرائے اقدس میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں، جس پر کوئی بستر نہیں ہے۔ جسم مبارک پر تہبند کے سوا کچھ نہیں، پہلو میں چٹائی کے نشانات پڑے ہیں، توشہ خانہ میں مٹھی بھر جو کے سوا اور کچھ نہیں، آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے، ارشاد ہوا کہ عمر کیوں روتے ہو؟ بولے، کیوں نہ روؤں۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حالت ہے اور قیصر وکسریٰ دنیا کے مزے اڑا رہے ہیں، فرمایا کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور ان کے لئے دنیا ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییر ھن، الحدیث:۱۴۷۹، ص۷۸۴)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حالت یاد آتی تھی تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے۔

ایک بار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے چپاتیاں آئیں تو دیکھ کر رو پڑے کہ سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی آنکھوں سے کبھی چپاتی نہیں دیکھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب الرقاق، الحدیث:۳۳۳۸، ج۴، ص۴۳)

ایک دن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے دوستوں کو گوشت روٹی کھلایا تو رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال بھی ہوگیا اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے پیٹ بھر جو کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۳۷۸، ج۵، ص۵۷۵)

اگر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کسی چیز سے متمتع نہ ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اس سے متمتع ہونا پسند نہ کرتے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کے کفن کے لئے ایک حلہ خریدا گیا لیکن بعد میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم دوسرے کپڑے میں کفنائے گئے، اور یہ حلہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس خیال سے لے لیا کہ اس کو اپنے کفن کے لئے محفوظ رکھیں گے لیکن پھر کہا کہ جب خدا عزوجل کی مرضی نہ ہوئی کہ وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا کفن ہو، تو میرا کیوں ہو۔ یہ کہہ کر اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کردی۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی کفن المیت، الحدیث:۹۴۱، ص۴۶۹)

غزوہ تبوک سخت گرمیوں کے زمانے میں واقع ہوا تھا، حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے جو اس غزوہ میں شریک نہ ہوسکے تھے ایک دن وہ گھر میں آئے تو دیکھا کہ ان کی ازواج نے ان کی آسائش کے لئے نہایت سامان کیا ہے، بالا خانے پر چھڑکاؤ کیا ہے، پانی سرد کیا ہے عمدہ کھانا تیار کیا ہے لیکن وہ تمام سامان عیش دیکھ کر بولے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس لو اور گرمی میں کھلے ہوئے میدان میں ہوں اور ابوخیثمہ سایہ، سرد پانی، عمدہ غذا اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ لطف اٹھائے خدا عزوجل کی قسم! یہ انصاف نہیں ہے، میں ہرگز بالا خانہ پر نہ آؤنگا چنانچہ اسی وقت زادراہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہوگئے۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ مالک بن قیس بن خیثمۃ، ج۵، ص۴۷)

وصال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد آتے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بے اختیار رو پڑتے۔ ایک دن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا، اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسو سے تر ہوگئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا جمعرات کا دن کیا؟ بولے اسی دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت میں شدت آئی تھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شئ یوصی فیہ، الحدیث: ۱۶۳۷، ص۸۸۸)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک صحبتوں کی یاد آتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے۔ ایک بار حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انصار کی ایک مجلس میں گئے تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہیں، سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس یاد آگئی، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کے زمانہ کا ہے، جس میں انصار کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر اس مرض میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی مجلس میسر نہ ہوگی، اس لئے وہ اس غم میں رو پڑے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ فرماتے تھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ، تذکرۃ عبداللہ بن عمر بن خطاب، ج۴، ص۱۲۷)

قرابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و محبت

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرام اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھی نہایت عزت و محبت کرتے تھے۔ ایک بار حضرت امام باقر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حجۃ الوداع کی کیفیت پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اس وقت اگرچہ وہ بحیثیت طالب العلم اور نیازمندانہ آئے تھے، تاہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا پہلے ان کے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ان کی گھنڈی کھولی، سینے پر ہاتھ رکھا اور مرحبا کہا، پھر اصل مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت دی۔ (سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۹۰۵، ج۲، ص۲۶۵)

ایک بار ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ مچھر کا خون جو کپڑے پر لگ جاتا ہے اس کا

کیا حکم ہے؟ بولے ان کو دیکھو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسے کو تو شہید کر ڈالا اور مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، الحدیث: ۳۷۹۵، ج ۵، ص ۴۲۷)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے چند روز بعد ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک راستے سے گزرے دیکھا کہ حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام کھیل رہے ہیں، اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور یہ شعر پڑھا

وابابی شبه النبی لیس شبیها بعلی

میرے باپ تم پر قربان کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمشکل ہو، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ نہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی ساتھ تھے وہ ہنس پڑے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث: ۴۰، ج ۱، ص ۲۸)

ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام سے ملے اور کہا کہ ذرا پیٹ کھولئے جہاں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بوسہ دیا تھا وہیں میں بھی بوسہ دوں گا، چنانچہ انہوں نے پیٹ کھولا اور انہوں نے وہیں بوسہ دیا۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث: ۹۵۱۵، ج ۳، ص ۴۱۵)

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنکلے اور سلام کیا، سب نے سلام کا جواب دیا، لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے، جب سب چپ ہوئے تو باآواز بلند کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ کہہ کر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا، میں تمہیں بتاؤں کہ زمین کے رہنے والوں میں، آسمان والوں کو سب سے محبوب شخص کون ہے؟ یہی جو جا رہا ہے، جنگ صفین کے بعد سے انہوں نے مجھ سے بات چیت نہیں کی، اگر وہ مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ عبداللہ بن عمرو بن العاص، ج ۳، ص ۳۵۸)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت بڑے حامی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے دوست ابوالحسن کے غم میں تمہارا کیا حال ہے؟ بولے، موسیٰ علیہ السلام کے غم میں جو حال ان کی ماں کا تھا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ ابوطفیل عامر بن واثلۃ، ج ۶، ص ۱۹۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت کے حقوق جتائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر جو تقریر کی اس میں خاص طور پر اہل بیت کی محبت کا بیان کیا اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت کے حقوق کا لحاظ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ ہے۔ اُن لوگوں کو بھی اِن کے حقوق کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الحدیث:۳۷۱۲،ج۲،ص۵۳۸)

ایک بار حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اصرار کیا اور کہا کہ یا امیر المومنین! اگر موسیٰ علیہ السلام کے چچا آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتے تو آپ کیا کرتے، بولے انکے ساتھ حسن سلوک کرتا حضرت عباس نے کہا تو پھر میں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چچا ہوں، بولے اے ابوالفضل آپ کی کیا رائے ہے، خدا عزوجل کی قسم! آپ کے باپ مجھے اپنے باپ سے زیادہ محبوب ہیں، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو میرے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور میں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اس کا اعلان کروادیا۔لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ کوئی شخص تابوت (جنازہ مبارک) کے پاس نہیں جاسکتا تھا، خود بنو ہاشم کے لوگوں نے اس طرح گھیر لیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سپاہیوں کے ذریعے سے ان کو ہٹایا۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ عباس بن عبدالمطلب، ج۴،ص۲۳)

عرب میں جب قحط پڑتا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے، اور کہتے تھے کہ خداوندا ہم پہلے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے اور تو پانی برساتا تھا، اور اب اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بناتے ہیں، ہمارے لئے پانی برسا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب ذکر العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، الحدیث:۳۷۱۰،ج۲،ص۵۳۷)

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا، وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہیں، کچھ دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی، لیکن شفا کی چادر کم درجہ کی تھی، اس لئے انہوں نے کہا کہ میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی چچازاد بہن ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے خاص اس غرض کے لئے بلایا تھا اور عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو یونہی آگئی تھیں، بولے میں نے یہ چادر تمہیں ہی دینے کے لئے رکھی تھی، لیکن جب عاتکہ آگئیں تو مجھے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، کتاب النساء، تذکرۃ عاتکۃ بنت اسید، الحدیث: ۱۱۴۵۰،ج۸،ص۲۲۶۔۲۲۷)

حضرت ہند بن ابی ہالہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے، صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی پرورش فرمائی تھی، جب ان کے بیٹے کا بصرہ میں بمرض طاعون انتقال ہوا تو پہلے ان کا جنازہ نہایت کسمپرسی کی حالت میں اٹھایا گیا، لیکن اس حالت کو دیکھ کر ایک عورت نے پکارا: واھند بن ھنداہ وابن

ربیب رسول اللہ (ہائے ہند بن ہند ہائے پروردہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند) یہ سنتا تھا کہ لوگ اپنے مردوں کی تجہیز وتکفین چھوڑ کر ان کے جنازہ میں شریک ہو گئے۔
(الاستیعاب فی معرفۃ الصحابۃ، باب ھند، تذکرۃ ھند بن ھالۃ التمیمی، ج۴، ص۱۰۶)

قبیلہ بنوزہرہ میں چونکہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ننہال تھی، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس قبیلہ کے پاس خاطر کا نہایت لحاظ کرتی تھیں، چنانچہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے خفا ہوئیں تو انہوں نے اسی قبیلہ کے چند بزرگوں کو شفیع بنایا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، الحدیث:۳۵۰۳، ج۲،ص۴۷۵)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و محبت

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں سے محبت رکھتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی انکی نہایت توقیر وعزت کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطیہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تین ہزار مقرر فرمایا، تو انہوں نے اعتراض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی، وہ تو کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہ رہے۔ بولے، اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ تمہارے باپ سے زیادہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے اور اسامہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب تھے، اس لئے میں نے اپنے محبوب پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو ترجیح دی۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب زید بن حارثۃ، الحدیث:۳۸۳۹، ج۵، ص۴۳۵)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے میں دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے، بولے یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے کہا: آپ ان کو نہیں پہچانتے؟ یہ محمد بن اسامہ ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ سنکر گردن جھکالی، اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا: اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے تو ان سے محبت فرماتے۔(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، باب ذکر اسامۃ بن زید، الحدیث:٣٧٣٤،ج٢،ص٥٤٣)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں کی عزت کرتے تھے بلکہ آپ نے جن غلاموں کو آزاد کر کے اپنا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بنالیا تھا ان کے ساتھ بھی نہایت لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن غلاموں کے ناک کان کاٹ لئے گئے ہیں یا ان کو جلا دیا گیا ہے، وہ آزاد ہیں، اور وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ ہیں۔ لوگ یہ سنکر ایک خواجہ سرا کو لائے جس کا نام سندر تھا، آپ نے اس کو آزاد کر دیا، آپ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کے زمانہ خلافت میں آتا تو دونوں بزرگ اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے ،اس نے ایک بار مصر جانا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وصیت کے موافق اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا۔

(المسند لاامام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث:٦٧٢٢، ج٢،ص٦٠٣)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی بیت المال سے کفالت کرتے تھے،اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مصر کو لکھا تھا کہ اس کو کچھ زمین دے دی جائے۔

(المرجع السابق)

لیکن اس روایت میں اس کے نام کی تصریح نہیں،ممکن ہے یہ کوئی دوسرا غلام ہو۔

شوقِ زیارتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شوق زیارت سے لبریز تھے اس لئے جب زیارت کا وقت قریب آتا تو یہ جذبہ اور بھی ابھر جاتا،اور اس کا اظہار مقدس نغمہ سنجی کی صورت میں ہوتا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ پہنچے تو سب کے سب ہم آہنگ ہو کر زبان شوق سے یہ رجز پڑھنے لگے

غدا نلقی الاحبه محمدا وحزبه

ہم کل اپنے دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے گروہ سے ملیں گے۔

مصافحہ کی رسم سب سے پہلے ان ہی لوگوں نے ایجاد کی جو اظہار شوق ومحبت کا ایک لطیف ذریعہ ہے۔

دربار نبوت کی غیر حاضری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک بڑا جرم تھا۔ایک دن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے پوچھا کہ "تم نے کب سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نہیں کی۔"بولے،اتنے دنوں سے"۔اس پر انھوں نے ان کو برا بھلا کہا تو بولے۔چھوڑو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جاتا ہوں،ان کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا اور اپنے اور تمھارے لئے استغفار کی درخواست کروں گا۔(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، الحدیث:٣٨٠٦، ج٥،ص٤٣١)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد یہی شوق تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار کی طرف کھینچ لاتا تھا۔ایک بار حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور مزار پاک پر اپنے رخسار رکھ دیئے۔مروان نے دیکھا تو کہا،کچھ خبر ہے،یہ کیا کرتے ہو؟ فرمایا میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں،رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہوں۔(المسند لاامام احمد بن حنبل، مسند ابو ایوب انصاری، الحدیث:٢٣٦٤٦، ج٩،ص١٤٨)

شوقِ دیدارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ایمان کا باعث ہوتا تھا اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے۔ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تشنگانِ دیدار میں جن لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کی دید سے اپنا ایمان تازہ کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ، الحدیث: ۳۹۰۶، ج ۲، ص ۵۹۳)

حجۃ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں لے لیا، بدو آ کر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے اور کہتے تھے: "یہ مبارک چہرہ ہے"۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مرض الموت کے زمانہ میں جب حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حالتِ نماز میں ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ سوچا نماز ہی توڑ دیں اور اس جمال بے مثال کا آج جی بھر کر نظارہ کرلیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان وجھہ ورقۃ مصحف ماراء بنا منظرا کان اعجب الینا من وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین وضح لنا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ، الحدیث: ٦٨١، ج ١، ص ٢٤٣)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف تھا ہم نے کوئی منظر ایسا نہ دیکھا جو ہمیں رخ انور کے اس منظر سے زیادہ خوشگوار ہو جب چہرہ مبارک ہم پر نمودار ہوا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنکھیں صرف اس لئے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا۔ لیکن جب خدا عزوجل نے ان کو اس شرف سے محروم کر دیا تو، وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہو گئے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے تو انھوں نے کہا کہ ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار تھا۔ لیکن جب آپ کا وصال ہو گیا، تو اگر میرے عوض تبالہ کی ہرنیاں اندھی ہو جائیں اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہیں۔

(الادب المفرد، باب العیادۃ من الرمد، الحدیث: ۵۴۳، ص ۱۵۳)

شوقِ صحبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض ایک ایسی دولت جاودانی تھا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر قسم کے دنیوی مال ومتاع کو قربان کر دیتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں، خداعزوجل مال غنیمت دے گا تو تم کو معتدبہ حصہ دوں گا۔ بولے، میں مال کے لئے مسلمان نہیں ہوا صرف اس لئے اسلام لایا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض صحبت حاصل ہو۔ (الادب المفرد، باب المال الصالح للمرء الصالح، الحدیث:۳۰۲،ص۹۶)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیوی تعلقات سے آزاد ہو جاتے تھے وہ صرف آستانہ نبوت سے وابستگی پیدا کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو بچوں کو ان کے چچا نے لے لیا۔ اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات وتلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھاتی رہیں۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ قیلۃ بنت مخرمۃ، ج۸، ص۲۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی قدر دور مقام عالیہ میں رہتے تھے اس لئے روزانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض صحبت سے متمتع نہ ہو سکتے تھے۔ تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے اور دوسرے روز اپنے اسلامی بھائی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات وارشادات سے محروم نہ رہنے پائیں۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، الحدیث:۸۹، ج۱، ص۵۰)

دنیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فیض صحبت اٹھانے کے ساتھ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خواہش کی کہ آخرت میں بھی یہ دولت جاودانی نصیب ہو، حضرت ربیعہ بن کعب اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی تمنا ظاہر کی اور مژدہ جانفزا سے سرفراز ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کا اثر

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چونکہ نہایت خلوص وصفائے قلب کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد اور ہدایت سے فیض یاب ہونے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اس لئے ان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر شدت سے پڑتا تھا، ایک بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کیا بات ہے کہ جب ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں، زہد وآخرت کا خیال غالب ہو جاتا ہے، پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں اہل وعیال سے ملتے جلتے ہیں اور بچوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بات باقی نہیں رہتی۔" ارشاد ہوا کہ اگر یہی حالت قائم رہتی تو فرشتے خود تمھارے گھروں میں تمھاری زیارت کو آتے۔

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمھا، الحدیث:۲۵۳۴، ج۴، ص۲۳۶)

ایک بار حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے، دریافت حال پر بولے "حنظلہ منافق ہو گیا، ہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ہمارے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔ پھر گھر میں آکر اہل وعیال سے ملتے ہیں اور کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو اس حالت کو بھول جاتے ہیں۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے، چلو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ حالت قائم رہتی تو فرشتے تمھاری مجلسوں میں، تمھارے بستروں پر، اور تمھارے راستوں میں آکر تم سے مصافحہ کرتے۔ اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا ضروری نہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ۱۲۴، الحدیث: ۲۵۲۲، ج ۴، ص ۲۳۰)

استقبال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تو آپ کیساتھ طبل وعلم، لاؤلشکر خیمہ وخرگاہ کچھ نہ تھا، صرف سواری کی دو اونٹنیاں تھیں، اور ساتھ میں ایک جاں نثار رفیق سفر تھا لیکن یہ بے سروسامان قافلہ جس دن مدینہ پہنچا، مدینہ مسرت کدہ بن گیا۔ عورتوں، بچوں اور لونڈیوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے۔ ہجرت کی خبر پہلے سے مدینہ میں پہنچ گئی تھی اس لئے تمام مسلمان صبح تڑکے گھر سے نکل کر مدینہ کے باہر استقبال کے لئے جمع ہوتے، دوپہر تک انتظار کرکے واپس چلے جاتے۔

ایک دن حسب معمول لوگ انتظار کر کے چلے گئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھ کر باآواز بلند پکارا کہ اہل عرب! لو تمھارے صاحب آپہنچے، تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دفعۃً اُمنڈ پڑے اور ہتھیاروں سے سج سج کر گھروں سے نکل آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قباء میں تشریف لائے اور خاندانِ بنوعمرو بن عوف کے یہاں اترے تو تمام خاندان نے اللّٰــــہ اکبــر کا نعرہ لگایا۔ انصار ہر طرف سے آتے اور جوشِ عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر الی المدینۃ للھجرۃ، ج ۱، ص ۱۸۰)

انصار میں جن لوگوں نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو اب تک نہیں دیکھا تھا، وہ شوق دیدار میں بے تاب تھے۔ لیکن آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دھوپ سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر پر چادر تانی، تو سب کو اس کے سایہ میں آفتاب نبوت نظر آیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قباء سے مدینہ کی خاص آبادی کی طرف چلے تو جاں نثاروں کا جھرمٹ ساتھ تھا۔ ایک مقام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ٹھہر گئے اور انصار کو طلب فرمایا۔ سب لوگ حاضر ہوئے، سلام عرض کیا، اور کہا کہ سوار ہوں، کوئی خطرہ نہیں۔ ہم لوگ فرماں برداری کے لئے حاضر ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور انصار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گرداگرد ہتھیار باندھے ہوئے تھے۔

قباء سے مدینہ تک دورویہ جاں نثاروں کی صفیں تھیں۔ راہ میں انصار کے خاندان آتے تو ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا کہ حضور یہ گھر ہے، یہ مال ہے۔ کوکب نبوت شہر کے متصل پہنچا تو ایک عام غل پڑ گیا۔ لوگ بالاخانہ سے جھانک جھانک کر دیکھتے تھے، اور کہتے تھے: ''رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم آئے''۔(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ، الحدیث:۳۹۱۱،ج۲،ص۵۹۶)

پردہ نشین خواتین جوشِ مسرت میں یہ ترانہ گاتی تھیں

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

''کوہِ وداع کی گھاٹیوں کے برج سے بدر کامل طلوع ہوا ہے۔ جب تک دعا کرنے والے دعا کریں ہم پر شکر واجب ہے۔''

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی تو قبیلہ بنو نجّار کی بچیاں دف بجابجا کر یہ شعر گانے لگیں۔

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

''ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیسے اچھے ہمسایہ ہیں۔''

(وفاء الوفا، الباب الثالث، الفصل الحادی عشر، ج۱، ص۲۶۲)

ضیافتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اگر خوش قسمتی سے کبھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت و میزبانی کا شرف حاصل ہوجاتا تو وہ نہایت عزت ومحبت اورادب واحترام کے ساتھ اس فرض کو بجالاتے تھے۔

ایک بار ایک انصاری نے خدمت مبارک میں گزارش کی کہ نہایت لحیم وشحیم آدمی ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوسکتا، آپ میرے مکان پر تشریف لاکر نماز ادا فرمایئے تاکہ میں اس طرح نماز پڑھا کروں، انھوں نے پہلے کھانا بھی تیار کررکھا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی الحصیر، الحدیث:۶۵۷، ج۱، ص۲۶۳)

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابوہیثم بن تیہان الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے اور قربان ہونے لگے، پھر سب کو باغ میں لے گئے، فرش بچھایا، اور کھجوریں توڑ کر آپ کے سامنے رکھ دیں کہ خود دست مبارک سے چن چن کر تناول فرمائیں، اس کے بعد اٹھے اور بکری ذبح کی اور سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبیصلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۲۳۷۶، ج۴، ص۱۶۳)

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے جانے کا وعدہ کیا، انھوں نے نہایت اہتمام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعوت کا سامان کیا۔ اور زوجہ سے کہا، دیکھو رسول اللہ

عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ہیں تمہاری صورت نظر نہ آئے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ دینا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بات چیت نہ کرنا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو بستر بچھایا، تکیہ لگایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مصروف خواب استراحت ہوئے، تو غلام سے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جاگنے سے پیشتر بکری کے اس بچے کو ذبح کر کے پکالو، ایسا نہ ہو کہ آپ منہ ہاتھ دھونے کے ساتھ ہی روانہ ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے تو فوراً دستر خوان سامنے آیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھاتے تھے اور قبیلہ بنو سلمہ کے تمام لوگ دور ہی دور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے، کہ قریب آتے تو شاید آپ کو تکلیف ہوتی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کھانے سے فارغ ہو کر روانہ ہوئے، تو ان کی زوجہ نے پردہ میں سے عرض کیا: یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر اور میرے شوہر پر نزول رحمت کی دعا کرتے جایئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خدا عزوجل تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غسل کرایا۔نہانے کے بعد زعفرانی رنگ کی چادر اُڑھائی، پھر کھانا کھلایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رخصت ہوئے تو سواری حاضر کی، اور اپنے بیٹے کو ساتھ کر دیا کہ گھر تک پہنچا آئیں۔(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان، الحدیث: ۵۱۸۵، ج ۴، ص ۴۴۵)

کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود کسی چیز کی خواہش ظاہر فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کو تیار کر کے پیش کرتے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کاش میرے پاس گیہوں کی سفید روٹی گھی اور دودھ میں چپڑی ہوئی ہوتی، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اٹھے اور تیار کرا کے لائے۔(سنن ابی داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی الجمع بین لونین من الطعام، الحدیث: ۳۸۱۸، ج ۳، ص ۵۰۳)

بعض صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن خود کوئی نئی چیز پکا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھیں۔ایک بار حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آٹا چھانا، اور اس کی چپاتیاں تیار کر کے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ بولیں ہمارے ملک میں اس کا رواج ہے میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی اس قسم کی چپاتیاں تیار کروں۔لیکن آپ نے کمال زہد وورع سے فرمایا کہ آٹے میں چوکر ملالو پھر گوندھو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ ، باب الحواری، الحدیث: ۳۳۳۶، ج ۴، ص ۴۲)

نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

قرآن مجید کے مواعظ اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات طیبہ نے اگرچہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں شاعری کے دفتر پر پانی پھیر دیا تھا۔تاہم بلبلان باغ قدس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کبھی کبھی زمزمہ خواں ہوجاتے تھے،اور چونکہ یہ اشعار سچے دل سے نکلتے تھے،اور سچی تعریف پر مشتمل ہوتے تھے،اس لئے دلوں پر اثر ڈالتے تھے۔حضرت عبداللہ بن رواحہ،حضرت کعب بن زبیر،اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم کا یہ خاص مشغلہ تھا۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند مدحیہ اشعار بخاری میں مذکور ہیں۔

وفینا رسول اللہ یتلو کتاب
اذا انشق معروف من الفجر ساطع

"یعنی ہم میں خداعزوجل کا پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے جب صبح نمودار ہوتی ہے تو خداعزوجل کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔"

ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا بہ موقنات ان ماقال واقع

"گمراہی کے بعد اس نے ہم کو راہ راست دکھائی،اسلئے ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ جو کچھ اس نے فرمایا وہ ضرور ہو کر رہے گا۔"

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ
اذا استقلت بالمشرکین المضاجع

"وہ راتوں کو شب بیداری کرتا ہے،حالانکہ اس وقت مشرکین گہری نیند سوتے ہیں۔"

(صحیح البخاری،کتاب التھجد،باب فضل من تعار من اللیل فصلی،الحدیث:۱۱۵۵،ج۱،ص۳۹۱)

حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا،تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: کہ اسکو سنو!

غزوہ تبوک سے واپسی پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نعت سنانے کی اجازت طلب کی اور انھوں نے پیش کی۔اس طرح بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہی،جن میں سے بہت سی نعتیں "المدیح النبوی" میں مندرج ہیں۔

رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے اور اس سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک بار کسی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آباو اجداد میں کسی کو برا بھلا کہا،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو

فرمایا کہ ”عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں، ہمارے مردوں کو برا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دل دکھیں۔“ یہ سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں، ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ (سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب القود من اللطمۃ، ج۸، ص۳۳)

ایک بار کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے روزے کے متعلق پوچھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا:

رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا، نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ.

ترجمہ: ہم نے خدا عزوجل کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر مانا ہے، اور خدا عزوجل اور خدا کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔“ اس فقرے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ختم ہوگئی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب فی صوم الدھر، الحدیث: ۲۴۲۵، ج۲، ص۴۷۳)

اس لئے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی ناگوار واقعہ سے کبیدہ خاطر ہوجاتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر ممکن تدبیر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے ایلاء کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہا، اور دردولت پر تشریف لے گئے۔ دربان نے روک لیا۔ سمجھے کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یہ خیال ہے کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاطر آئے ہیں۔ اسلئے دربان سے کہا کہ اگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خیال ہے تو کہدو کہ خدا عزوجل کی قسم! آپ حکم دیں تو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن اڑادوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آچکے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسانے کیلئے کہا اگر بنت خارجہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) مجھ سے نان ونفقہ طلب کرتیں تو میں اٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا، آپ ہنس پڑے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں۔ دونوں بزرگ اٹھے اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی گردن توڑنی چاہی اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو (اس وقت) آپ کے پاس (موجود) نہیں ہے۔ (صحیح المسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییر امرأتہ لایکون طلاقا الا بالنیۃ، الحدیث ۱۴۷۸، ص۷۸۳)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قطع کلام کرلیا اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی یہی حکم دیا، تو ان کو سب سے زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کی فکر تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد تھوڑی دیر تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے، اس حالت میں وہ آتے اور سلام کرتے اور دل میں کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے متصل

نماز پڑھتے اور کن انکھیوں سے آپ کی طرف دیکھتے جاتے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک ۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۴۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن ساتھ تھیں، سوء اتفاق سے راستے میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس قدر ان کو رونے سے منع فرماتے تھے اس قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں، تو انکو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگوں کو منزل کرنے کا حکم دیا، اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت صفیہ کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہوگئے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی کی تدبیریں اختیار کیں۔

اس غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کردیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آمادگی ظاہر کی، اور ایک دوپٹا اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے، اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں، اور خیمہ کا پردہ اٹھایا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ تمھارا دن نہیں ہے بولیں: ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ (ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (پ ۶، المآئدۃ: ۵۴)) (المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث صفیۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، الحدیث: ۲۶۹۳۰، ج ۱۰، ص ۲۵۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنی ناراضگی کا اظہار علانیہ طور پر نہیں فرماتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کے چشم وابرو سے اس کا احساس ہو جاتا تھا تو فوراً آپ کو راضی کرتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک راستے سے گزرے، راہ میں ایک بلند قبہ نظر سے گزرا تو فرمایا یہ کس کا ہے، لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ کو یہ شان وشوکت ناگوار ہوئی، مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا، کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے، اور سلام کیا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رخ انور پھیر لیا، بار بار یہ واقعہ پیش آیا تو انھوں نے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا ذکر کیا، سبب معلوم ہوا تو انھوں نے قبہ کو گرا کر زمین کے برابر کردیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، الحدیث: ۵۲۳۷، ج ۴، ص ۴۶۰)

ناراضگی کے بعد اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوجاتے تو گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دولت جاوید مل جاتی، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے، حضرت ابورُہم رضی اللہ عنہ کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جارہی تھی، حضرت ابورہم رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سخت چمڑے کے جوتے تھے، اونٹنیوں میں مزاحمت ہوئی تو ان کے جوتے کی نوک سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ساق مبارک میں خراش آگئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاؤں میں کوڑا مار کر فرمایا: تم نے مجھ کو دکھ دیا، پاؤں ہٹاؤ، وہ سخت گھبرائے کہ کہیں میرے بارے میں کوئی آیت نازل

نہ ہو جائے۔

مقام جعرانہ میں پہنچے تو گو کہ ان کی اونٹ چرانے کی باری نہ تھی، تاہم اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد میرے بلانے کے لئے نہ آجائے، صحرا میں اونٹ چرانے کے لئے نکل گئے، شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم نے اذیت پہنچائی، اور میں نے بھی تمہیں کوڑا مارا، جس سے تمہیں اذیت پہنچی، اسکے عوض میں یہ بکریاں لو، ان کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ رضامندی میرے لئے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب تھی۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ ابورُھم الغفاری، ج۴، ص۱۸۴)

غمِ ہجرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو محبت تھی، اس کا اثر آپ کی زندگی میں جن طریقوں سے ظاہر ہوتا تھا، اس کا حال اوپر گزر چکا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، اس محبت کا اظہار صرف گریہ وبکاء، آہ وفریاد اور نالہ وشیون کے ذریعہ سے ہوسکتا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے غم میں یہ دردانگیز صدائیں اس زور سے بلند کیں کہ مدینہ بلکہ کل عرب کے درو دیوار ہل گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر موت کے آثار بتدریج طاری ہوئے۔ جمعرات کے دن علالت میں اشتداد پیدا ہوا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ دن یاد آتا تھا، تو کہتے تھے، جمعرات کا دن، ہائے جمعرات کا دن، وہ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی علالت میں شدت آئی، نزع کا وقت قریب آیا تو غشی طاری ہوئی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، الحدیث: ۴۴۳۱، ج ۳، ص ۱۵۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھیں "واکرباہ" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ الفاظ کہکر آپ پر روئیں،

یاابتاہ! اجاب ربا دعاہ، یا ابتاہ! من جنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ! الیٰ جبرئیل علیہ السلام ننعاہ۔

"لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تدفین کر کے آئے تو انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہایت دردانگیز لہجے میں پوچھا، کیوں انس، کیسے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی دینا تمہیں گوارا ہوا؟ (المرجع السابق، الحدیث: ۴۴۶۲، ص ۱۶۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مجھے کسی کا مرض الموت نہیں کھلتا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۴۴۴۶، ص ۱۵۶)

یہ تو اہل بیت کی حالت تھی۔ اہل بیت کے علاوہ اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم غم والم کی تصویر بنے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں گریہ کناں تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت آکر دیکھی تو کسی سے بات چیت نہیں کی، سیدھے آپ کے

جسد اطہر مبارک تک چلے گئے، وجہ انور سے کپڑا ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور روئے۔ وہاں سے نکل کر لوگوں کو سمجھایا تو سب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی موت کا یقین آیا۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۴۴۵۳۔۴۴۵۴، ج ۳، ص ۱۵۸)

ایک شخص صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلق واضطراب کا یہ عالم دیکھ کر مدینہ سے عمان آیا تو لوگوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی اور کہا کہ میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ انکے سینے دیگچی کی طرح ابال کھا رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن ابی لیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت میں بچہ تھا، لوگ اپنے سروں اور کپڑوں پر خاک ڈال رہے تھے۔ اور میں ان کے گریہ وبکا کو دیکھ کر روتا تھا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ عبداللہ بن ابی لیلی، ج ۳، ص ۳۸۳)

مدینہ کے باہر جب یہ غمناک خبر پہنچی تو قبیلہ باہلہ کے لوگوں نے اس غم میں اپنے خیمے گرادیئے اور متصل سات رات تک ان کو کھڑا نہیں کیا۔ (اصابۃ، تذکرۃ جہم بن کلدہ الباہلی، ج ۱، ص ۶۴۰)

تَفْوِیْض اِلَی الرَّسُوْل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کردی تھی اور اپنی ذات اور اپنی آل اولاد کو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا تھا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں، ان سے ایک طرف تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو نہایت دولتمند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق ان سے گفتگو کی تھی، جنکی فضیلت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو مجھے دوست رکھتا ہے چاہیئے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھے۔ لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی قسمت کا مالک بنادیا اور کہا میرا معاملہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے جس سے چاہے نکاح کر دیجیے۔ (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب الخطبۃ فی النکاح، ج ۶، ص ۷۰۔۷۱)

حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنی تین لڑکیوں کے نکاح کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت کر گئے تھے، جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبیط بن جابر سے کردیا۔

(اسد الغابۃ، تذکرۃ فریعۃ بنت ابی امامۃ، ج ۷، ص ۲۵۳)

انصار کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی جانے بغیر اپنی بیواؤں کی شادی نہیں کرتے تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے فرمایا: تم اپنی لڑکی کا نکاح کردو، وہ تو منتظر ہی تھے، باغ باغ ہوگئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنے لئے نہیں بلکہ جلیبب کے لئے پیغام دیتا ہوں، جلیبب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو عورتوں کے ساتھ ظرافت اور مذاق کی باتیں کیا کرتے تھے، اس لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے، انھوں نے جلیبب کا نام سنا تو بولے، اس کی ماں سے مشورہ کرلوں، ماں نے جلیبب کا نام سنا تو انکار کردیا۔ لیکن لڑکی نے کہا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی بات نامنظور نہیں کی جاسکتی مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کردو، آپ مجھے ضائع نہ کریں گے۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، مسند البصریین، الحدیث ابی برزۃ الاسلمی، الحدیث: ۱۹۸۰۵، ج ۷، ص ۱۸۴)

ہیبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وقار وعظمت کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے سامنے اس قدر مرعوب ہوجاتے تھے کہ جسم میں رعشہ پڑ جاتا تھا۔

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ لیکن دو شخص جو مسجد کے ایک گوشہ میں تھے، شریک نماز نہیں ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باز پرس کے لئے طلب فرمایا، تو وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ جسم میں لرزہ پڑ گیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب فیمن صلی فی منزلہ..... الخ، الحدیث: ۵۷۵، ج ۱، ص ۲۳۷)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بات چیت کی لیکن ان پر اسقدر رعب طاری ہوا کہ جسم میں رعشہ پڑ گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھبراؤ نہیں میں تو اس عورت کا لڑکا ہوں جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

ایک بار ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان پر آپ کے اس خشوع وخضوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھیں۔ (سنن الترمذی، الشمائل، باب ماجاء فی جلسۃ رسول اللہ، الحدیث: ۱۲۶، ج ۵، ص ۵۲۵)

اس رعب وداب کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہ کر پاتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر یا ظہر کی نماز میں صرف دو رکعتیں ادا فرمائیں، بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ رکعات نماز میں کمی کر دی گئی۔ جماعت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے بالآخر حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ آپ بھول گئے یا نماز میں کمی ہوئی، تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کی تائید کی لیکن زبان نہ ہل سکی، بلکہ اشاروں میں حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب السھو فی السجدتین، الحدیث: ۱۰۰۸، ج ۱، ص ۳۷۷)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے صحابی تھے۔ لیکن ان کا بیان ہے کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ نہیں بیان کرسکتا۔ کیوں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ..... الخ، الحدیث: ۱۲۱، ص ۷۴)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بچوں تک کے رگ وریشہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رعب وداب سرایت کر گیا تھا۔ ایک بار حضرت ابا در رضی اللہ عنہ بچپن میں باپ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار ہوا تو ان کے باپ نے پوچھا کہ جانتے ہو کہ کون ہیں؟ بولے نہیں'' کہا کہ رسول اللہ

عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" یہ سننے کے ساتھ ہی ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ان کا خیال تھا کہ آپ کی شکل وصورت آدمیوں سے مختلف ہوگی، لیکن آپ کو نظر آیا کہ آپ بھی آدمی ہی ہیں، اور آپ کے سر پر زلفیں ہیں۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی رمثہ، الحدیث ۱۷۱۳۱، ج ۳، ص ۶۹۸)

اطاعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طوع ورضا کے ساتھ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں۔ ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہوسکے گا۔

ایک بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے رنگوا رہی تھیں، آپ گھر میں آئے، تو الٹے پاؤں واپس ہوگئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا، تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ عتاب کو جان گئیں، اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھوڈالا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا۔ فوراً گھر میں آئے اور اس کو چولھے میں ڈال دیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، الحدیث: ۴۰۷۱، ج ۴، ص ۷۴)

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نیچا تہبند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: خریم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا، اور نیچا تہبند نہ باندھتا، ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچا کرلیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، الحدیث: ۴۰۸۹، ج ۴، ص ۸۰)

بیوی سب کو عزیز ہوتی ہے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے تخلفِ غزوۂ تبوک کی بناء پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا، اور آخر میں ان کو زوجہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تو بولے طلاق دیدوں یا اور کچھ؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھوں نے فوراً زوجہ کو میکے میں بھیج دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک ....الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۴۸)

شادی کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان معاملات میں غور وفکر کرنے سے بے نیاز بنا دیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک نہایت مفلس صحابی تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا: جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کرلو، وہ آئے اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے تمہارے یہاں فلاں لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے بھیجا ہے، سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ناکام نہیں جاسکتا۔ چنانچہ فوراً انھوں نے انکی شادی کروائی اور تحائف دیئے۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ،

حدیث: ۷۷۔۱۶۵، ج ۵، ص ۵۶۹)

پابندی احکامِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے جو احکام وقتی ہوتے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فوراً ان کی تعمیل کرتے تھے ۔اور جو دائمی ہوتے ہمیشہ اس کے پابند رہتے تھے اور اس کے خلاف کبھی ان سے کوئی حرکت صادر نہیں ہوتی تھی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں عورتیں بھی شریک جماعت ہوتی تھیں۔اس حالت میں اقتضائے کمال عفت و عصمت یہ تھا کہ ان کے لئے مسجد کا ایک دروازہ مخصوص کردیا جائے۔اس بنا پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا: '' لو ترکنا ھذا الباب للنسآء '' کاش ہم یہ دروازہ صرف عورتوں کے لئے چھوڑ دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ تادم مرگ اس دروازہ سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے۔(سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب التشدید فی ذالک، الحدیث: ۵۷۱، ج ۱، ص ۲۳۵)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال کو بھی خشک چھوڑ دیا اس پر دوزخ میں عذاب ہوگا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر جس شدت سے عمل کیا اس کو خود انھوں نے بیان کیا ہے۔ فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَأْسِی یعنی اس دن سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کرلی اور برابر بال ترشواتے رہے۔حدیث میں ہے کہ یہ فقرہ انھوں نے تین بار فرمایا۔(سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل من الجنابۃ، الحدیث: ۲۴۹، ج ۱، ص ۱۱۷)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے شوہر کے علاوہ دیگر اعزہ کے سوگ کے لئے تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن نے اسکی اس شدت سے پابندی کی جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی کا انتقال ہوگیا، تو غالباً چوتھے دن انھوں نے خوشبو لگائی، اور کہا کہ مجھ کو خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے منبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں، اس لئے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔''

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے انتقال کیا تو انھوں نے تین روز کے بعد اپنے رخساروں پر خوشبو ملی اور کہا مجھے اسکی ضرورت نہ تھی، صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی۔ (سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنہا زوجہا، الحدیث: ۲۲۹۹، ج ۲، ص ۴۲۲)

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر جہاد میں کسی منزل پر قیام فرماتے تھے تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تفرق وتشتت شیطان کا کام ہے۔اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی اس شدت سے پابندی کی کہ جب بھی منزل پر اترتے تھے تو اس قدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اس کے نیچے آجاتے۔(سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب مایؤمر من انضمام العسکر، الحدیث: ۲۶۲۸، ج ۳، ص ۵۸)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے متعلق جو احکام جاری فرمائے تھے ان میں ایک یہ تھا۔ '' لایبع حاضر لباد ''

شہری آدمی بدویوں کا مال نہ بکوائے (یعنی اس کا دلال نہ بنے)

ایک بار ایک بدوی کچھ مال لیکر آیا تو حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے یہاں اترا لیکن انھوں نے کہا کہ میں خود تو تمہارا سودا نہیں بکوا سکتا، البتہ بازار میں جاؤ بائع کی تلاش کرو میں صرف مشورہ دیدونگا۔

(سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب فی النھی ان یبیع حاضر لباد، الحدیث:۳۴۴۱، ج۳، ص ۳۷۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے مداین کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا، انھوں نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ میں نے اس کو منع کیا تھا، یہ باز نہ آیا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔(سنن ابی داود، کتاب الاشربۃ، باب فی الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ، الحدیث:۳۷۲۳، ج۳، ص ۴۷۳)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یمن کی گورنری پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک مجرم کو دیکھا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سواری سے اترنے کے لئے کہا لیکن انھوں نے مجرم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے یہودی تھا اسلام لایا پھر مرتد ہوگیا ہے، فرمایا جب تک خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے مطابق قتل نہ کردیا جائیگا، میں نہ بیٹھوں گا۔ انھوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا، لیکن ان کا یہی جواب تھا، چنانچہ جب وہ قتل ہوچکا تو سواری سے اترے۔

(سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد، الحدیث:۴۳۵۴، ج۴، ص ۱۶۹)

لیکن اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو تقریباً بیس دن تک سمجھایا، لیکن جب وہ راہ راست پر نہ آیا تو قتل کردیا۔ (المرجع السابق، الحدیث:۴۳۵۶، ج۴، ص ۱۷۰)

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں آئے ایک شخص نے اٹھ کر ان کے لئے اپنی جگہ خالی کردی تو انھوں نے اس کی جگہ بیٹھنے سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب فی الرجل یقوم للرجل من مجلسہ، الحدیث: ۴۸۲۷، ج۴، ص ۳۳۹)

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا، انھوں نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا، پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا تو انھوں نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا۔ لوگوں نے اس تفریق پر اعتراض کیا تو بولیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: "انزلو الناس مناز لھم" ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق برتاؤ کرو۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، الحدیث:۴۸۴۲، ج۴، ص ۳۴۳)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ راستے میں مرد عورتیں مل جل کر چل رہے ہیں۔ عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: پیچھے رہو تم وسط راہ سے نہیں گزر سکتیں۔ اس کے بعد یہ حال ہوگیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے سے چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔ (المرجع السابق، باب فی مشی النساء مع

الرجال فی الطریق، الحدیث:۵۲۷۲، ج۴،ص۴۷۰)

حضرت محمد بن اسلم رضی اللہ عنہ نہایت کبیر السن صحابی تھے۔ لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انھوں نے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خدا عزوجل کی قسم! میں نے مسجد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نماز نہیں پڑھی، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر واپس نہ جائے، یہ کہہ کر چادر اٹھاتے اور مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں دو رکعت نماز پڑھ کے گھر واپس آتے۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ محمد بن اسلم الانصاری، ج۵،ص۸۰)

غزوہ احزاب میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، وہ آئے تو دیکھا کہ ابو سفیان آگ تاپ رہے ہیں، کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یاد آ گیا اور رک گئے۔

(صحیح المسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ الأحزاب، الحدیث:۱۷۸۸،ص۹۸۸)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابو رافع بن ابی الحقیق کو قتل کرنے گئے تھے ان کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچوں اور عورتوں کو نہ قتل کریں۔ ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا ان کا راز فاش ہو جاتا، لیکن ان لوگوں نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اٹھانا پسند نہ کیا۔ (المؤطا امام مالک، کتاب الجہاد، باب النھی عن قتل النساء، والولدان فی الغزو، الحدیث:۱۰۰۲، ج۲،ص۸)

ادبِ حرمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سجدے میں گر پڑے، لوگوں نے کہا آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں؟ بولے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کر لیا کرو، پھر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی موت سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہو گی۔ (سنن ابی داود، کتاب صلاۃ الاستسقاء، باب السجود عند الآیات، الحدیث:۱۱۹۷، ج۱،ص۴۴۰)

مقام سرف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اٹھایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھے بولے کہ "یہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت و جنبش نہ دو" (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب ذکر امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النکاح .... الخ، ج۵،ص۵۳)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عزت و محبت کی وجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر اپنی جائیدادیں وقف کرتے

تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو جائیداد دی تھی جو ۴۰ ہزار دینار میں فروخت کی گئی اور ایک باغ بھی وقف کیا تھا جو چار لاکھ درہم میں فروخت کیا گیا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبدالرحمٰن بن عوف.... الخ، الحدیث: ۳۷۷۰۔۳۷۷۱، ج ۵، ص ۴۱۷)

خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ادب واحترام کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے، جب ان کے پاس میوہ یا اور کوئی چیز آتی تو ان پیالوں میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خدمت میں بھیجتے تھے۔

(المؤطا امام مالک، کتاب الزکوۃ، باب جذیۃ اھل الکتاب والمجوس، الحدیث: ۶۳۰، ج ۱، ص ۲۵۷)

۲۳ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو سواریوں کے ساتھ کردیا تھا۔ یہ لوگ آگے آگے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن منزل پر اترتی تھیں، تو خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں قیام کرتی تھیں۔ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ، تذکرۃ تولیۃ عبدالرحمٰن الشوری والحج، ج ۳، ص ۹۹)

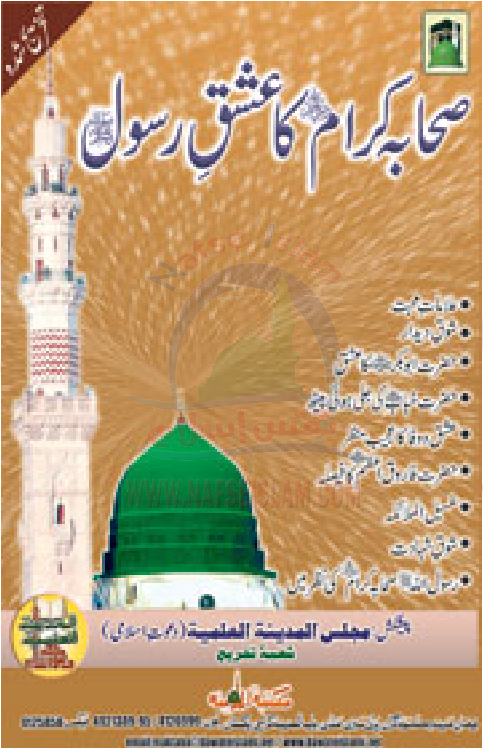
صحابۂ کرام کا عشقِ رسول
پیشکش مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)
شعبۂ تخریج
مکتبۃ المدینہ
WWW.NAFSEISLAM.COM

عشق و محبت

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ، اس کی اولاد، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم.. الخ، الحدیث ۱۵، ج۱، ص ۱۷)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں گی وہ حلاوت ایمان پا جائے گا۔ پہلی بات تو یہ کہ اس مردمومن کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ عزوجل کیلئے کرے۔ اور تیسری بات یہ کہ کفر سے نجات پالینے کے بعد اس کی طرف پلٹ کر آنے کو اسطرح ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، الحدیث ۱۶، ج۱، ص ۱۷)

اس حدیث میں ایمان کی بنیاد اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت کو بتایا گیا۔ اور اس محبت کو ایمان کی دوسری حلاوتوں پر مقدم کر کے اسکی غیر معمولی اہمیت بھی بتا دی گئی جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جان ایمان ہے۔

﴿۱﴾ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں میں ہے، میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ہرگز مومن (کامل) نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر کتاب نازل فرمائی۔ بیشک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: '' اَلآن یا عمر یعنی ہاں اب! اے عمر!''

(صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم، الحدیث ۶۶۳۲، ج۴، ص ۲۸۳)

﴿۲﴾ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کیں۔ دوسری حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہیبت کے سبب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔'' (الشفاء، الباب الثالث، ج۲، ص ۶۸)

﴿۳﴾ جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم خوش ہوئے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، ان (ابوقحافہ) کے اسلام کی نسبت (آپ کے چچا) ابو طالب کا اسلام (اگر وہ اسلام لاتے) میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈا کرنے والا تھا۔''

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، الباب الثانی، ج۲، ص۴۱)

﴿۴﴾ حضرت ثمامہ بن اُثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے ایمان لاکر کہنے لگے:

''خدا عزوجل کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دین سے زیادہ برا نہ تھا اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اللہ عزوجل کی قسم اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفۃ، الحدیث ۴۳۷۲، ج۳، ص۱۳۱)

﴿۵﴾ حضرت ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجا چبا گئی تھیں، ایمان لاکر کہنے لگیں: ''یارسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے۔ لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں۔''

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ذکر ہند بنت عتبۃ، الحدیث ۳۸۲۵، ج۲، ص۵۶۷)

﴿۶﴾ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حُنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے مجھے مال عطا فرمایا، حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری نظر میں مبغوض ترین خلق تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری نظر میں محبوب ترین خلق ہوگئے۔

(جامع الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی اعطاء المؤلفۃ قلوبہم، الحدیث ۶۶۶، ج۲، ص۱۴۷)

﴿۷﴾ فتح مکہ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوسفیان بن حرب کو جو اب تک ایمان نہ لائے تھے، اپنے پیچھے خچر پر سوار کرکے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو اس دشمن خدا کی گردن اڑادوں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے ابن خطاب! اگر ابوسفیان قبیلہ بنو عدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جس دن آپ اسلام لائے، آپ کا اسلام میرے

نزدیک خطاب کے اسلام سے (اگر وہ اسلام لاتا) زیادہ محبوب تھا، کیونکہ آپ کا اسلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھا۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الباب الثانی، ج ۲، ص ۴۱)

﴿۸﴾ جنگ احد میں ایک عفیفہ کے باپ بھائی اور شوہر شہید ہوگئے۔ اسے یہ خبر ملی تو کچھ پرواہ نہ کی اور پوچھا یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کیسے ہیں؟ جب اسے بتادیا گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بحمد اللہ بخیر ہیں تو بولی کہ مجھے دکھادو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگی:

كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ہوتے ہر مصیبت ہیچ ہے۔

(المرجع السابق، ص ۴۲)

بڑھ کر اس نے رخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج والم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

﴿۹﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا۔ ان سے یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جو سب سے زیادہ محبوب ہے اسے یاد کیجئے یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا محمداہ! (اور آپ کا پاؤں اچھا ہوگیا)۔ (المرجع السابق، ص ۴۳)

﴿۱۰﴾ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو ان کی زوجہ نے کہا: **واحزناہ** (ہائے غم) یہ سنکر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

واطرباہ القی غداً الاحبة محمداً وحزبه. (المرجع السابق)

واہ خوشی! میں کل دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملوں گا۔

﴿۱۱﴾ جب ۷ ھ میں قبیلہ اشعریین میں سے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ مدینہ شریف کو آئے تو زیارت سے مشرف ہونے سے پہلے پکار پکار کر یوں کہنے لگے:

غداً نلقى الاحبة محمداً وصحبه (المرجع السابق، ص ۴۸)

ہم کل دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملیں گے۔

رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے جذبہ ایثار

جس روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عازم موضع تبوک ہوئے، حضرت عبداللہ بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر آئے۔ ان کی دو حسین وجمیل بیویاں تھیں جنہوں نے اس روز خس کے پردوں کو پانی میں بسا کران سے نہایت عمدہ فرش تیار کئے اور پھر ان پر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نہایت عمدہ اور لذیذ کھانے چنے۔ جونہی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کھانوں کو دیکھا تو کہا سبحان اللہ! وہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جسے پروردگار عالم عزوجل نے آئندہ وگزشتہ تمام

گناہوں سے منزہ پیدا فرمایا، اس شدید گرمی کے موسم میں کفار سے قتال کے لئے تشریف لے جائیں اور عبداللہ رنگا رنگ کھانوں سے سیر ہو کر ان بیویوں سے مباشرت کرے، ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا عزوجل کی قسم میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں نہ پہنچوں ان بیویوں سے کلام نہیں کروں گا۔

گھر سے نکلے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک طرف چل دیئے۔ بیویوں نے ہر چند کلام کی کوشش کی لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملتفت نہ ہوئے۔ جوں ہی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام تبوک کے نزدیک پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بتایا گیا کہ ایک اونٹ سوار دور سے اس طرف آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا وہ ابن خیثمہ ہوگا۔ نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ ابن خیثمہ ہی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جواباً فرمایا: اے ابن خیثمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا ہی اچھی بات ہے تم فانی ناز و نعمت کو چھوڑ کر رضائے حق میں کھو گئے جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ (شرح العلامۃ الزرقانی، باب غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۸۲)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ جاں نثاری: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو میرا اونٹ بہت لاغر اور ضعیف تھا۔ میرا خیال تھا کہ چند روز مزید ٹھہر کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے جا ملوں گا۔ میں نے کئی روز تک اپنے اونٹ کو چارا کھلایا بعد ازاں میں عازم سفر ہوا۔ جب ایک جگہ پہنچا تو میرے اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی جس کے باعث وہ آگے نہ چل سکا میں نے اپنا مال و متاع اپنی پشت پر رکھا اور چل دیا۔ راستے میں سخت گرمی سے دوچار ہونا پڑا۔ لشکر اسلام کے پاس پہنچا تو لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کوئی شخص پیدل چلا آ رہا ہے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ابو ذر غفاری ہوں گے۔ جب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قیام کی حالت میں فرمایا: خوش رہو ابو ذر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم تنہا سفر کرتے ہو تنہا ہی اس دنیا سے جاؤ گے اور تنہا ہی بروز حشر اٹھو گے۔

کہتے ہیں جب ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ تنہا ہی تھے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحالت وفات پایا تو کہا۔ سچ فرمایا تھا خدا کے صادق و مصدوق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے۔ صاحب مستقصی نے لکھا ہے کہ میں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کی زیارت کی ہے۔ مجھے وہاں وہ کیف و جذب حاصل ہوا جو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزار پر نہ پا سکا۔ میں نے ان کی قبر کے پاس نماز ادا کی جونہی میں سربسجود ہوا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربت انور سے مشک و عنبر کی خوشبو نکلی جس نے میرے مشام جاں تک کو معطر و معنبر کر دیا۔ (شواہد النبوۃ، رکن رابع، ص ۱۲۵)

شدیم خاک ولیکن ز تربت ما
تواں شناخت کزیں خاک مردے خیزد

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بعد دنیا قابل دید نہ رہی: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وصال ظاہری کی خبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مؤذن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو وہ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بغیر یہ دنیا میرے لئے قابل دید نہ رہی۔ آپ اسی وقت نابینا ہو گئے۔ لوگوں نے کہا: تم نے یہ دعا کیوں مانگی؟ فرمایا: لذت نگاہ تو دیکھنے میں ہے مگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بعد اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق ہی نہیں رکھتیں۔

(المرجع السابق، ص ۱۳۹)

۱ اضطراب عشق: ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عاشق زار حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو ان کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ اڑا ہوا دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وجہ پوچھی۔ تو دردمند عاشق نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نہ کوئی جسمانی تکلیف ہے اور نہ کہیں درد۔ بات یہ ہے کہ رخ انور جب آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو دل بیتاب ہو جاتا ہے فوراً زیارت سے اسکو تسلی دیتا ہوں۔ اب رہ رہ کر مجھے یہ خیال ستا رہا ہے کہ جنت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا مقام بلند کہاں ہوگا اور یہ مسکین کس گوشہ میں پڑا ہوگا۔ اگر روئے تاباں کی زیارت نہ ہوئی تو میرے لئے جنت کی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی، فراق و ہجر کا یہ جانکاہ صدمہ تو اس دل ناتواں سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ ماجرا سنکر خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ جبرئیل امین علیہ السلام یہ مژدہ لے کر تشریف لائے۔

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا (پ ۴، النساء: ۶۹)	ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

(الجامع لاحکام القرآن، الحدیث ۲۳۰۹، ج ۵، ص ۲۶۱)

اطاعت گزار عشاق کو جنت میں جدائی کا صدمہ نہیں پہنچے گا بلکہ ان کو اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی معیت و رویت میسر ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق مصطفوی میں صرف حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی یہ کیفیت نہ تھی بلکہ سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی حال تھا۔

اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بس: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً اس زمانے میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا۔ میں نے کہا آج اتفاق سے میرے پاس مال موجود ہے، اگر میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں خوشی خوشی گھر گیا اور جو کچھ گھر میں تھا اس میں سے آدھا لے آیا۔ حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا، میں نے عرض کیا: کہ چھوڑ آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: آخر کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو رکھا تھا سب لے آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ انہوں نے عرض کیا: ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔

پروانے کو چراغ ہے تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

یعنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نام کی برکت، ان کی رضا اور خوشنودی کو چھوڑ آیا ہوں۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔
یہ قصہ غزوہ تبوک کے لئے فراہمی مال واسباب کا ہے۔ (شرح العلامۃ الزرقانی، باب غزوۃ تبوک، ج ۴، ص ۶۹)
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیفہ اخلاق میں حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور اتباع سنت کے نہایت نمایاں ابواب ہیں انھوں نے ہوش کی آنکھیں کھولیں تو اسلام کو اپنے گھرانے پر شروع دن ہی سے پرتو فگن دیکھا۔ ان کی والدہ حضرت ام سلیم، سوتیلے والد حضرت ابوطلحہ، چچا حضرت انس بن نضر، بھائی حضرت براء بن الملک، خالہ ام حرام اور سبھی سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مخلص شیدائی تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)
خاندان میں ہر وقت ذات رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور آپ کی دعوت حق کا چرچا ہوتا رہتا تھا۔ اس پاکیزہ ماحول نے کمسن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت کا بیج بو دیا۔ اس کے بعد ان کو مسلسل دس برس تک رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس دوران، ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بے مثل اخلاق عالی نے اتنا متاثر کیا کہ وہ اپنے شفیق آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عاشق صادق بن گئے۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جب وصال فرمایا، تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دنیا اندھیر ہوگئی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی یاد ان کو ہر وقت تڑپاتی رہتی تھی۔ ان کی کوئی محفل ایسی نہ ہوتی تھی جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر خیر نہ ہو۔ عہد رسالت کا کوئی واقعہ کسی سے سنتے یا خود بیان کرتے تو آنکھیں نم ہو جاتیں اور شدت تاثر سے آواز بھرا جاتی۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ اپنے آپ پر قابو نہ رہتا اور سخت بے چینی کے عالم میں محفل سے اٹھ کھڑے ہوتے اور جب تک گھر پہنچ کر تبرکات نبوی کی زیارت نہ کر لیتے کل نہ پڑتی تھی۔
ایک دن سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا حلیہ بیان کر رہے تھے کہ: ''میں نے کبھی کوئی ریشم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں چھوا، اور نہ کبھی کوئی خوشبو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے بدن مبارک سے زیادہ خوشبودار سونگھی'' (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم، الحدیث ۳۵۶۱، ج ۲، ص ۴۸۹)

اسی طرح بیان کرتے کرتے فرطِ محبت سے اتنے بے قرار ہوگئے کہ گریہ طاری ہوگیا اور زبان پر بے اختیار یہ الفاظ آگئے۔
''قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی تو عرض کروں گا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم آپ کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے''۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا یہ اثر تھا کہ انھیں اکثر خواب میں سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نصیب ہوجاتی تھی۔ اللہ اور اس کا رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان کو دنیا کی ہر شے سے محبوب تر تھے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث ۱۳۳۱۵، ج۴، ص۴۴۲)

صحیح بخاری میں خود ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں جو کسی شخص میں پائی جائیں تو گویا اس نے ایمان کی حلاوت پالی۔ ایک یہ کہ اللہ اور اللہ کا رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس کو ساری دنیا سے عزیز تر ہوں، دوسرے یہ کہ جس سے محبت کرے اللہ عزوجل کی خاطر کرے، تیسرے یہ کہ اسلام لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانے کو ایسا ناپسند کرے جیسا کہ آگ میں پڑ جانے کو کرتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حلاوۃ الایمان، الحدیث ۱۶، ج۱، ص۱۷)

حضرت زاهر رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ایک بدوی صحابی زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بظاہر حسین نہ تھے، جنگل کے پھل سبزی وغیرہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں کپڑا وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا روستائی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بازار کی طرف نکلے تو دیکھا کہ زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی متاع بیچ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے پیٹھ کی طرف جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھا اور ان کو گود میں لے لیا وہ بولے کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تھے۔ اپنی پیٹھ (بقصد برکت) اور بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سینے سے لپٹانے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے وہ بولے یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اگر آپ بیچتے ہیں تو مجھے کم قیمت پائیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: ''تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے۔''

(جامع الترمذی، شمائل محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم، باب ماجاء فی صفۃ مزاح...الخ، الحدیث ۲۳۸، ج۵، ص۵۴۵)

حضرت زید بن حارثه رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے بنو قیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان کو مکہ میں لا کر بیچا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ان کو خرید لیا۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تو انھوں نے زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کو ان

کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے وہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے، اکثر جو اشعار پڑھتے تھے ان کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ "میں زید کی جدائی میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے کہ اس کی امید رکھوں یا موت نے اسکا کام تمام کر دیا کہ اس سے مایوس ہو جاؤں، خدا عزوجل کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زید نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو بھی اسی کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میری فکر کس قدر طویل ہوگئی میں اس کی تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دنیا کا چکر لگانے سے نہ اکتاؤں گا اونٹ چلنے سے اکتا جائیں تو اکتا جائیں لیکن میں کبھی بھی نہ اکتاؤں گا۔ اپنی ساری زندگی اسی میں گزار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آ گئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے آدمی خواہ کتنی ہی امیدیں لگائے مگر میں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل و اولاد کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طرح زید کو ڈھونڈتے رہیں"۔

غرض وہ یہ اشعار پڑھتے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انھوں نے زید کو پہچانا۔ باپ کا حال سنایا، شعر سنائے انکی یاد و فراق کی داستان سنائی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ "میں یہاں مکہ میں ہوں"۔ ان لوگوں نے جا کر زید کی خیر و خبر ان کے باپ کو سنائی اور وہ اشعار سنائے جو زید نے کہے تھے اور پتا بتایا۔ زید کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ مکرمہ پہنچے، تحقیق کی، پتا چلایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: اے ہاشم کی اولاد! اپنی قوم کے سردار! تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ عزوجل کے گھر کے پڑوسی ہو، تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمھارے پاس پہنچے ہیں ہم پر احسان فرماؤ اور کرم کرو۔ فدیہ قبول کرو اور اس کو رہا کر دو بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بس اتنی سی بات ہے! عرض کیا حضور! بس یہی عرض ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسکو بلاؤ اور اس سے پوچھ لو اگر وہ تمھارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کر سکتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا یہ بات خوشی سے منظور ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلائے گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تم ان کو پہچانتے ہو عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، انکے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حضور! میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

وسلم میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی ہیں۔
ان دونوں باپ چچانے کہا کہ زید! غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ان میں (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرسکتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جب یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔
(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، زید بن حارثۃ، ج۲، ص۴۹۵)
حضرت زید اس وقت بچے تھے بچپن کی حالت میں بھی سارے گھر کو، عزیز و اقارب کو غلامی پر قربان کردینا جس عظیم و جلیل محبت کا پتا دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بارگاہ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہداء کے درمیان دفن کردیں اور بعض کہتے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ میں نے کہا میں تو انھیں اپنے حجرے میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس دفن کروں گی۔ ابھی ہم اس اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نیند غالب آگئی میں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ محبوب کو محبوب کی طرف لے آؤ۔ جب میں بیدار ہوئی تو پتا چلا کہ تمام حاضرین نے اس آواز کو سن لیا تھا یہاں تک کہ مسجد میں موجود لوگوں نے بھی اس آواز کو گوش ہوش سے سُنا۔
وفات سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے تابوت (جنازہ) کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے روضہ انور کے پاس لاکر رکھ دینا اور **السلام علیک یارسول اللہ** کہہ کر عرض کرنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا ہے۔ اگر اجازت ہوئی تو دروازہ کھل جائے گا اور مجھے اندر لے جانا ورنہ جنت البقیع میں دفن کردینا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت پر عمل کیا گیا تو ابھی وہ کلمات پایہ اختتام کو نہ پہنچے تھے کہ پردہ اٹھ گیا۔ اور آواز آئی کہ: "حبیب کو حبیب کی طرف لے آؤ"۔ (شواہد النبوۃ، رکن سادس، ص۲۰۰)
جائے غور ہے کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو زندہ نہ جانتے تو ہرگز ایسی وصیت نہ فرماتے کہ روضۂ اقدس کے سامنے میرا جنازہ رکھ کر اجازت طلب کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے عملی جامہ پہنایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ تھا کہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بعد وصال بھی قبر انور میں زندہ اور صاحب اختیار و تصرف ہیں۔ **الحمد للہ عزوجل**

شوق رفاقت: حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا تھا اور دیگر خدمت بھی بجالایا کرتا تھا ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سَل (مانگو) میں نے عرض کیا: اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے بہشت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ؟ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرا مقصود تو وہی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل السجود، الحدیث ۴۸۹، ص ۲۵۲)

مطلب یہ ہے کہ خود بھی اس مقام بلند کی شان پیدا کرو، میری عطا کے ناز پر کثرت عبادت سے غافل نہ ہو جاؤ۔
اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت ہے:

"واز اطلاق سوال کہ فرمودہ سل بخواہ و تخصیص نہ کرد وبمطلوبی خاص معلوم می شود کہ کا رھمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہر چہ خواھدو ہر کرا خواھد باذن پروردگار خود بدھد" (اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب السجود وفضلہ، ج ۱، ص ۴۲۵)

ترجمہ: سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: کہ مانگو! اس میں کسی خاص مطلب کی تخصیص نہیں کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دست عزت وقوت میں ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جو چاہیں جسے چاہیں اپنے پروردگار عزوجل کے اذن سے عطا فرمائیں۔

اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تشریف فرما نہ تھے۔ میں نے خادم سے دریافت کیا اس نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ہیں میں وہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی آدمی آپ کے پاس نہ تھا۔ مجھے اس وقت یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم وحی کی حالت میں ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا تجھے کیا چیز یہاں لائی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جا، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پہلو میں بیٹھ گیا، نہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے کچھ پوچھتا اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھ سے کچھ فرماتے۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی جلدی چلتے ہوئے آئے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا: تجھے کیا چیز یہاں لائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی محبت۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ

فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مقابل بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے انھوں نے بھی ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ویسا ہی فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

پھر اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے سات یا نو کے قریب سنگریزے لئے۔ ان سنگریزوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مبارک ہاتھ میں تسبیح پڑھی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ہاتھ میں شہد کی مکھی کے مانند آواز سنائی دی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا اور وہ چپ ہو گئے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وہ سنگریزے مجھے چھوڑ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان سنگریزوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھیوں کی طرح ان سے آواز سُنی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے وہ کنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر زمین پر رکھ دیئے وہ چپ ہو گئے اور ویسے ہی سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انھوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سُنی پھر آپ نے زمین پر رکھ دیئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انھوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سُنی۔ پھر ان کو زمین پر رکھ دیا گیا وہ چپ ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: یہ نبوت کی خلافت کی شہادت ہے۔

(الخصائص الکبریٰ، ذکر معجزاتہ فی انواع الجمادات، باب تسبیح الحصی، ج۲، ص۱۲۴)

شوقِ دیدار: جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کی تلاوت اور اسلام کی تفسیر کر رہے تھے حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف متوجہ ہو کر سن رہے تھے اس دوران جب بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر آتا تو ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا شوق دیدار چمک اٹھتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ملاقات کے لئے وہ بے چین ہو جاتے۔ ایک بار ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت کا کس قدر اشتیاق ہے کب سال جائے گا اور موسم حج آئے گا اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں گے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور فرمایا: ابوعبدالرحمٰن! صبر کرو، دن جلد ہی گزر جائیں گے۔

ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی دید کے بغیر مجھے سکون میسر نہیں کب یہ دن گزریں گے، پھر وہ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے میری ملاقات نہ ہو سکے اس لیے کیا آپ ہمارے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا ہی بیان کر سکتے ہیں، آپ حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چہرہ اقدس کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ سبھی حاضرین نے بیک زبان کہا ابن مسلمہ تم نے ہمارے دل کی بات کہدی۔ ابن عمیر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا بیان کیجئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قعدہ سے (دوزانو ہوکر) بیٹھ گئے، اپنا سر جھکایا، نظریں نیچی کیں جیسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سراپا اپنے ذہن میں لا رہے ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے رنگ میں سفیدی و سرخی کا حسین امتزاج ہے، چشمان مبارک بڑی ہی خوبصورت ہیں، بھویں ملی ہوئی ہیں، بال سیدھے ہیں گھنگریالے نہیں ہیں، داڑھی گھنی ہے، دونوں مونڈھوں کے بیچ فاصلہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی گردن مبارک جیسے چاندی کی چھاگل، ہتھیلی اور قدم موٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جب چلتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اونچائی سے نیچے آرہے ہوں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی چٹان سے نکل پڑے ہوں، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی کی طرف رخ فرماتے تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چہرہ مبارک پر پسینہ موتی کے مانند ہوتا ہے، نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پست قد ہیں نہ دراز قامت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو یکا یک دیکھتا ہے مرعوب ہوجاتا ہے اور جو آشنا ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی صحبت میں رہتا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت کرنے لگتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرأت مند ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا طرز تکلم سب سے سچا، ایفاء عہد میں سب سے پکے، سب سے نرم طبع، اور رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جیسا کسی کو نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں۔

جس وقت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کر رہے تھے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس جماعت پر سکوت چھایا ہوا تھا، وہ سبھی حضرات پوری توجہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اس سراپائے اقدس کو سماعت کر رہے تھے ابھی حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بیان مکمل بھی نہ کر سکے تھے کہ اہل محفل بیک زبان پکار اٹھے۔

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ

محبت و فدائیت : جب مدینہ طیبہ کے اندر اسلام سے وابستہ ہونے والوں کی تعداد خاصی بڑھ گئی قبیلہ اوس و خزرج کے لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے تو اہل مدینہ نے اپنے ہادی و آقا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اپنے وطن مدینہ مقدسہ تشریف لانے کی دعوت دی اسکے بعد انصار کے لوگ بڑی بے چینی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے انتظار کی گھڑیاں گننے لگے۔ اس وقت انکے شوق دیدار کا عالم کیا تھا اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ جس لمحہ یہ بشارت ملی کہ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مدینہ کے قریب آچکے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عشاق و محبین استقبال کے لئے "ثنیۃ الوداع" تک پہنچ گئے کہ کب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طلعت زیبا سے انکی

معراج ہونی والی ہے اور جس وقت ان حضرات نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو دیکھا مرحبا کی صداؤں سے پوری فضاء گونج اٹھی، ان استقبال کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فدائی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھی تھے یہ تو فورِ مسرت سے بے قابو ہو رہے تھے۔ یہی وہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ایک اشارے پر اسلام کے ایک بہت بڑے دشمن ابورافع سلام بن ابوالحقیق کو اس کے قلعے کے اندر گھس کر قتل کیا تھا۔

واقعہ کی تھوڑی تفصیل یوں ہے۔ سلام بن ابوالحقیق اللہ اور اس کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ اس نے بنونضیر کے یہودیوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قتل پر برانگیختہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سامنے جب یہ صورت حال لائی گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس دشمن دین کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت منتخب کی ان میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اس دستہ کی قیادت حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی گئی۔ یہ دستہ اس مہم کے لئے روانہ ہوا۔ رات میں چلتا اور دن میں کمین گاہوں میں چھپا رہتا۔ تا آنکہ یہ دستہ سلام بن ابوالحقیق کے قلعہ کے اندر داخل ہو گیا۔ رات کا وقت تھا، قلعہ کے سب لوگ سو گئے، سلام بن ابوالحقیق قلعہ کے ایک بالا خانہ پر سو رہا تھا۔ نصف شب میں یہ لوگ آہستہ آہستہ اس تک پہنچنے کے لیے چل پڑے، جب اس کے کمرے تک پہنچے اس کی بیوی جاگ گئی۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور اس کو ہراساں کرنے کے لئے اس پر تلوار اٹھائی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی وصیت تھی کہ ابورافع سلام کے علاوہ کسی کو بھی قتل نہ کریں۔ وہ عورت خاموش ہو گئی اور تھرتھراتے ہوئے اپنی جگہ دبک گئی۔

دوسرے فدائی آگے بڑھے سخت تاریکی تھی ابورافع کی صحیح جگہ کا پتا نہ چلتا تھا۔ فدائیوں کی تلواریں چلنے لگیں لیکن اسکو کوئی خاص گہرا زخم نہ لگ سکا حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے ان کے سامنے ابورافع تھا جو کہ چیخ و پکار کر رہا تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے اپنی تلوار سے اس بدترین دشمن کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ جب ابورافع کی ہلاکت کا یقین ہو چکا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ جماعت مسرت و شادمانی کے ساتھ مدینہ مقدسہ کے لئے روانہ ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے تاکہ اپنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اس دشمن کی ہلاکت کی بشارت سنائیں۔ یہ قافلہ مسجد نبوی شریف علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کو اس عالم میں دیکھا کہ انکے چہرے آثارِ خوشی سے دمک رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے کہا:

" اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہ " یہ چہرے کامیاب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے یہ کلمات کتنے عظیم ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس جماعت نے بھی بلاکسی تاخیر کہا: " اَفْلَحَ وَجْھُکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ " آپ کا چہرہ مبارک کامیاب ہے ہاں ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے ہی یہ کامرانی ہے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہدایت و رہنمائی نہ ہوتی تو ہم کامیاب نہ ہوتے۔

لوگ اس کامیابی سے پلٹنے والے قافلہ سے سلام بن ابوالحقیق کے قتل کی کیفیت دریافت کرنے کے لئے ان کے گرد جمع ہوگئے سارے ہی مجاہدین کہہ رہے تھے میری تلوار نے ابورافع کا کام تمام کیا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم تبسم فرمارہے ہیں کہ اس شرف عظیم کو ہر شخص اپنے ہی حصے میں لینا چاہتا ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر فرمایا: ہر شخص اپنی تلوار میرے سامنے پیش کرے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے سب کی تلواروں کا جائزہ لیا اور انکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: عبداللہ بن انیس کی تلوار نے اس کا کام تمام کیا ہے، اس میں اس کا اثر اَب بھی ہے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، مقتل سلام بن ابی الحقیق، ج۴، ص ۲۳۵)

قبائل ھذیل خالد بن سفیان کی قیادت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم سے جنگ کرنے کیلئے مقام نخلہ میں جمع ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے رَأْسُ الْفِتْنَۃ خالد کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم مصمم فرمایا۔ اس مہم کے لئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کو منتخب کیا اور فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن سفیان مجھ سے جنگ کرنے کیلئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے، اور وہ اس وقت نخلہ میں ہے تم وہاں جا کر اس کو قتل کرو۔

سپاہی نے اپنے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کی آواز پر لبیک کہا لیکن اس مہم کا سر کرنا آسان نہ تھا۔ دشمن اپنے ہزاروں سپاہیوں کے بیچ میں ہے اور وہاں تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ اب یہاں سوائے حرب فریب کے اور کوئی چارہ نہیں اور اس کیلئے بھی باتیں بنانی ہوں گی۔ اور یہ چیز اسلام میں روا نہیں ناچار انھوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم سے اس کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے ان کو اس کی چھوٹ دی کہ الحرب خدعة جنگ دھوکہ ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تلوار حمائل کیے ہوئے یہ مہم سر کرنے کے لئے نکل پڑے اور عصر کے وقت نخلہ پہنچ گئے وہاں انھوں نے دشمنوں کی زبردست بھیڑ دیکھی پھر اپنے نشانہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ خالد کو دیکھا کہ عورتوں کے جھنڈ میں ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس وقت اپنا منصوبہ مکمل کرنا چاہتے تھے مگر عصر کی نماز فوت ہونے کا بھی انھیں اندیشہ تھا۔ ایسے وقت میں انھوں نے دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہی اشارہ سے نماز پڑھی اور خالد کے پاس پہنچ گئے۔ خالد نے ان سے پوچھا تم کون ہو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا عرب ہی کا ایک آدمی ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے ان (حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) سے لڑنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے تو میں بھی اسی کے لئے آیا ہوں۔ خالد نے کہا ہاں میرا بھی خیال ہے کہ اب بہت جلد ہم مدینہ پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کریں گے۔

خالد اپنی عورتوں سے صرف نظر کر کے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باتیں کرنے لگا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے ذہن میں نشانہ فٹ کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا طرز تکلم بڑا ہی خوب تھا۔ خالد آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مانوس اور مطمئن ہوگیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ خالد سے باتیں کر رہے ہیں اور موقع کی تاک میں ہیں۔ چنانچہ انھیں موقع ہاتھ آ ہی گیا۔ تلوار نیام سے نکالی اور خالد کا سر قلم کر دیا اسکا دھڑ زمین پر جا گرا اور ایک دھمک سی ہوئی۔ خالد کی عورتیں متوجہ ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں اس کا سر اسکے تن سے جدا پڑا ہے۔ اب کیا تھا وہ عورتیں چیخ پڑیں وہاں کے سبھی لوگ خالد کی لاش کی طرف متوجہ ہوئے اور ادھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وہاں سے دوڑ

پڑے۔ اب جب خالد کے لوگ قاتل کی تلاش کر رہے ہیں تو قاتل کا پتا نہیں۔ ابھی اسے دفنایا بھی نہ گیا تھا کہ اس کے گرد جمع ہونے والوں کا بادل چھٹنے لگا اور صبح تک پورا نخلہ خالی ہوگیا۔

ادھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا منشا پورا کردینے پر خوشی و مسرت سے لبریز ہے۔ دوڑتے ہوئے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں آرہے ہیں۔ زمین سمٹ کیوں نہیں جاتی کہ فوراً اپنے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ہلاکت دشمن کی بشارت سنادوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کی آمد محسوس کی تو آپ کی طرف مسکراتے ہوئے نظر اٹھائی اور ارشاد فرمایا: " اَفْلَحَ الْوَجْهُ " یہ چہرہ کامیاب ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ مبارک کامیاب ہے۔ میں نے اس دشمن کو قتل کر ڈالا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔

اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار سنانے لگے۔

اقول لہ والسیف یعجم رأسہ ۔۔۔ انا ابن انیس فارساً غیر قعدد

وقلت لہ خذھا بضربۃ ماجد ۔۔۔ حنیف علی دین النبی محمد

وکنت اذا ھم النبی لکافر ۔۔۔ سبقت الیہ باللسان وبالید

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، غزوۃ عبداللہ بن انیس، ج۴، ص۵۲۱)

"میں اس وقت کہہ رہا تھا جب تلوار اس کا سر چاٹ رہی تھی کہ میں ابن انیس شہسوار ہوں کوئی اپاہج نہیں ہوں۔"

"اور میں نے کہا مجھ جیسے دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر قائم رہنے والے صاحب مجد شخص کا ایک وار ہی کافی ہے۔"

"اور میرا حال تو یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کسی کافر کو انجام تک پہنچانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو میں اس کی طرف زبان سے اور ہاتھ سے سبقت کرتا ہوں۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور فدائیت: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ہماری ایک طرف تو مکہ کے کافروں اور انکے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ جو ہم پر چڑھائی کرنے آئے تھے اور حملہ کے لئے تیار تھے، اور دوسری طرف خود مدینہ منورہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل و عیال کو بالکل ختم نہ کردیں ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے سلسلے میں پڑے ہوئے تھے منافقوں کی جماعت گھر کے تنہا اور خالی ہونے کا بہانہ کرکے اجازت لیکر اپنے گھروں کو واپس جارہی تھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرمادیتے تھے۔

اور اس دوران میں ایک رات آندھی اس قدر شدت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنی آئی نہ اس کے بعد۔ اندھیرا اس قدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا اور ہوا اتنی سخت کہ اس کا شور بجلی کی طرح گرج رہا تھا۔

منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین سو کا مجمع اسی جگہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک ایک کا حال دریافت فرمارہے تھے، اور اس اندھیرے میں ہر طرف تحقیقات فرمارہے تھے اتنے میں میرے پاس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا گزر ہوا میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار تھا نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا، صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں اہلیہ کی تھی، اس کو اوڑھے گھٹنوں کے بل زمین سے چمٹا ہوا بیٹھا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا حذیفہ، مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی نہ گیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو، اور دشمنوں کے جتھے میں جا کر ان کی خبر لا، کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ اور خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا مگر تعمیل ارشاد میں اٹھ کر فوراً چل دیا جب میں جانے لگا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دعا دی اَللّٰهُمَّ احْفِظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِهِ وَمِنْ تَحْتِهِ الله تو اس کی حفاظت فرما سامنے سے اور پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ گویا مجھ سے خوف سردی بالکل جاتی رہی اور ہر ہر قدم پر معلوم ہو رہا تھا کہ گویا گرمی میں چل رہا ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی حرکت نہ کرنا چپ چاپ دیکھ کر چلے آؤ کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا آگ جل رہی ہے اور لوگ اس میں سینک رہے ہیں ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوکھ پر پھیرتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دو، واپس چل دو کی صدائیں آرہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دیکر یہ کہتا ہے کہ واپس چلو اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے تھے خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے ابو سفیان جو گویا اس وقت ساری جماعتوں کا سردار بن رہا تھا آگ پر سینک رہا تھا میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کا کام تمام کر ڈالوں ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھ بھی دیا مگر پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کرنا دیکھ کر چلے آنا اس لئے میں نے تیر ترکش میں رکھا اسکو شبہ ہو گیا کہنے لگا تم میں کوئی جاسوس ہے، ہر شخص نے اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑا میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون؟ اس نے کہا تو مجھے نہیں جانتا فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس آیا جب آدھے راستے پر تھا تو تقریباً بیس سوار مجھے عمامہ باندھے ہوئے ملے انہوں نے کہا کہ اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کہہ دینا کہ اللہ عزوجل نے دشمنوں کا انتظام کر دیا بے فکر رہیں۔

میں واپس پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک چھوٹی سے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نماز کی طرف توجہ فرماتے نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا عرض کیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک چمکنے لگے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹا دیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا میں نے اپنے سینے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہٖ وسلم کے تلووٗں سے چمٹالیا۔(مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم از ہجرت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۱۷۳ بتصرف۔دلائل النبوۃ (مترجم)، لاامام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، باب غزوۂ خندق کے معجزات ص ۴۴۷، بتصرف)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشق ووفا کی امتحان گاہ میں

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ سمجھتے ہیں کہ آسان ہے مسلمان ہونا

حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال: ابتدائے اسلام میں جوشخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف سے بھی، اس خیال سے کہ ان کو کافروں سے اذیت نہ پہنچے، اخفا کی تلقین ہوتی تھی۔ جب مسلمانوں کی تعداد اتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی اور چاہا کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ اسلام کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اول انکار فرمایا مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر قبول فرمالیا اور ان سب حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیکر مسجد حرم شریف میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ شروع کیا، یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار ومشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں عام طور پر ان کی عظمت و شرافت مسلم تھی، اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا، ناک کان سب لہولہان ہوگئے۔ پہچانے نہ جاتے تھے، جوتوں سے مارا پاؤں میں روندا جو نہ کرنا تھا سب کچھ ہی کیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہوگئے، بنو تیم یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہاں سے اٹھا کر لائے۔

سب کو یقین ہو چلا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وحشیانہ حملہ سے زندہ نہ بچ سکیں گے بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اگر حادثہ میں وفات ہوگئی تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے عتبہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے ہوشی رہی باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلے الفاظ یہ تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں کی طرف سے اس پر بہت ملامت ہوئی کہ ان ہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہی کا جذبہ اور ان ہی کے لئے۔

لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے، بددلی بھی تھی، اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کیلئے کسی چیز کا انتظام کردیں۔ وہ کچھ تیار کرکے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کیا حال ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر کیا گزری؟ انکی والدہ نے کہا کہ مجھے تو خبر نہیں کیا حال ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ام جمیل (حضرت عمر کی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے پاس جا کر دریافت کرلو کہ کیا حال ہے؟ وہ بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست پوری کرنے کیلئے ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے مطابق اس وقت اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اور کون ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چل کر اسکی حالت دیکھوں ام خیر نے قبول کرلیا ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کرسکیں بے تحاشا رونا شروع کردیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کردیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کئے کی سزا دے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ سُن رہی ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو۔ ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ارقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا عزوجل کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نہ کرلوں۔ ان کی والدہ کو تو بیقراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نہ کرلوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہوجائے۔ مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں ارقم کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے لپٹ گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھی لپٹ کر روئے۔ اور مسلمان بھی رونے لگے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی یہ میری والدہ ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمادیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کو اسلام کی ترغیب دی وہ بھی اس وقت مسلمان ہوگئیں۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۰)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبہ اسلام: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں، جن کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جلیل القدر زاہدوں اور عظیم علماء میں ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے علم کے حامل ہیں جن سے لوگ عاجز ہیں مگر انھوں نے اسے محفوظ رکھا ہے

۔جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے لئے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اسکے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں۔

وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے ان کو اچھی عادتوں اور عمدہ خیال کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے اور نہ کاہنوں کی خبریں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مجمل بات سے تشفی نہ ہوئی، تو خود سامان سفر کیا اور مکہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا، شام تک اسی حال میں رہے۔ شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مسافر ہے، مسافروں، غریبوں، پردیسیوں کی خبر گیری اور ان کی ضرورت کا پورا کرنا ان حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت وطبیعت تھی، اس لئے ان کو اپنے گھر لے آئے میزبانی فرمائی۔ لیکن ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو اور کیوں آئے، مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا، صبح کو پھر مسجد میں آگئے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے متعلق کسی سے کچھ دریافت کریں، لیکن کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے متعلق کچھ بتاتا۔ دوسری شام کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے بظاہر جس کیلئے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی اس لئے پھر اپنے گھر لے گئے اور رات کو کھلایا سلایا مگر پوچھنے کی اس رات کو بھی نوبت نہیں آئی۔

تیسری رات کو پھر یہی صورت ہوئی۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ تم کس کام کیلئے آئے ہو کیا غرض ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم اور عہد و پیمان کے بعد ان کو غرض بتائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: وہ بے شک اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا، میں وہاں تک پہنچادوں گا، لیکن مخالفت کا زور ہے، اس لئے راستہ میں اگر مجھ سے کوئی ایسا شخص ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ ہو تو میں استنجاء کے لیے رک جاؤں گا یا اپنا جوتا درست کرنے لگوں گا، تم سیدھے چلے چلنا میرے ساتھ ٹھہرنا نہیں جس کی وجہ سے تمہارا میرا ساتھ ہونا معلوم نہ ہو۔ چنانچہ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پیچھے پیچھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچے وہاں جا کر بات چیت ہوئی، اسی وقت مسلمان ہوگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے انکی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ، جب ہمارا غلبہ ہو جائے اس وقت چلے آنا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمہ توحید کو ان بے ایمانوں کے بیچ میں چلا کر پڑھوں گا، چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ اٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کر دیا، مرنے کے قریب ہوگئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے، ان کے اوپر بچانے کے لئے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا کیا ظلم کرتے ہو یہ شخص قبیلہ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ ملک شام کے راستہ میں

پڑتا ہے، تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے اگر یہ مرگیا تو شام کا آنا جانا بند ہوجائیگا۔ اس پر ان لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، وہاں کا راستہ بند ہوجانا مصیبت ہے اس لئے ان کو چھوڑ دیا دوسرے دن پھر اسی طرح انھوں نے جا کر با آواز بلند کلمہ پڑھا اور لوگ اس کلمہ کو سننے کی تاب نہ لاسکتے تھے۔ اس لئے ان پر ٹوٹ پڑے، دوسرے دن بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرح انکو سمجھا کر ہٹایا کہ تجارت کا راستہ بند ہوجائے گا۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ اسلام أبی ذرالغفاری رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۳۵۲۲_۳۸۶۱، ج۲، ص ۴۸۰)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جوش اظہار غلبہ حق کے ولولہ کی بنا پر تھا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا منع اظہار شفقت کی بنیاد پر، لیکن حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جب خود مصائب جھیل رہے ہیں تو ہمیں پیچھے رہنے کی کیا ضرورت؟ اس لئے اپنی راحت پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اتباع عمل کو ترجیح دی اور پھر اطاعت حق میں ہمیشہ سرگرم رہے۔

حضرت عمار اور ان کے والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم : حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ماں باپ کو بھی سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ مکہ کی سخت گرم اور ریتلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا اس طرف گزر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے، آخر ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت تکلیف میں وفات پاگئے کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا اور ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی سخت تکالیف اٹھائیں ابوجہل نے ان کی ناف کے نیچے برچھا مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں مگر اس بدنصیب نے کسی چیز کا خیال نہیں کیا۔

اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لئے ایک سایہ دار مکان بنانا چاہئے جس میں تشریف رکھا کریں اور دوپہر کو آرام فرمالیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ لیا کریں، تو قبا میں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اول پتھر جمع کئے اور پھر مسجد بنائی۔ لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے ایک مرتبہ وجد میں آکر کہنے لگے اب جا کر دوستوں سے ملیں گے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اور ان کی جماعت سے ملیں گے اتنے میں پیاس لگی اور پانی کسی سے مانگا اس نے دودھ سامنے کیا اس کو پیا اور پی کر کہنے لگے میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے سنا کہ تو دنیا میں سب سے آخری چیز دودھ پئے گا اس کے بعد شہید ہوگئے، اس وقت چورانوے برس کی عمر تھی بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے۔ (ماخوذ من اسد الغابۃ، ج ۴، ص ۱۴۱)

ان کی والدہ حضرت سمیہ بنت خُبّاط رضی اللہ تعالیٰ عنہا مظلومانہ شہادت کے علاوہ اور بھی سختیاں جھیل چکی ہیں ان کو گرمی کے وقت سخت دھوپ میں کنکریوں پر ڈالا جاتا، لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تاکہ دھوپ کی گرمی سے لوہا

تڑپنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا ادھر سے گزر ہوتا تو صبر کی تلقین اور جنت کا وعدہ فرماتے یہاں تک کہ سب سے بڑے دشمن اسلام ابوجہل کے ہاتھوں انکی شہادت ہوئی۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا عنا.

(اسد الغابۃ، ج ۷، ص ۱۶۷)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام: حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت ارقم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف فرماتے تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازے پر اتفاقیہ اکٹھے ہوگئے ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے فیض سے مستفیض ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو کچھ اس زمانہ میں قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا۔ ہر طرح ستائے گئے۔ تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آخر کار ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری جگہ جاکر آرام سے زندگی بسر کریں۔

اس لئے جس کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اسکو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات پا نہ سکے۔ چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا، اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لئے گئی انھوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے زیادہ تیرانداز ہوں ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تو تم لوگ مجھ تک آ نہیں سکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے اس کے بعد جو تم سے ہوسکے کرنا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتا بتا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ تم سب لے لو! اس پر وہ لوگ راضی ہوگئے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مال دیکر جان چھڑائی اس بارہ میں آیت پاک نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ○	ترجمہ کنزالایمان: اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

(پ ۲، البقرۃ: ۲۰۷)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی۔ صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس وقت کھجور تناول فرمارہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی ساتھ کھانے لگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ آنکھ تو دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو۔ میں نے عرض کیا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو درست ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ جواب سنکر ہنس پڑے۔ (اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۳۹)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہی خرچ کرنیوالے تھے۔حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو۔انھوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہونے لگا تو انھیں کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی۔ (اسد الغابۃ، ج۳،ص ۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھنوئی اور بہن: فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کون واقف نہیں؟ قبل اسلام یہ بھی نمایاں تھے اور اسلام و اہل اسلام کی عداوت میں سرگرم یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قتل کے درپے رہتے تھے ایک روز کفار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کو قتل کردے؟ عمر نے کہا کہ میں کروں گا! لوگوں نے کہا بے شک تم ہی کر سکتے ہو، عمر تلوار لٹکائے ہوئے اٹھے اور چل دیئے۔اسی فکر میں جارہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ بنو زہرہ کے جن کا نام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔بعض نے حضرت نعیم کا نام لکھا ہے۔انھوں نے پوچھا عمر کہاں جارہے ہو؟ کہنے لگے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے قتل کی فکر میں ہوں۔(نعوذ باللہ عزوجل) سعد نے کہا۔بنوہاشم اور بنوزہرہ سے کیسے مطمئن ہوگئے وہ تم کو بدلہ میں قتل کردیں گے۔اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہوگیا ہے لا پہلے تجھی کو نمٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ کہہ کر ہاں میں مسلمان ہوگیا ہوں تلوار سنبھالی دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہوچکے ہیں۔

یہ سننا تھا کہ غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔وہاں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کواڑ بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھارہے تھے عمر نے کواڑ کھلوائی ان کی آواز سے حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو جلدی سے اندر چھپ گئے لیکن وہ صحیفہ جلدی میں باہر رہ گیا جس پر آیات قرانی لکھی ہوئی تھیں۔ہمشیرہ نے کواڑ کھولا عمر کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس کو بہن کے سر پر مارا جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بددین ہوگئی اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کیا کر رہے تھے اور یہ آواز کس کی تھی بہنوئی نے کہا کہ بات چیت کررہے تھے کہنے لگے کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلیا۔ بہنوئی نے کہا اگر دوسرا دین حق ہو تو؟ یہ سننا تھا کہ ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور زمین پر گرا کر خوب مارا بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کے منہ پر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا۔وہ بھی آخر عمر ہی کی بہن تھیں کہنے لگیں عمر! ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہوگئے۔بے شک ہم مسلمان ہوگئے جو تجھ سے ہوسکے تو کرلے۔

اس کے بعد عمر کی نظر اس صحیفے پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور غصہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہوگیا تھا اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم سی آرہی تھی، کہنے لگے اچھا مجھے دکھلاؤ یہ کیا ہے بہن نے کہا کہ تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے ہر چند کوشش کی مگر وہ بے وضو اور بے غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔عمر نے غسل کیا اور اس کو لے کر پڑھا اس پر سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا اور " اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ

الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○"(پ۱۶،طٰہٰ:۱۴) تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی کہنے لگے اچھا مجھے بھی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پاس لے چلو۔ یہ الفاظ سنکر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمر! تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کل شب پنجشنبہ (بدھ) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ عمر یا ابو جہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما (یہ دونوں قوت میں مشہور تھے) معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہوگئی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء، فصل فی الأخبار الواردۃ فی اسلامہ، ص ۸۷)

حضرت زینب بنت رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہا کی ھجرت اور وفات :

دو جہاں کے سردار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلانِ نبوت سے دس سال پہلے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی عمر شریف ۳۰ برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ نہ جا سکیں ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے جب اس کو دیکھا تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد تازہ ہوگئی آبدیدہ ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورے سے یہ قرار پایا کہ ابوالعاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا جائے اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دو آدمی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لینے کے لیے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائیں اور ابوالعاص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان تک پہنچا دیں۔

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دیور کنانہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر چلے، آپ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں، کفار کو جب اس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہوگئے اور ایک جماعت مزاحمت کے لئے پہنچ گئی۔ جس میں ہبّار بن اسود جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا وہ اور اس کے ساتھ اور ایک شخص بھی تھا ان دونوں میں سے کسی نے، اور اکثر نے ہبار ہی کو لکھا ہے، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ کا بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے یہ گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔

کنانہ نے اس کو قبول کر لیا اور واپس لے آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا حضرت زینب کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور کئی سال تک اس میں بیمار رہ کر ۸ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہا وارضاھا عنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(ج ۸، ص ۳۶۔ ۳۷ وسیرۃ النبویۃ لابن ھشام، خروج زینب الی المدینۃ، ج ۱، ص ۵۷۶)

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلی ہوئی پیٹھ: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ نظر آ گئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ پوری پشت مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ تمھاری پیٹھ میں زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ امیر المومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان زخموں کی کیا خبر؟ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ننگی تلوار لیکر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا سر کاٹنے کے لئے دوڑتے پھرتے تھے۔ اس وقت ہم نے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا چراغ اپنے دل میں جلایا اور مسلمان ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ نے مجھ کو آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا میری پیٹھ سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں گھنٹوں بے ہوش رہا مگر رب کعبہ کی قسم! کہ جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے زبان سے کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَـمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلا۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصیبت سنکر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: اے خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کرتا اٹھاؤ! میں تمھاری اس پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ! یہ پیٹھ کتنی مبارک ومقدس ہے جو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلمکی بدولت آگ میں جلائی گئی ہے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد، خباب بن الارت، ج ۳، ص ۱۲۳)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگ کے کوئلوں پر: اسی طرح حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے چوب اور کوڑوں کی مار سے کفار نے نڈھال کر دیا۔ پھر آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ مگر یہ استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اس حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان کے قریب سے گزرے تو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کہہ کر پکارا، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ مصیبت دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا دل صدموں سے چور چور ہو گیا اور فرمایا:

یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

یعنی اے آگ! تو عمار پر اس طرح ٹھنڈک اور سلامتی بن جا جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈک اور سلامتی بن گئی تھی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخموں پر اپنا دست شفقت پھیرتے ہوئے فرماتے کہ "عمار طیب و مطیب" یعنی عمار پاکیزہ اور خوشبودار ہے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد، عمار بن یاسر، ج ۳، ص ۱۸۸)

ھجرت حبشہ اور شعب ابی طالب: مسلمانوں کو اور انکے سردار فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو کفار سے جب تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن ان میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس بات کی اجازت مرحمت فرما دی کہ وہ یہاں سے دوسری جگہ چلے جائیں۔ بہت

سے حضرات نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے رحمدل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی۔ چنانچہ اعلانِ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی ہجرت کی۔ مکہ والوں نے ان کا پیچھا بھی کیا کہ یہ نہ جاسکیں، مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے وہاں پہنچ کر ان کو یہ خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہوگئے اور اسلام کو غلبہ ہوگیا۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن کی طرف لوٹے۔ لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور ایذا رسانی میں مصروف ہیں تو ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہوگئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔

اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے (جو ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں بتائی جاتی ہے) متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دونوں ہجرتیں کیں، اور بعض نے ایک۔ کفار نے جب دیکھا یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحائف کے ساتھ نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کے لئے بہت سے تحفے لے کر گیا۔ اور اس کے خواص اور پادریوں کیلئے بھی بہت سے ہدیے لے کر گیا۔ جا کر پادریوں اور حکام سے ملا اور ہدیے دیکر ان سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا۔ اول بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت لینے والے حکام نے تائید کی۔ انھوں نے کہا اے بادشاہ! ہماری قوم کے چند بیوقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہوگئے جسکو ہم جانتے ہیں اور نہ آپ جانتے ہیں، آپ کے ملک میں آکر رہنے لگے۔ ہم کو شرفائے مکہ نے اور ان کے باپ چچانے اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ انکو واپس لائیں آپ ان کو ہمارے سپرد کردیں۔ بادشاہ نے جواب دیا جن لوگوں نے میری پناہ لی ہے بغیر تحقیق ان کو حوالے نہیں کرسکتا ان سے بلا کر تحقیق کرلوں اگر یہ صحیح ہوا تو حوالے کردوں گا۔

چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ مسلمان بہت پریشان ہوئے کیا کریں مگر اللہ عزوجل کے فضل نے مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیے اور صاف بات کہنا چاہئے بادشاہ کے یہاں پہنچ کر سلام کیا۔ کسی نے اعتراض کیا تم نے بادشاہ کو آداب شاہی کے موافق سجدہ نہیں کیا ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اللہ عزوجل کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کئے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا: ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے نہ اللہ عزوجل کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں علیہم السلام سے واقف تھے۔ پتھروں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ برے کام کرتے تھے رشتے ناطے توڑتے تھے ہم میں کا قوی ضعیف کو ہلاک کردیتا تھا ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ عزوجل نے ایک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھیجا جس کے نسب، جس کی سچائی، اور امانت داری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھر اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا۔ اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ نماز، روزہ، صدقہ خیرات کا

حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کیے۔ زنا، بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے برے اعمال سے منع فرمایا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی جس پر ہماری قوم دشمن بن گئی اور ہم کو ہر طرح ستایا ہم لوگ مجبور ہو کر تمھاری پناہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ارشاد سے آئے ہیں۔

بادشاہ نے کہا جو قرآن تمھارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم لے کر آئے ہیں وہ کچھ ہمیں سناؤ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ مریم کی اول کی آیتیں پڑھیں جسکو سنکر بادشاہ بھی رو دیا اور ان کے پادری جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا خدا عزوجل کی قسم! یہ کلام اور جو کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں۔ اور ان لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں ان کو تمھارے حوالے نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اٹھانی پڑی۔ آپس میں صلاح کی، ایک شخص نے کہا کہ کل ایسی تدبیر کرونگا کہ بادشاہ ان کی جڑ ہی کاٹ دے، ساتھیوں نے کہا ایسا نہیں کرنا چاہیئے، یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہو گئے ہیں مگر پھر بھی ہمارے رشتہ دار ہیں مگر اس نے نہ مانا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ان کو اللہ عزوجل کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ دوسرے دن کے بلانے سے ہمیں اور زیادہ پریشانی ہوئی، بہر حال گئے۔ بادشاہ نے پوچھا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر ان کی شان میں نازل ہوا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ وہ روح اللہ ہیں اور کلمۃ اللہ ہیں جسکو خدا عزوجل نے کنواری اور پاک مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ڈالا۔ نجاشی نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسکے سوا کچھ نہیں کہتے، پادری لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے نجاشی نے کہا تم جو چاہو کہو۔ اسکے بعد نجاشی نے وفد مکہ کے تحفے واپس کر دیئے اور مسلمانوں سے کہا تم امن سے ہو جو تمھیں ستائے اس کو تاوان دینا پڑے گا اور اس کا اعلان بھی کرا دیا کہ جو شخص ان کو ستائے گا اسکو تاوان دینا ہوگا۔

(السیرۃ النبویۃ، ذکر الہجرۃ الاولی، ج ا، ص ۳۰۰، ارسال القریش الی الحبشۃ، ج ا، ص ۳۱۰)

اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا اور اس وفد کو ذلت سے واپس آنا پڑا۔ اس واقعہ سے کفار کا غصہ اور بھی بڑھ گیا، دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے نے ان کو اور بھی جلا رکھا تھا لہٰذا ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ان لوگوں کا ان سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے۔ اس لئے سرداران مکہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کو قتل کر دیا جائے لیکن قتل کرنا بھی آسان کام نہ تھا اس لئے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے اور اونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے ان میں اگرچہ اکثر مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جو مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے۔

اس لئے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا بائیکاٹ کیا جائے۔ نہ ان کو کوئی شخص

اپنے پاس بیٹھنے دے نہ ان سے کوئی خرید وفروخت کرے، نہ بات چیت کرے، نہ ان کے گھر جائے، نہ ان کو اپنے گھر میں آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہ کردیں یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا بلکہ یکم محرم ۷ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس معاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے نہ مکہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے نہ باہر سے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پیٹا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا۔ معمولی سامان غلہ وغیرہ جوان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گزرنے لگے اور عورتیں اور بچے بھوک سے بیتاب ہوکر روتے اور چلاتے اور ان کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔

آخر تین برس کے بعد وہ صحیفہ دیمک کی نذر ہوا اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی۔ تین برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گزرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گزری ہونگی لیکن اسکے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اس کی اشاعت فرماتے رہے۔

(شرح العلامۃ الزرقانی، دخول الشعب وخبر الصحیفۃ، ج۲،ص۱۲۔السیرۃ النبویۃ، خبر الصحیفۃ، ج۲،ص۳۲۵)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے زن و فرزند: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب الہجرتین ہیں۔ پہلے حبشہ کو ہجرت کی پھر وہاں سے واپس ہوکر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے وقت انہوں نے اپنی زوجہ اور اکلوتے بیٹے سلمہ کو اونٹ پر بٹھایا اور خود نکیل پکڑ کر روانہ ہوئے۔ ان کے میکے والے خاندانِ بنو مغیرہ کے لوگ آگئے اور کہا کہ خبردار! اے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم خود جاسکتے ہو مگر اپنی لڑکی ام سلمہ کو ہرگز تمہارے ساتھ مدینہ نہیں جانے دیں گے اور زبردستی ظالموں نے ام سلمہ اور بچے سلمہ کو اونٹ سے اتار لیا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ بیوی اور بچے کی محبت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہجرت سے روک لے گی۔ مگر واہ رے! محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا جذبہ کہ بیوی اور بچے کی جدائی سے کلیجہ شق ہو رہا تھا مگر قدم نہیں ڈگمگائے اور بیوی بچے کو خدا حافظ کہہ کر اکیلے مدینے چلے گئے۔

پھر ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان والے بنی عبدالاسد نے بچے سلمہ کو یہ کہہ کر بنی مغیرہ سے چھین لیا کہ لڑکی تمہاری ہے مگر بچہ ہمارے خاندان کا ہے۔ اس طرح بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر اور لخت جگر دونوں سے جدا ہوگئیں اور ایک سال تک شوہر اور بچے کے فراق میں روتی رہیں۔ بالآخر ان کے چچازاد بھائی نے سب کو سمجھا بجھا کر راضی کرلیا کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بچے کو لے کر ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلی جائے۔ بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جذبہ ہجرت دیکھئے کہ بچے کو لے کر تنہا مدینہ روانہ ہوگئیں۔ تنعیم کے پاس عثمان بن طلحہ ملے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر نہایت شریف انسان اور ابوسلمہ کے دوست تھے۔ پوچھا تم اکیلی کہاں جارہی ہو؟ انھوں نے کہا مدینہ، پوچھا

تمہارے ساتھ کوئی نہیں؟ بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہمارے ساتھ اللہ عزوجل کی ذات کے سوا کوئی بھی نہیں۔ عثمان بن طلحہ کہنے لگے یہ غیر ممکن ہے تم ایک شریف کی بیوی ہو کر تنہا اتنا لمبا سفر کرو۔ خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ منورہ پہنچا دیا۔

راستے میں اونٹ پر سامان لاد کر اونٹ کو بٹھا دیتے اور خود کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے۔ جب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار ہو جاتی تھیں تو یہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل دیتے تھے۔ اس طرح بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ اپنے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گئیں۔ پھر جب ۴ھ میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ایک جنگ میں زخمی ہو کر شہید ہو گئے تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما لیا اور ان کو امت مسلمہ کی مادر مقدس ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔ رضی اللہ تعالی عنہا و ارضاھا عنا۔

(اسد الغابۃ، ام سلمۃ بنت أبی أمیۃ، ج ۷، ص ۳۷۱)

نوٹ: سفر ہجرت ہر ایک پر فرض تھا، رفاقت محرم یا شوہر کی شرط بھی نہ تھی۔ اور آیت حجاب اس وقت ابھی نازل نہ ہوئی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سفر پر کوئی اشکال نہیں۔

عشق ووفا کا عجیب منظر: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک بار چھ یا دس آدمیوں کی جماعت اہل مکہ کی خبر لانے کیلئے بھیجی۔ راستہ میں بنو لحیان کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں نے اُحد میں اپنے مقتول کا فرعزیزوں کے جوش انتقام میں ان حضرات کو فریب سے اپنے یہاں بلایا۔ سلافہ نامی ایک عورت جس کے دولڑکے احد میں مارے گئے تھے اس نے منت مانی تھی کہ اگر میرے بیٹوں کے قاتل عاصم کا سر ہاتھ میں آجائے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ اس نے اعلان کر دیا کہ جو عاصم کا سر لائے اسے سو اونٹ انعام دوں گی۔

سفیان بن خالد نے سو اونٹوں کی طمع میں قبیلہ عضل وقارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا۔ انھوں نے وہاں اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کہہ کر چند حضرات کی جماعت اپنے یہاں تبلیغ دین کی غرض بتا کر ساتھ لائے جن میں حضرت عاصم حضرت خبیب، حضرت زید بن الدثنہ، حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ راستہ میں لیجا کر بدعہدی کی اور دو سو آدمیوں کو مقابلہ کیلئے بلا لیا جن میں سو آدمی مشہور تیرانداز تھے۔

دس یا چھ بزرگوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ مختصر جماعت دشمنوں کی بدنیتی دیکھ کر فدفد نامی ایک پہاڑی پر چڑھ گئی۔ کفار نے کہاں ہم تمھیں قتل نہیں کرنا چاہتے۔ صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلے کچھ مال لینا چاہتے ہیں تم ہمارے ساتھ آجاؤ مگر انھوں نے کہا ہم کافروں کے عہد میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتھیوں سے جوش میں کہا: تم سے دھوکا کیا گیا مگر گھبرانے کی بات نہیں شہادت کو غنیمت سمجھو تمھارا محبوب تمھارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمھاری منتظر ہیں یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا۔ دشمنوں کا مجمع کثیر تھا آخر شہید ہو گئے اور دعا کی، یا اللہ عزوجل! اپنے رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو ہمارے حال سے آگاہ فرمادینا۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اسی وقت اس واقعے کا علم ہوگیا۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے اسلئے مرتے وقت دعا کی، یااللہ عزوجل! میرا سر تیرے راستے میں کاٹا جارہا ہے تو ہی اس کا محافظ ہے۔ چنانچہ شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں ہے کہ بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا۔ جنھوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کافروں کا خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو بارش کی ایک رو آئی اور ان کی نعش کو بہا کرلے گئی اس طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہوگئے۔ غرض تین باقی رہ گئے۔ حضرت خبیب، اور زید بن الدثِنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان تینوں حضرات سے پھر انھوں نے عہد و پیمان کیا کہ تم نیچے آجاؤ ہم تم سے بدعہدی نہ کریں گے یہ تینوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیچے اتر آئے اور نیچے اترنے پر کفار نے ان کی کمانوں کی تانت اتار کران کی مشکیں باندھیں۔

حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤنگا ان شہید ہونے والوں کی اقتدا ہی مجھے پسند ہے انھوں نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا مگر یہ نہ ٹلے تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کردیا۔ صرف دو حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ رہے جن کو لیجا کران لوگوں نے مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کردیا۔ ایک حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹوں کے بدلے میں خریدا کہ اپنے باپ امیہ کے بدلے قتل کردے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا کہ انھوں نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ساتھ بھیج دیا کہ قتل کردیئے جائیں۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے حد حرم سے باہر لے گئے تو اس کا تماشا دیکھنے کے لئے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے جن میں ابوسفیان بھی تھے (جواب تک اسلام نہ لائے تھے) ابوسفیان نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں کہا:

"اے زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں تم کو خدا عزوجل کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس بجائے تمہارے، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) ہوں جن کو ہم قتل کردیں اور تم آرام سے اپنے اہل میں بیٹھو۔"

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: اللہ عزوجل کی قسم! میں پسند نہیں کرتا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اس وقت جس مکان میں تشریف رکھتے ہیں ان کو ایک کانٹا لگنے کی تکلیف بھی ہو اور میں آرام سے اپنے اہل میں بیٹھا رہوں۔"

یہ سنکر ابوسفیان نے کہا: "میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسا کہ محمد صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے رکھتے ہیں۔ اسکے غلام نِسطاس نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیا۔ (السیرۃ النبویۃ، ذکر یوم الرجیع فی سنۃ ثلاث، ج ۴، ص ۱۴۷)

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک عرصے تک قید رہے۔ حجیر بن ابی اھاب تیمی کی باندی جو بعد میں مسلمان ہوگئیں کہتی ہیں: ''کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم لوگوں کی قید میں تھے تو ہم نے دیکھا کہ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی کے سر برابر، ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے تھے اور مکہ میں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا''۔ وہی کہتی ہیں کہ جب ان کے قتل کا وقت قریب آیا تو انھوں نے صفائی کیلئے اُسترہ مانگا وہ دیدیا گیا، اتفاق سے ایک کمسن بچہ اس وقت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ انکے پاس، یہ دیکھ کر گھبرائے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ قتل کردوں گا، ایسا نہیں کرسکتا اس کے بعد ان کو حرم سے باہر لایا گیا اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ انھوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اللہ جل شانہ کی ملاقات قریب ہے چنانچہ مہلت دی گئی انھوں نے دو رکعتیں بڑے اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تختہ دار پر: جب مشرکین مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختہ دار پر کھڑا کیا تو جناب خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مکہ کے لئے بددعا کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے زمین پر لٹا دیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر زمین پر لیٹ جائیں تو بددعا کا اثر نہیں ہوتا۔ اس بددعا سے حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی مجھ پر اس بددعا کا یہ اثر ہوا کہ کئی سالوں تک میری شہرت ختم رہی۔ کہتے ہیں کہ ایک سال کے اندر اندر جتنے آدمی بھی سولی پر چڑھاتے وقت موجود تھے مرکھپ گئے۔

سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات بے ہوش ہوجاتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں ایک عمل بتایا اور ساتھ ہی پوچھا کہ یہ غشی کا سبب کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ جب خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر کھڑا کیا گیا تو میں وہاں موجود تھا جونہی اس کا نقشہ سامنے آتا ہے میں حواس کھو بیٹھتا ہوں۔ تختہ دار پر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ عزوجل! ہم نے اپنے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی تبلیغ پر عمل کیا، یہاں کوئی بھی نہیں جو میرا پیغام ان تک پہنچادے۔ تو قادر و قیوم ہے۔ میرا اسلام ان تک پہنچادے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں مدینہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ آثار وحی ظاہر ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بتایا خدا عزوجل نے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام مجھے پہنچایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بشارت دی جو شخص حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختہ دار سے نیچے اتارے گا اس کا مقام بہشت ہے۔

(شواہدالنبوۃ، رکن رابع، ص۱۰۰)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق رسالت: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کو بالکل آغاز اسلام میں مشرف بہ اسلام ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ایسے خوفناک ماحول میں جب اسلام لانے کی پاداش میں سخت ترین مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑتا تھا،حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ سخت سے سخت اذیتیں دیتے تھے۔ان کو پکڑ کرلے جاتے اوردھوپ میں لٹادیتے اور پتھر لاکران کے پیٹ پر رکھ دیتے اور کہتے تمہارا دین لات وعزیٰ کا دین ہے۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے میرا پروردگار اللہ عزوجل ہے۔ایسے ایسے مصائب جھیلتے مگر سینے میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح پیوست تھا کہ سارے آلام ومصائب اس کے سامنے ہیچ تھے۔(السیرۃ النبویۃ، ذکرعدوان المشرکین علی المستضعفین، ج۱،ص۲۹۷)

ایک دن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے قریش کو اس کا علم نہ تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا بس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتوں کے پاس آکر ان پر تھوکنے لگے اور کہنے لگے وہ لوگ ناکام اور خسارہ میں ہیں جنھوں نے تمھاری پرستش کی۔قریش نے ان کو گرفتار کرنا چاہا لیکن آپ بھاگنے میں کامیاب ہوگئے اور اپنے مالک عبداللہ بن جدعان کے گھر میں چھپ گئے۔قریش کے لوگ عبداللہ کے پاس آئے اور اس کو آواز دی،وہ باہر آیا تو اس سے ان لوگوں نے کہا: کیا تم بے دین ہوگئے؟اس نے کہا: مجھ جیسے شخص سے بھی ایسی بات کہی جارہی ہے اب تو محض اسکے کفارہ میں لات وعزیٰ کے لئے ۱۰۰ اونٹنیاں قربان کروں گا۔قریش کے لوگوں نے کہا: تمھارے کالے (بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ کرڈالا ہے۔اس نے ان کو بلایا۔لوگ ان کو تلاش کرکے عبداللہ کے پاس لائے یہ ان کو پہچانتا نہ تھا۔اس نے خولیہ کو بلاکر پوچھا یہ کون ہے کیا میں نے تم کو یہ حکم نہ دے رکھا تھا کہ مکہ کے غلاموں میں سے کسی کو یہاں نہ رہنے دینا۔خولیہ نے کہا یہ تمھاری بکریاں چراتا تھا اور اس کے علاوہ اور کوئی ان کو پہچانتا نہ تھا اس طرح میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔

اس کے بعد عبداللہ نے ابوجہل اور امیہ بن خلف سے کہا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمھارے حوالے ہے،تم لوگ اس کے ساتھ جو چاہو کرو۔یہ دونوں ان کو بطحا کے تپتے ہوئے حصہ پر کھینچتے ہوئے لاتے ہیں اور ان کے دونوں بازوؤں پر چکی رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں اکفر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا انکار کرو۔یہ کہتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ دامن مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چھوڑوں اور پھر اللہ عزوجل کی توحید کا اعلان کرتے ہیں ۔

اس عذاب کا سلسلہ ٹوٹا نہ تھا کہ وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا انھوں نے فرمایا: اس اسود(کالے) کو کیا کرنا چاہتے ہو خدا عزوجل کی قسم! تم اس سے انتقام لے ہی نہیں سکتے۔

امیہ بن خلف نے اپنے آدمیوں سے کہا دیکھو! میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ایسا کھیل کھیلتا ہوں کہ ابھی تک ان کے ساتھ یہ کھیل کھیلا نہ گیا ہوگا۔پھر وہ ہنس کر بولا ابوبکر! (رضی اللہ عنہ) تمھارا میرے اوپر قرض ہے تم مجھ سے

بلال (رضی اللہ عنہ) کوخرید لو۔آپ رضی اللہ عنہنے فرمایا: ہاں (کیا لوگے) اس نے کہا تمھارے غلام نسطاس کو۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر میں اسے دیدوں تو تم بلال کو مجھے دے دو گے اس نے کہا ہاں! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے یہ کرلیا۔پھر وہ ہنس کر بولا نہیں آپ کو اس کے ساتھ اس کی بیوی کو بھی دینا ہوگا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چلو یہی سہی۔

پھر اس نے وہی شرارت کی کہ نہیں آپ کو اس کی بیوی کے ساتھ اس کی لڑکی کو بھی دینا ہوگا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چلو یہ بھی سہی۔پھر وہ ہنس کر بولا اتنے میں بھی نہیں ہوسکتا جب تک آپ ان کے ساتھ دوسو دینار نہ دیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمھیں جھوٹ سے کچھ شرم نہیں۔اس نے لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا اگر آپ یہ دوسو دینار بھی دیدیں تو ضرور اپنی بات پوری کروں گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بھی سہی۔

اب جا کر یہ سودا مکمل ہوتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتنی بھاری قیمت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر رضائے الٰہی عزوجل کے لئے آزاد کردیتے ہیں۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جانکسل مصائب وآلام سے چھٹکارا ملتا ہے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے کمسن جانباز : غابہ مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل پر ایک آبادی ہے وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے کچھ اونٹ چرا کرتے تھے۔کافروں کے ایک مجمع کے ساتھ عبدالرحمٰن فزاری نے ان کو لوٹ لیا، جو صاحب چراتے ان کو قتل کردیا اور اونٹوں کو لیکر چل دیئے۔یہ لٹیرے گھوڑے پر سوار تھے اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے اتفاقاً حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ صبح کے وقت پیدل تیر کمان لئے ہوئے غابہ کی طرف چلے جارہے تھے کہ اچانک ان لٹیروں پر نظر پڑی۔بچے تھے وہ دوڑتے بہت تھے کہتے ہیں کہ ان کی دوڑ ضرب المثل اور مشہور تھی یہ اپنی دوڑ میں گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے اور گھوڑا ان کو پکڑ نہیں سکتا تھا۔اس کے ساتھ ہی تیر اندازی میں بہت مشہور تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف منھ کر کے ایک پہاڑی پر چڑھ کر لُوٹ کا اعلان کیا اور خود ان لٹیروں کے پیچھے دوڑے تیر کمان ساتھ ہی تھی یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گئے اور تیر مارنے شروع کیے اور اس پھرتی سے دمادم تیر برسائے کہ وہ لوگ بڑا مجمع سمجھے اور چونکہ خود تنہا تھے اور پیدل بھی تھے اس لئے جب کوئی گھوڑا لوٹا کر پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور آڑ میں سے اس گھوڑے کو تیر مارتے جس سے وہ زخمی ہوجاتا اور وہ اس خیال سے واپس جاتا کہ گھوڑا اگر گیا تو میں پکڑا جاؤں گا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غرض وہ بھاگتے رہے اور میں پیچھا کرتا رہا حتیٰ کہ جتنے اونٹ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لوٹے تھے وہ میرے پیچھے ہوگئے اور تیس برچھے اور تیس چادریں وہ اپنی چھوڑ گئے اتنے میں عیینہ بن حصن کی ایک جماعت مدد کے طور پر ان کے پاس پہنچ گئی۔اور ان لٹیروں کو قوت حاصل ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ میں اکیلا ہوں۔ان کے کئی آدمیوں نے مل کر میرا پیچھا کیا میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہ بھی چڑھ گئے۔جب میرے قریب ہوگئے تو میں نے کہا کہ ذرا ٹھہرو! پہلے میری ایک بات سنو! تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں انھوں نے کہا

کہ بتاؤ تم کون ہو میں نے کہا کہ میں ابن الاکوع ہوں اس ذات پاک کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو عزت دی تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور میں تم میں سے جسکو پکڑنا چاہوں وہ مجھ سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا۔ ان کے متعلق چونکہ عام طور سے یہ شہرت تھی کہ بہت زیادہ دوڑتے ہیں حتیٰ کہ عربی گھوڑا بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس لئے یہ دعویٰ کچھ عجیب نہیں تھا۔

سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس طرح ان سے بات چیت کرتا رہا اور میرا مقصود یہ تھا کہ ان لوگوں کے پاس تو مدد پہنچ گئی ہے مسلمانوں کی طرف سے میری مدد بھی آجائے کہ میں بھی مدینہ میں اعلان کرکے آیا تھا۔ غرض ان سے اسی طرح میں بات کرتا رہا اور درختوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کی طرف غور سے دیکھتا تھا کہ مجھے ایک جماعت گھوڑے سواروں کی دوڑ کر آتی ہوئی نظر آئی ان میں سب سے آگے اخرم اسدی تھے انھوں نے آتے ہی عبدالرحمٰن فزاری پر حملہ کیا اور عبدالرحمٰن بھی ان پر متوجہ ہوا۔ انھوں نے عبدالرحمٰن کے گھوڑے پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیئے جس سے وہ گھوڑا گرا اور عبدالرحمٰن نے گرتے ہوئے ان پر حملہ کردیا جس سے وہ شہید ہوگئے اور عبدالرحمٰن ان کے گھوڑے پر سوار ہوگیا ان کے پیچھے ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے حملہ شروع کردیا۔ عبدالرحمٰن نے فوراً ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے پاؤں پر حملہ کیا جس سے وہ گرے اور گرتے ہوئے انھوں نے عبدالرحمٰن پر حملہ کیا جس سے وہ قتل ہوگیا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فوراً اس گھوڑے پر سوار ہوگئے جو پہلے اخرم اسدی کا تھا اور اب اس پر عبدالرحمٰن سوار ہوچکا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب غزوۃ ذی قرد وغیرھما، الحدیث: ۱۸۰۷، ص۱۰۰۰)

مجاھدانہ جواب: قریش مکہ نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کے لئے جب جنگ بدر کی بنیاد ڈالی تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ دشمن لڑنے پر آمادہ ہے۔ بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے مہاجرین نے جواب دیا۔ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم وہی کریں جس بات کا خدا عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو حکم دیا ہے۔ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ہیں۔ خدا عزوجل کی قسم! ہم ایسا نہ کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ (پ۶، المائدۃ:۲۴)	ترجمہ کنزالایمان: تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے نام پر قربان ہوجانے کو تیار ہیں۔ انصار نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس خدا عزوجل کی قسم جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہمیں دریا میں کود جانے کا اشارہ فرمائیں گے تو ہم اس میں کود جائیں گے۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہٖ وسلم ہم سے مشورہ کیوں طلب فرماتے ہیں ہم بے وفائی کرنے والے نہیں ہیں۔

تعالٰی اللہ یہ شیوہ ہی نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا
نبی کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ مجاہدانہ جواب پاکر بہت خوش ہوئے۔
(مدارج النبوت، قسم سوم، ذکر سال دوم از ہجرت مذکور جنگ بدر، ج ۲، ص ۸۳)

حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دردناک کہانی: تین صحابہ حضرت کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم بغیر کسی قوی عذر کے سستی کے باعث جنگ تبوک میں شریک نہ ہوسکے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی سرگزشت بڑی تفصیل کے ساتھ خود ہی بیان فرماتے ہیں کہ میں جنگ تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا مالدار نہیں تھا جتنا تبوک کے وقت تھا اس وقت میرے پاس خود ذاتی دو اونٹنیاں تھیں اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں نہ ہوئی تھیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر چونکہ سفر دور کا تھا اور گرمی بھی شدید تھی اس لئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے صاف اعلان فرمایا تھا کہ لوگ تیاری کرلیں چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ہوگئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں اور پتا نہ چلے تو ہوسکتا تھا۔ میں بھی سامان سفر کی تیاری کا ارادہ صبح ہی کرتا مگر شام ہوجاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی۔ میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے پختہ ارادہ کروں گا تیاری فوراً ہوجائے گی۔

اسی طرح دن گزرتے گئے حتی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم روانہ بھی ہوگئے اور مسلمان آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے مگر میرا سامان سفر تیار نہ ہوا۔ پھر مجھے یہ خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیار ہوکر لشکر سے جاملوں گا۔ اس طرح آج کل پر ٹالتا رہا حتی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم اور مسلمان تبوک کو روانہ ہوگئے۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہوسکا۔ اب جب مدینہ منورہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا معذور تھے۔ ادھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ نظر نہیں پڑتے کیا بات ہوئی؟ ایک صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم! اس کو مال و جمال کے فخر نے روکا، حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ غلط کہا ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلے آدمی ہیں، مگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ ارشاد نہ فرمایا حتی کہ چند روز میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کی واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم ہوا اور فکر پیدا ہوئی۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے جان بچالوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا

کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دیگی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان لی۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی عادت تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اوّل مسجد میں تشریف لیجاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حسب معمول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تشریف لائے تو مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں تشریف فرما رہے اور منافق لوگ جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ان کے ظاہری حال کو قبول فرماتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو سلام کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا میں نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اعراض کیوں فرمالیا۔ خدا عزوجل کی قسم! میں نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ ارشاد فرمایا: کہ یہاں آ۔ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اگر میں کسی دنیادار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصے سے کوئی نہ کوئی بات بنا کر خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ عزوجل نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے متعلق مجھے علم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سامنے جھوٹ نہیں چل سکتا۔ اور اگر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے سچی بات عرض کروں جس سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھ سے ناراض ہو جائیں تو مجھے امید ہے کہ خدا عزوجل کی ذات پاک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے عتاب کو زائل کر دے گی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میں سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ عزوجل! مجھے کوئی عذر نہ تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہ ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اٹھ جاؤ تمھارا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھ سے کہا: بخدا ہم نہیں جانتے کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ اگر تو کوئی عذر کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا استغفار تیرے لئے کافی تھا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انھوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو بھی ملا ہے جو تجھ کو ملا ایک ہلال بن امیہ دوسرے مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی بھی ممانعت فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ اب اس ارشاد کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تعمیل اس طرح کر کے دکھادی کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کیا۔ گویا دنیا ہی بدل گئی حتی کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے ہمیں تنگ معلوم ہونے لگی سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے در و دیوار بیگانے ہو گئے مجھے سب

سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ اگر میں اس حال میں مرگیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدانخواستہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا وصال شریف ہوگیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا نہ میری نماز جنازہ پڑھے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے ارشاد کے خلاف کون کرسکتا ہے۔

غرض ہم تینوں نے پچاس دن اس حال میں گزارے۔ میرے دونوں رفقاء شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا، چلتا پھرتا، بازار میں جاتا، نماز میں شریک ہوتا، مگر مجھ سے کوئی بات نہ کرتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوکر سلام کرتا۔ اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں؟ نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے قریب ہی کھڑے ہوکر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ جب میں مشغول ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھ سے رخ انور پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرمالیتے۔

غرض یہی حالات گزرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کردینا مجھ پر بہت ہی بھاری ہوگیا تو میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیوار پر چڑھا وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ تو انھوں نے بھی سلام کا جواب نہ دیا میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے محبت ہے انھوں نے اس کا جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے میں نے تیسری بار قسم دے کر پوچھا تو انھوں نے صرف اتنا کہا۔ اللہ عزوجل جانے اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ کلمہ سنکر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور میں وہاں سے لوٹ آیا۔

اسی دوران میں ایک مرتبہ مدینہ کے بازار میں جارہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پتا بتایئے۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کرکے بتایا۔ وہ نصرانی میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لاکر دیا اس میں لکھا ہوا تھا، ''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے تجھ پر ظلم کر رکھا ہے تجھے اللہ عزوجل ذلت کی جگہ نہ رکھے اور ضائع نہ کرے تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔'' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ خط پڑھ کر انا للہِ پڑھا کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگی ہیں۔ یہ ایک مصیبت اور آئی اور اس خط کو میں نے ایک تنور میں پھینک دیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے جاکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! اب تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے اعراض کی وجہ سے کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے۔

اس حالت میں ہم پر چالیس روز گزرے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا قاصد میرے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا یہ ارشادِ والا لیکر آیا کہ اپنی زوجہ کو بھی چھوڑ دو میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے اسکو طلاق دیدوں؟ کہا نہیں

بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کرلو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا میں نے اپنی زوجہ سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے میں چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ فرمائے، وہیں رہنا۔ ہلال بن امیہ کی زوجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہو جائیں گے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اجازت دیں تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اچھا اس بات کی تجھے اجازت ہے مگر قربت نہ ہو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! اس بات کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا ہے آج تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے بات چیت میل جول چھوٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہو اتھا کہ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشخبری ہو تم کو میں اتنا ہی سنکر سجدہ میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا جس پر ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی جو سب سے پہلے پہنچ گئی، اسکے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار بھاگے ہوئے آئے، میں نے اپنے پہننے کے کپڑے اس بشارت دینے والے کی نذر کیے اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لیکر لوگ گئے۔ میں جب مسجد نبوی میں گیا تو لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ مبارکباد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یادگار رہے گا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرہ انور کھل رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جتنی جائداد ہے وہ سب اللہ عزوجل کے راستے میں صدقہ ہے (اس لئے کہ یہ امارت وثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو میں نے عرض کیا بہتر ہے کچھ حصہ میرے پاس بھی رہنے دیا جائے مجھے سچ ہی نے نجات دی اس لئے میں نے عہد کیا ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک ۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۴۴۱۸، ج ۳، ص ۱۴۵)

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ یہودی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو میں اسے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لے چلوں۔ چنانچہ وہ کوشش کر کے اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ عدالت میں لے آیا

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے واقعات سنکر فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ وہ منافق یہودی سے کہنے لگا میں تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلوں گا اوران کا ہی فیصلہ منظور کروں گا یہودی بولا عجیب الٹے آدمی ہو۔ کوئی بڑی عدالت سے ہوکر چھوٹی عدالت میں بھی جاتا ہے جب تمھارے پیغمبر (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) فیصلہ دے چکے تو اب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟

مگر وہ منافق نہ مانا اوراس یہودی کولیکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ طلب کرنے لگا، یہودی بولا جناب پہلے یہ بات سن لیجئے کہ ہم اس سے قبل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے فیصلہ لے آئے ہیں اور انھوں نے فیصلہ میرے حق میں فرمادیا ہے مگر یہ شخص اس فیصلہ سے مطمئن نہیں اور اب یہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپہنچا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو منافق سے پوچھا کیا یہودی جو کچھ بیان کررہا ہے درست ہے؟ منافق نے کہاہاں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم اس کے حق میں فیصلہ کر چکے ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اچھا ٹھہرو میں ابھی آیا اور تمھارا فیصلہ کرتا ہوں یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے اور پھر ایک تلوار لیکر نکلے اور اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے ماری کہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ یہ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا واقعی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کسی مومن پر نہیں اٹھتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمادی۔

فَلَاوَرَبِّکَ لَا یُؤْ مِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ

(پ ۵، النساء: ٦٥)

ترجمہ کنزالایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

(الدرالمنثور، النساء: ۶۵، ج۲، ص۵۸۵)

شمشیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ماموں کا سر: جنگ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حقیقی ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ غصے میں بھرا ہوا جنگ کے لیے میدان میں نکلا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ اور بھانجے نے ماموں کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئے جبڑے تک اتر گئی اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت تک کے لئے یہ نظیر قائم کردی کہ قبیلہ اور رشتہ داری سب کچھ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر قربان ہے۔

بیٹے کی تلوار باپ کا سر: ۵ھ میں بنوالمصطلق کی مشہور جنگ ہوئی اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کی باہم لڑائی ہوگئی معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دو فریق ہوگئے۔ قریب تھا کہ آپس میں لڑائی ہوجائے مگر بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا

www.dawateislami.net WWW.NAFSEISLAM.COM

سردار اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ خلاف کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا۔ اور یہی اس وقت کے منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اس کو جب اس قصے کی خبر ہوئی تو اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کرکے کہا کہ یہ سب کچھ تمھارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو ابھی سب چلے جائیں اور یہ بھی کہا کہ خدا عزوجل کی قسم اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نو عمر بچے تھے۔ وہاں موجود تھے یہ سنکر تاب نہ لاسکے کہنے لگے خدا عزوجل کی قسم! تو ذلیل ہے، تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تیرا کوئی حمایتی نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمٰن عزوجل کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں عبداللہ بن ابی نے کہا اچھا چپکا رہ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا مگر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے نقل کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست بھی کی کہ اس کافر کی گردن اڑادی جائے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضور تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضر خدمت ہوکر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا ہے۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹ نقل کردیا ہے۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضر خدمت تھے۔ انہوں نے بھی سفارش کی کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عبداللہ قوم کا سردار ہے بڑا آدمی شمار ہوتا ہے کہ ایک بچے کی بات اس کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اس کا عذر قبول فرمالیا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ اس نے جھوٹی قسموں سے اپنے کو سچا ثابت کردیا اور زید کو جھٹلادیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑدیا۔ بالآخر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس سے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی اور عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا راز کھل گیا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وقعت موافق ومخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی اور عبداللہ بن ابی کا قصہ بھی سب پر ظاہر ہوگیا عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا اور بڑے پکے مسلمان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تھے جنگ سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ سے باہر تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے اور باپ سے کہنے لگے: اس وقت تک مدینہ میں داخل ہونے نہیں دوں گا جب تک تو اس کا اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عزیز ہیں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ یہ ہمیشہ سے باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے مقابلے میں باپ کی کوئی عزت ومحبت دل میں نہ رہی۔ آخر اس نے مجبور ہوکر اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم عزیز ہیں اس کے بعد مدینہ میں داخل ہوسکا۔

(السیرۃ النبویۃ، جھجاہ وسنان وما کان من ابن اُبَی، ج ۳، ص ۲۲۸۔۲۲۹)

اسی طرح جنگ بدر میں کفار کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ جب میدان میں نکلا تو اسکے فرزند حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تلوار کھینچ کر اس کے مقابلے کو نکلے، مگر رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ بیٹے کی تلوار باپ کے خون سے رنگین ہو، اس لئے ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقابلہ سے ہٹا دیئے گئے اور عتبہ بن ربیعہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تلوار سے قتل ہوا۔

باپ ناپاک بستر پاک : ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو سفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے اپنی بیٹی سے ملنے گئے اور بستر پر بیٹھنے لگے تو بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بستر الٹ دیا اور فرمایا کہ یہ اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پاک بستر ہے اور تم مشرک ہونیکی وجہ سے ناپاک ہو اسلئے تم اس بستر نبوت پر نہیں بیٹھ سکتے۔ ابو سفیان کو اس سے بڑا رنج ہوا مگر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں جو عظمت و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھی اسکے لحاظ سے وہ کب برداشت کرسکتی تھیں کہ بستر نبوت پر ایک مشرک بیٹھے۔ اللہ اکبر! حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے باپ کی عظمت و محبت کو محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر قربان کردیا کیونکہ یہی ایمان کی شان ہے کہ باپ چھوٹتا ہو تو چھوٹ جائے مگر عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔ (الطبقات الکبری، ام حبیبۃ بنت سفیان رضی اللہ عنہا، ج ۸، ص ۷۸)

معرکہ احد میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جان نثاری

حضرت علی رضی اللہ عنہ : غزوہ احد میں مسلمانوں کو کچھ شکست کا سامنا ہوا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آ گئے، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو بھی کفار نے گھیر لیا اور یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس خبر سے بہت پریشان ہوئے، اور اسی وجہ سے بہت سے ادھر ادھر متفرق ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ کفار نے جب مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میری نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اول زندوں میں تلاش کیا، نہ پایا پھر شہداء میں جا کر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا، تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالیٰ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوا۔ اس لئے اپنے پاک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اس لئے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں تلوار لے کر کافروں کے جتھے میں گھس جاؤں۔ یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ میں نے تلوار لے کر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے۔

میری نگاہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر پڑ گئی تو بے حد مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی حفاظت کی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: علی! ان کو روکو۔ میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور بعضوں کو قتل کیا اس کے بعد پھر ایک اور جماعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر حملہ کے لئے بڑھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا انہوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اس

کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: انہ منی وانا منہ بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: "وانا منکما" اور میں تم دونوں سے ہوں۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج۲، ص۱۲۱،۱۲۲)

غسیل الملائکہ: جنگ احد کے ایام میں حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی ہوئی تھی۔ جس رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دلہن کو بیاہ کر لائے تھے، اسی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف سے اعلان ہو گیا کہ کفار مکہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے ہیں، ان کے مقابلے کے لئے میدان جہاد میں چلو۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ نوجوان تھے اور شادی کی پہلی شب تھی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی طرف سے اعلان جہاد سنکر سب کچھ بھول گئے اور اپنی دلہن کو بھی نظر انداز کیا، گویا یہ شعر پڑھتے ہوئے کہ:

سب سے بیگانہ رہے یار و شناسا تیرا
حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا

میدان جہاد میں چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس محویت کے عالم میں آپ کو اپنے غسل کرنے کی ضرورت بھی یاد نہ رہی۔ اسی حالت میں معرکہ جنگ میں تشریف لے گئے اور اسی دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سامنے شہید بھی ہو گئے۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو شہداء کی لاشیں جمع کرنے کا حکم نبوی ہوا! سب لاشیں مل گئیں مگر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک نہ ملی یکایک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش فرشتے اوپر لے جا کر ایک نورانی تختے پر لٹا کر آب رحمت سے غسل دے رہے ہیں اسی دن سے آپ کا لقب غسیل الملائکہ ہوا۔

(الاستیعاب، حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ، ج۱، ص۴۳۳)

شوق شہادت: حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آؤ مل کر دعا کریں ہر ایک اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے۔ پھر دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا کی۔ اول حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی۔ یا اللہ! عزوجل جب کل لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرمانا میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی اے اللہ عزوجل! کل میدان جہاد میں میرا ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ والا ہو میں اس پر شدت سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور میں بہتوں کو قتل کر کے پھر خود بھی شہید ہو جاؤں اور شہید ہونے کے بعد کافر میرے ناک کان کاٹ لیں پھر قیامت میں جب میں تیرے حضور پیش کیا جاؤں تو تو فرمائے عبداللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں یا اللہ! عزوجل تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے راستے میں کاٹے گئے پھر تو کہے کہ

سچ ہے میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آمین کہی دوسرے دن لڑائی ہوئی تو دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں۔ (الاستیعاب، باب حرف العین، ج۳، ص۱۵)

قدمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر شہادت: جنگ احد کی ہل چل اور بدحواسی میں جب مہر رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ہجوم کفار کے دل بادل نے گھیر لیا۔ اور اس وقت سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ تو حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند انصاریوں کو لے کر یہ خدمت ادا کرنے کے لئے بڑھے۔ ہر ایک نے جاں بازی سے لڑتے ہوئے اپنی جان فدا کردی، مگر ایک زخم بھی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو لگنے نہ دیا، اور زیاد بن سکن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ زخموں سے چور چور ہو کر دم توڑ رہے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ میرے قریب لاؤ، لوگ اٹھا کر لائے ابھی کچھ جان باقی تھی آپ نے زمین پر گھسٹ کر اپنا منہ محبوب خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پرواز کرگئی۔ سبحان اللہ! اس موت پر ہزاروں زندگیاں قربان۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ، ج۲، ص۳۲۱)

تیرے قدموں پر سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے
یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہے

اسّی زخم: حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا تھے، لڑتے بہت آگے نکل گئے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یہاں تم لوگ کیا کرتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کچھ پتا نہیں! لوگوں نے کہا اب لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہی نہ رہے۔ ہم نے سنا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم شہید ہوگئے۔ انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سنکر تڑپ گئے اور فرمایا کہ پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ یہ کہہ کر دشمن کی فوج میں گھس گئے اور لڑ کر شہادت پائی۔ جنگ کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو ۸۰ سے زیادہ تیر، تلوار اور نیزہ کے زخم تھے، کوئی شخص پہچان تک نہ سکا ان کی بہن نے انگلی دیکھ کر لاش کو پہچانا۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، انس بن نضر، ج۱، ص۱۹۸)

حضرت وہب بن قابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ: حضرت وہب بن قابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں، جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور گاؤں میں رہتے تھے بکریاں چراتے تھے۔ اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کہاں تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں، وہ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس پہنچ گئے، اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی آئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو ان کو منتشر کر دے وہ جنت میں میرا رفیق ہے۔ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انکو جنت کی خوشخبری دی اس کا سننا تھا کہ تلوار لیکر کفار

کے جم گھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی دلیری اور بہادری کسی لڑائی میں نہیں دیکھی اور شہید ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو میں نے دیکھا کہ وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرماتے تھے: اللہ عزوجل تم سے راضی ہو میں تم سے راضی ہوں۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے دفن فرمایا باوجودیکہ اس لڑائی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم خود بھی زخمی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی کے عمل پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل پر آیا میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ عزوجل کے یہاں ان جیسا اعمال نامہ لیکر پہنچوں۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، وھب بن قابس، ج ۶ ص ۴۹۲)

حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا : یہ جنگ احد میں اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم اور اپنے دو بیٹوں حضرت عمارہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیکر میدان میں کود پڑیں۔ اور جب کفار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر حملہ کر دیا تو یہ ایک خنجر لیکر کفار کے مقابلہ میں کھڑی ہو گئیں اور کفار کے تیر و تلوار کے ہر ایک وار کو روکتی رہیں۔ یہاں تک کہ جب ابن قمیہ ملعون نے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر تلوار چلا دی تو حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس تلوار کو اپنی پیٹھ پر روک لیا۔ چنانچہ ان کے کندھے پر اتنا گہرا زخم لگا کہ غار پڑ گیا۔ پھر خود بڑھ کر ابن قمیہ کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو جاتا مگر وہ ملعون دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔

اس جنگ میں بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر و گردن پر تیرہ زخم لگے تھے۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک کافر نے جنگ احد میں زخمی کر دیا اور میرے زخم سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔ میری والدہ ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فوراً اپنا کپڑا پھاڑ کر زخم کو باندھ دیا اور کہا بیٹا اٹھو۔ کھڑے ہو جاؤ اور پھر جہاد میں مشغول ہو جاؤ۔ اتفاق سے وہی کافر سامنے آ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! دیکھ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ میں تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ وہ کافر گر پڑا، اور پھر چل نہ سکا بلکہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا بھاگا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ اے ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تو خدا عزوجل کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو اتنی طاقت اور ہمت عطا فرمائی کہ تو نے خدا عزوجل کی راہ میں جہاد کیا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو جنت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت گزاری کا شرف عطا فرمائے، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ: اللھم اجعلھم رفقا ئی فی الجنۃ۔ یا اللہ عزوجل! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندگی بھر علانیہ یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت مجھ پر آجائے تو مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ام عمارۃ، ج۸، ص۳۰۲)

پیامِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اسی احد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال معلوم نہیں ہوا کہ کیا گزری۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کے لئے بھیجا وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے بھیجا ہے کہ سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ہی ضعیف آواز آئی یہ اس طرف بڑھے جا کر دیکھا کہ سات مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے۔ جب یہ قریب پہنچے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے میرا سلام کہہ دینا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائے جو کسی نبی علیہ السلام کو اس کے امتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا اور یہ کہہ کر جاں بحق ہوئے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ، ج۳، ص۴۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ **کا شوق و وارفتگی:** احد کی لڑائی سے فراغت پر مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے۔ جنگ کی تکان تھی۔ مگر مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ ابو سفیان نے لڑائی سے واپسی پر حمراء الاسد (ایک جگہ کا نام ہے) پہنچ کر ساتھیوں سے مشورہ کیا اور یہ رائے قائم کی کہ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے ایسے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہئے تھا کہ نہ معلوم پھر ایسا وقت آئے نہ آئے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کر کے لوٹنا چاہئے تھا اس ارادہ سے اس نے واپسی کا مشورہ کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ احد میں ساتھ تھے وہی صرف ساتھ ہوں اور دوبارہ حملہ کے لئے چلنا چاہئے۔ اگرچہ مسلمان اس وقت تھکے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود سب کے سب تیار ہو گئے چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اعلان فرما دیا تھا کہ صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جو احد میں ساتھ تھے اس لئے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میری تمنا احد میں بھی شرکت کی تھی مگر والد نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ میری سات بہنیں ہیں کوئی مرد اور ہے نہیں انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا رہنا ضروری ہے اور خود جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اس لئے مجھے اجازت نہ دی تھی۔ احد کی لڑائی میں ان کی شہادت ہو گئی، اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم مجھے اجازت مرحمت فرما دیں کہ میں بھی ہمرکاب چلوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اجازت مرحمت فرما دی انکے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نہیں گیا جو احد میں شریک نہ ہوا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، خروج الرسول فی اثر العدو۔۔ الخ، ج۲، ص۸۷)

صحابہ کرام کا عشقِ رسول

پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)
شعبہ تخریج
مکتبۃ المدینہ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

برکت اندوزی : صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف طریقوں سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے۔مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے منہ میں کھجور ڈال کر اس کے منہ میں ڈالتے، اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا۔(صحیح البخاری، کتاب الدعوات ، باب الدعاء للصبیان ، بالبرکۃ .....الخ ، الحدیث:۶۳۵۲، ج۴، ص۲۰۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں لائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ میں کھجور ڈال کے اس کے منہ میں ڈالی اور اس کو برکت کی دعا دی۔ (صحیح البخاری، کتاب الدعوات ، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ .....الخ، الحدیث:۶۳۵۲، ج۴، ص۲۰۳)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کو لیکر آئیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو ان کے منہ میں ڈال دیا پھر برکت کی دعا دی۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بچوں کے منہ میں لعاب ڈال دیتے اور بعض کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے۔(صحیح البخاری، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود.....الخ، الحدیث:۵۴۶۷، ج۳، ص۵۴۶)

حضرت زُہرہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے بچپن ہی میں انکی والدہ ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں لائیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی چنانچہ جب ان کو لیکر ان کے دادا غلہ خریدنے کے لئے بازار جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیوں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، الحدیث: ۲۵۰۱۔۲۵۰۲، ج۲، ص۱۴۵)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے برکت حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ کی خدمت میں اپنی اولاد کو حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا۔'' (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام وغیرہ، ج۶، ص۱۱۵)

نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان

میں دست مبارک ڈال دیتے وہ متبرک ہوجاتا۔

جب پھل پختہ ہوتے تو پہلا پھل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جوموجود ہوتا اسکو دے دیتے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وضو کا بچاہوا پانی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے۔

ایک بار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو جھپٹ لیا۔(سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب الانتفاع بفضل الوضوء، ج ۱، ص ۸۷)

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا۔پانی بچ گیا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو لیکر جسم پرمل لیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب استعمال فضل وضوء الناس، الحدیث: ۱۸۷، ج ۱، ص ۸۸)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حلق کروارہے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو گھیر لیا اور وہ اوپر ہی سے بالوں کو اچک رہے تھے۔(صحیح مسلم، کتاب الوضوء، باب قرب النبی علیہ السلام من الناس وتبرکھم بہ، الحدیث: ۲۳۲۵، ص ۱۲۷۰)

ایک بار رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر ہاتھ پھیردیا، اس کے بعد انہوں نے عمر بھر نہ سر کے آگے کے بال کٹوائے نہ مانگ نکالی۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب کیف الاذان، تحت الحدیث: ۵۰۱، ج ۱، ص ۲۱۲) بلکہ اس کو بطور تبرک اور یادگار کے قائم رکھا۔

آپ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مکان پر تشریف لاتے تو وہ آپ سے برکت حاصل کرنے کی درخواست کرتے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔انہوں نے دعوت کی، جب چلنے لگے گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمایئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے دعائے برکت اور دعائے مغفرت فرمائی۔(سنن ابی داود، کتاب الاشربۃ، باب فی النفخ فی الشراب، الحدیث: ۳۷۲۹، ج ۳، ص ۴۷۵)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا۔انہوں نے آہستہ سے جواب دیا۔ان کے صاحبزادے نے کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو اذن نہیں دیتے بولے چپ رہو مقصد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہم پر بار بار سلام کریں آپ نے دوبارہ سلام کیا۔پھر اسی قسم کا جواب ملا۔تیسری بار سلام کر کے آپ واپس چلے، تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ میں آپ کا سلام سنتا تھا لیکن جواب اس لئے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کریں۔(سنن ابی داود ، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان، الحدیث: ۵۱۸۵، ج ۴، ص ۴۴۵)

محافظتِ یادگارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یادگاریں محفوظ تھیں جن کو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اوران سے برکت حاصل کرتے تھے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانے میں یزید کے دربار سے پلٹ کر مدینہ میں آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور مجھ سے کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلوار مجھے دیدو ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اس کو چھین لیں۔ خداعزوجل کی قسم! اگر تم نے مجھے یہ تلوار دی تو جب تک جسم میں جان باقی ہے کوئی شخص اس کی طرف دست درازی نہیں کرسکتا۔ (سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب مایکرہ ان یجمع بینھن من النساء، الحدیث:۲۰۶۹، ج۲،ص۳۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کا ایک جبہ محفوظ تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا۔ چنانچہ جب ان کے خاندان میں کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو شفا حاصل کرنے کے لئے دھو کر اس کا پانی پلاتی تھیں۔ (المسند لاامام احمد بن حنبل، حدیث اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا، الحدیث:۲۷۰۰۸،ج۱۰،ص۲۷۱)

بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان یادگاروں کو زادِ آخرت سمجھتے تھے اور ان کو بعد مرگ بھی اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے تو ان کی والدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے پسینے کو ایک شیشی میں بھر کر اپنی خوشبو میں ملا دیتی تھیں چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال کیا تو وصیت کی کہ یہ خوشبو ان کے حنوط (چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب جو مردہ کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں) میں شامل کی جائے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے موئے مبارک کو بھی شیشی میں بھر لیتی تھیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندھم، الحدیث: ۶۲۸۱، ج۴،ص۱۸۲)

لیکن علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں پہلے تو اسکو ایک بے جوڑ چیز سمجھا ہے لیکن اس کے بعد لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اس سے وہ بال مبارک مراد ہیں جو کنگھی کرنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر سے جدا ہوجاتے تھے۔

پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب منیٰ میں اپنے بال مبارک اتروائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے بال مبارک لے لئے اور انکو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کے حوالے کیا جن کو انہوں نے اپنی خوشبو میں شامل کرلیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس خوشبو میں یہ بال مبارک شامل تھے اسی میں وہ پسینے کو بھی شامل کرلیتی تھیں۔ (فتح الباری

(شرح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما فقال عندھم، تحت الحدیث: ۶۲۸۱، ج ۱۲، ص ۵۹)

غزوہ خیبر میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو خود دست مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث امرأۃ من بنی غفار رضی اللہ عنہا، الحدیث: ۲۷۲۰۶، ج ۱۰، ص ۳۲۴)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم کا ایک کرتہ، ایک تہبند ایک چادر، اور چند موئے مبارک تھے، انہوں نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن میں لگائے جائیں اور موئے مبارک منہ اور ناک میں بھر دیئے جائیں۔ (تاریخ الخلفاء، معاویۃ بن ابو سفیان، ص ۱۵۸ بتصرف)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے جن کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ان کو محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایک یمنی تہبند اور ایک کمبل دکھا کر کہا کہ خدا عزوجل کی قسم! سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان ہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب لباس الغلیظ، الحدیث: ۴۰۳۶، ج ۴، ص ۶۳)

ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے خَزّ (اون اور ریشم سے بُنا ہوا کپڑا) کا سیاہ عمامہ عطا فرمایا تھا، انہوں نے اس کو محفوظ رکھا تھا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار بخارا میں خچر پر سوار ہو کر نکلے تو عمامہ دکھا کر کہا کہ اس کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخز، الحدیث: ۴۰۳۸، ج ۴، ص ۶۴)

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وبارک وسلم کے چند بال مبارک حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے بطور یادگار کے محفوظ رکھے تھے اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو ایک برتن میں پانی بھر کر بھیج دیتا تھا اور وہ اس میں ان مبارک بالوں کو دھو کر واپس کر دیتی تھیں، جس کو وہ شفا حاصل کرنے کے لئے پی جاتا تھا (یا اس سے غسل کر لیتا تھا)۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب مایذکر فی الشیب، الحدیث ۵۸۹۶، ج ۴، ص ۷۶)

خلفاء ان یادگاروں کی نہایت عزت کرتے تھے، اور ان سے برکت اندوز ہوتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے کسی عجمی بادشاہ کے نام خط لکھنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ جب تک خط پر مہر نہ ہو اہل عجم اسکو نہیں پڑھتے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی، جس کے نگینہ پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کندہ تھا، اس انگوٹھی کو خلفائے ثلاثہ نے محفوظ رکھا تھا، اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ سے ایک کنوئیں میں گر پڑی، انہوں نے تمام کنوئیں کا پانی نکال ڈالا، لیکن یہ گوہر نایاب نہ مل سکا۔ (سنن ابی داود، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی اتخاذ الخاتم، الحدیث: ۴۲۱۴۔۴۲۱۵، ج ۴، ص ۱۱۹)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قصیدے کے صلہ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے خود

اپنی چادر عنایت فرمائی تھی۔ یہ چادر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے صاحبزادہ سے خرید لی اور ان کے بعد تمام خلفاء عیدین میں وہی چادر اوڑھ کر نکلتے تھے۔(الاصابۃ،تذکرۃ کعب بن زھیر،ج۵،ص۴۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس پیالے میں پانی پیتے تھے، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھا ایک بار وہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اسکو چاندی کے تار سے جڑوایا، اس میں ایک لوہے کا حلقہ بھی لگا ہوا تھا، بعد کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سونے یا چاندی کا حلقہ لگوانا چاہا لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو کام کیا ہے اس میں تغیر نہیں کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دو اور پیالے حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الأشربۃ، باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآنیتہ ،الحدیث:۵۶۳۷۔۵۶۳۸،ج۳،ص۵۹۵)

ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔(طبقات الکبری،تذکرۃ ام سلیم بنت ملحان، ج۸،ص۳۱۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس غرض سے انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہبند بنوالیا تھا، جسکو پہن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم استراحت فرماتے تھے، یہ یادگاریں ایک مدت تک ان کے پاس محفوظ رہیں۔ اخیر میں مروان نے ان سے لے لیا۔(اسد الغابۃ،تذکرۃ الشفاء بنت عبداللہ،ج۷،ص۱۷۷)

ان یادگاروں کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہر چیز کو یادگار سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس کی زیارت کرواتے تھے۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم معتکف ہوتے تھے۔ (سنن ابی داود،کتاب الصوم، باب این یکون الاعتکاف؟،الحدیث:۲۴۶۵،ج۲،ص۴۸۹)

ادبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طرح رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب واحترام کرتے تھے، اس کا اظہار سینکڑوں طریقہ سے ہوتا تھا، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے ادب وعظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کر لیتے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جمعت علیَّ ثیابی حین امسیتُ فاتیتُ رسولَ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم شام ہوئی تو میں نے تمام کپڑے

پہن لئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ (سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب فی عدۃ الحامل، الحدیث:۲۳۰۶، ج۲،ص۴۲۷)

بغیر طہارت کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے، مدینہ کے کسی راستہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سامنا ہوگیا، ان کو نہانے کی ضرورت تھی، گوارا نہ ہوا کہ اس حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آئیں، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو کترا گئے اور غسل کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ابوہریرہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں تھے، بولے مجھے غسل کی حاجت تھی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الجنب یصافح، الحدیث:۲۳۱، ج۱،ص۱۱۰)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تو فرطِ ادب سے تصویر بن جاتے، احادیث میں اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے، کانما علیٰ رءُ وسھم الطیر یعنی صحابہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہوتی ہیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الرجل یتداوی، الحدیث:۳۸۵۵، ج۴،ص۵)

گھر میں بچے پیدا ہوتے تو ادب سے ان کا نام محمد نہ رکھتے، ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے محمد نام رکھا۔ لیکن ان کی قوم نے کہا ہم نہ یہ نام رکھنے دیں گے نہ اس کنیت سے تم کو پکاریں گے تم اس کے متعلق خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشورہ کرلو۔ وہ بچے کو لیکر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو ارشاد ہوا کہ میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو۔ (صحیح مسلم، کتاب الاداب، باب النھی عن التکنی بابی القاسم ..... الخ، الحدیث:۲۱۳۳،ص۱۱۷۸)

اگر راستے میں کبھی ساتھ ہو جاتا تو ادب کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے۔ ایک بار حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا خچر ہانک رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سوار کیوں نہیں ہو لیتے۔ لیکن انہوں نے اس کو بڑی بات سمجھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خچر پر سوار ہوں۔ تاہم امتثالا للامر (تعمیل حکم کے لیے) تھوڑی دور تک سوار ہو لئے۔

(سنن النسائی، کتاب الاستعاذۃ، ج۸،ص۲۵۳)

فرطِ ادب سے کسی بات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر تقدم یا مسابقت گوارا نہ کرتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غزوہ تبوک کے سفر میں قضائے حاجت کے لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے الگ ہوگئے، نماز فجر کا وقت آگیا تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز شروع کردی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پہنچے تو ایک رکعت نماز ہو چکی تھی، اس لئے آپ دوسری رکعت میں شریک ہوئے۔ نماز ہو چکی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو بے ادبی بلکہ گناہ خیال کیا اور سب کے سب

کثرت کے ساتھ تسبیح کرنے لگے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب المسح علی الخفین، الحدیث: ۱۴۹، ج۱، ص ۸۳)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کوئی نزاع چکانے کے لئے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آگیا تو موذن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا کہ نماز پڑھا دیجئے۔ وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آکر شریک جماعت ہوگئے۔ لوگوں نے تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے، تاہم جب لوگوں نے متصل تصفیق کی، تو مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو۔ انہوں نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی امامت کو پسند فرمایا، پھر پیچھے ہٹ آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ جب میں نے حکم دیا تو تم کیوں اپنی جگہ سے ہٹ آئے؟ بولے کہ ابن ابی قحافہ کا یہ منہ نہ تھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔

(سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التصفیق فی الصلاۃ، الحدیث: ۹۴۰، ج۱، ص ۳۵۴)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیدل جا رہے تھے، کہ اسی حالت میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گدھے پر سوار آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کو پیدل دیکھا تو خود فرط ادب سے پیچھے ہٹ گئے اور آپ کو آگے سوار کرنا چاہا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے فرمایا تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو، البتہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں آگے بیٹھ سکتا ہوں۔ (سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب رب الدابۃ احق بصدرھا، الحدیث: ۲۵۷۲، ج۳، ص ۴۰)

اگر کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کھانا شروع نہ کرتے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرط ادب سے کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے۔

(سنن ابی داود، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، الحدیث: ۳۷۶۶، ج۳، ص ۴۸۷)

ادب کے باعث آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے چلنا پسند نہیں کرتے۔

ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے نکل جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ کوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم سے آگے نہ بڑھنے پائے۔ (صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب من أھدی لہ ھدیۃ وعندہ جلساؤہ۔۔۔الخ، الحدیث: ۲۶۱۰، ج۲، ص ۱۷۹)

کسی چیز میں آپ سے مقابلہ کی جرأت نہ کرتے، ایک بار چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے باہم تیر اندازی میں مقابلہ کر رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے بنو اسمٰعیل تیر پھینکو کیونکہ تمہارے باپ تیر انداز تھے اور میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں۔ دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رک گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

نے پوچھا کہ تیر کیوں نہیں پھینکتے ؟ بولے اب کیونکر مقابلہ کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔فرمایا: تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔(صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر ، باب التحریض علی الرمی، الحدیث:۲۸۹۹، ج۲،ص۲۸۲)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اس لئے رک گئے کہ اگر وہ اپنے فریق پر غالب آگئے اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کے ساتھ ہیں تو آپ بھی مغلوب ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے ادب سے مقابلہ ہی کرنا چھوڑ دیا،اس ادب واحترام کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کسی قسم کا سوء ادب گوارانہ کرتے۔(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر ، باب التحریض علی الرمی، تحت الحدیث:۲۸۹۹، ج۷،ص۷۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا،اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نیچے کے حصے میں اوران کے اہل وعیال اوپر کے حصے میں رہنے لگے۔ ایک رات حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو کہا کہ ہم اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر چلیں پھریں۔اس خیال سے تمام اہل وعیال کوایک کونے میں کردیا۔صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم اوپر قیام فرمائیں۔ارشاد ہوا کہ نیچے کا حصہ ہمارے لئے زیادہ موزوں ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ برابر اس بات پر مصر رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اوپر کی منزل میں رہیں اور خود نچلی منزل میں رہیں۔

بولے کہ جس چھت کے نیچے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم ہوں ہم اس پر نہیں چڑھ سکتے،لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم نے بالا خانہ پر قیام فرمایا۔ (مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، بیان قضیۂ ہجرت آنحضرت ،ج۲،ص۶۵)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سن میں بڑے تھے،لیکن ان کوفرط ادب سے یہ گوارانہ تھا کہ ان کو آپ سے بڑا کہا جائے۔

ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ بڑے ہیں یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم؟ بولے بڑے تو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں،البتہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے پیدا ہوا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی میلاد النبی، الحدیث:۳۶۳۹، ج۵، ص۳۵۶)

اگر نادانستگی میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی نامناسب بات نکل جاتی تو اسکی معافی چاہتے۔

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بچہ مرگیا،اوروہ اس پر رورہی تھیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا،تو فرمایا: خدا سے ڈرواور صبر کرو،بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلے گئے تو لوگوں نے کہا

کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تھے، دوڑی ہوئی آئیں اور عرض کی کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں پہچانا تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الجنائز، باب الصبر عند الصدمۃ، الحدیث: ۳۱۲۴، ج ۳، ص ۲۵۸)

اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت بے ادبی کا خیال ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت برہم ہوتے۔ ایک بار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت سرائے اقدس میں آئے۔ دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باآواز بلند بول رہی ہیں فوراً طمانچہ اٹھایا اور کہا اب کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ ہونے پائے۔ (سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب ماجاء فی المزاح، الحدیث: ۴۹۹۹، ج ۴، ص ۳۹۰)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر ایک شخص کا کچھ قرض تھا، اس نے گستاخانہ طریقے سے تقاضا کیا، تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر برانگیختہ ہوگئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: رکو! کہ قرض خواہ کو مقروض پر مطالبہ کرنے کا اس وقت تک حق ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کرے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب لصاحب الحق سلطان، الحدیث ۲۴۲۵، ج ۳، ص ۱۵۰)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سفر میں تھے ایک بدو آیا اور وحشیانہ لہجہ میں آواز بلند کی اور پکارا یا محمد، یا محمد۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا یہ کیا؟ (اس طرح کہنا) منع ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار..... الخ، الحدیث: ۳۵۴۷، ج ۵، ص ۳۱۶)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کہ انصار کے خاندانوں میں سب سے افضل بنو نجار ہیں، پھر بنو عبدالاشہل، پھر بنو حارث بن الخزرج، پھر بنو ساعدہ، ان کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہیں، حضرت سعد بن عبادہ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے قبیلے کو چوتھے نمبر پر رکھا ہے تو ان کو کسی قدر ناگوار ہوا، بولے میرے گدھے پر زین کسو میں خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا، لیکن ان کے بھتیجے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تردید کے لئے جاتے ہیں؟ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وجوہ فضیلت کے سب سے زیادہ عالم ہیں، یہ کیا کم ہے کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی خیر دورالانصار..... الخ، الحدیث: ۲۵۱۱، ص ۱۳۶۱)

صلح حدیبیہ کے بعد کافروں کا مسلمانوں میں اختلاط ہوگیا، حضرت سلمہ آئے اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، چار مشرک بھی اس جگہ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، ان کو گوارا نہ ہوسکا، اٹھ گئے دوسری جگہ چلے گئے، اور چاروں مشرک بھی تلوار کو لٹکا کر سو رہے، اسی حالت میں شور ہوا کہ ابن زنیم قتل کر دیا گیا حضرت سلمہ نے موقع پا کر تلوار میان سے کھینچ لی، اور چاروں پر حالت خواب میں حملہ کر کے ان کے تمام ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا، اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عزت دی تم میں سے جو شخص سر اٹھائے گا اس کا دماغ پاش پاش کر دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجھاد، باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا..... الخ، الحدیث: ۱۸۰۷، ص ۱۰۰۰)

ایک شخص کا نام محمد تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کو گالی دے رہا ہے، بلا کر کہا کہ دیکھو تمہاری وجہ سے محمد کو گالی دی جا رہی ہے، اب تادم مرگ تم اس نام سے پکارے نہیں جاسکتے، چنانچہ اسی وقت اس کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا گیا۔ پھر بنوطلحہ کے پاس پیغام بھیجا جو لوگ اس نام کے ہوں ان کے نام بدل دیئے جائیں۔ اتفاق سے وہ لوگ سات آدمی تھے اور ان کے سردار کا نام محمد تھا۔ لیکن انہوں نے کہا: خود رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی نے میرا نام محمد رکھا ہے، بولے اب میرا اس پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث محمد بن طلحۃ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الحدیث: ۱۷۹۱۶، ج۶، ص ۲۶۷)

چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی شوخی کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انکو ڈانٹ دیتے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے ساتھ حاضر خدمت ہوئیں، اور بچپن کی وجہ سے خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگیں، ان کے والد نے ڈانٹا۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کھیلنے دو۔

(صحیح البخاری، کتاب الجھاد، باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ، الحدیث: ۳۰۷۱، ج ۲، ص ۳۳۱)

جو چیزیں شان نبوت کے خلاف ہوتیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ان کے ذکر تک کو سوء ادب سمجھتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب قضا عمرہ ادا فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے آگے اشعار پڑھتے چلتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اور حدود حرم کے اندر شعر پڑھتے ہو؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اسکو مستحسن فرمایا۔ (سنن النسائی، کتاب المناسک الحج، باب انشاد الشعر فی الحرم والمشی بین یدی الامام، ج ۵، ص ۲۰۲) (ترمذی میں ہے کہ اشعار حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے پڑھے تھے اور یہی صحیح بھی ہے)

ایک بار کچھ لوگوں نے جمعہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر کے سامنے شور وغل کرنا شروع کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر کے سامنے آواز اونچی نہ کرو۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۱۸۷۹، ص ۱۰۴۴)

یہ تعظیم، یہ ادب، یہ عزت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی طرح ادب کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قبر کے متعلق اختلاف ہوا کہ لحد کھودی جائے یا صندوق، اس پر لوگوں نے شور وغل کرنا شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے وفات وحیات دونوں حالتوں میں شور وشغب نہ کرو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الشق، الحدیث: ۱۵۵۸، ج ۲، ص ۲۴۵)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس ادب واحترام کا منظر صلح حدیبیہ میں عروہ کو نظر آیا تو وہ سخت متاثر ہوا، اس نے صلح سے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کی، تو عرب کے طریقے کے مطابق ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن جب جب ہاتھ بڑھاتا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تلوار کے ذریعہ سے روک دیتے تھے، اس واقعہ

سے عروہ کی اس طرف توجہ ہوگئی اور اس نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرزِ عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ تو اس پر یہ اثر پڑا کہ پلٹا تو کفار سے بیان کیا کہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ لیکن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب جس قدر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں اس قدر کسی بادشاہ کے رفقاء نہیں کرتے۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان لوگوں کے ہاتھوں میں ان کا تھوک گرتا ہے اور وہ اپنے جسم و چہرہ پر اس کو ملتے ہیں، اگر وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو جان نثار کرتے ہیں اور وہ لوگ بچے کھچے پانی کیلئے باہم لڑ پڑتے ہیں اگر ان کے سامنے بولتے ہیں تو انکی آوازیں پست ہو جاتی ہیں، اور وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط، الحدیث: ۲۷۳۱، ج ۲، ص ۲۲۳)

جاں نثاری

صلح حدیبیہ میں جب عروہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر اس طنز آمیز فقرہ نے نشتر کا کام دیا اور انہوں نے برہم ہو کے کہا ہم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ (صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اھل الحرب ..... الخ، الحدیث: ۲۷۳۱، ج ۲، ص ۲۲۳)

یہ ایک قول تھا جس کی تائید ہر موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے عمل سے کی،

ابتداء اسلام میں ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مشغول تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گلا گھونٹنا چاہا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو دھکیل دیا اور کہا کہ ایک آدمی کو صرف اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا معبود اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے خدا کی جانب سے دلائل لے کر آیا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی لو کنت متخذ اخلیلا، الحدیث: ۳۶۷۸، ج ۲، ص ۵۲۴)

ہجرت کے بعد خطرات اور بھی زیادہ ہو گئے تھے، کفار مکہ کے علاوہ اب منافقین اور یہود نئے دشمن ہو گئے تھے، جن کا رات دن ڈر لگا رہتا تھا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو ان تمام خطرات میں ڈال دیتے تھے، چنانچہ ابتداء ہجرت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک شب بیدار ہوئے تو فرمایا کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرتا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آواز سنکر فرمایا کون ہے؟ جواب ملا میں سعد بن ابی وقاص فرمایا کیوں آئے بولے میرے دل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت خوف پیدا ہوا اس لئے حفاظت کے لئے حاضر ہوا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، الحدیث: ۳۷۷۷، ج ۵، ص ۴۱۹)

ان خطرات کی وجہ سے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے بھی آنکھ سے اوجھل ہو جاتے تو جاں نثاروں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حلقہ میں رونق افروز تھے کسی ضرورت سے اٹھے تو پلٹنے میں دیر ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی چشم زخم تو نہیں پہنچا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسی پریشانی کی حالت میں گھبرا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جستجو میں انصار کے ایک باغ میں پہنچے۔ دروازہ ڈھونڈا، تو نہیں ملا، دیوار میں پانی کی ایک نالی نظر آئی اس میں گھس کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پریشانیوں کی داستان سنائی۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دلیل علی اُن من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً، الحدیث: ۳۱، ص ۳۷)

غزوات میں یہ خطرات اور بھی بڑھتے جاتے تھے، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جاں نثاری میں اور بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔

غزوہ ذات الرقاع میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مشرک کی بیوی کو گرفتار کیا۔ اس نے انتقام لینے کے لئے قسم کھائی کہ جب تک اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلوں گا، چین نہ لوں گا، اس لئے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے، اس نے تعاقب کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منزل پر فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا کہ کون میری حراست کی ذمہ داری اپنے سر لے گا۔ مہاجرین وانصار دونوں میں سے ایک ایک بہادر اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے اٹھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جا کر متمکن ہوجائیں (کہ وہی کفار کی کمین گاہ ہوسکتا تھا) دونوں بزرگ وہاں پہنچے تو مہاجر بزرگ سو گئے اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی مشرک آیا، اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، تین تیر مارے اور تینوں کے تینوں ان کے جسم میں ترازو ہوگئے۔ (سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء من الدم، الحدیث: ۱۹۸، ج ۱، ص ۹۹) لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ حنین کے لئے نکلے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کے وقت خبر دی کہ میں نے آگے جا کر پہاڑ کے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن کے زن ومرد چوپایوں اور مویشیوں کو لیکر امنڈ آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے، اور فرمایا: کہ اللہ عزوجل نے چاہا تو کل یہ مسلمانوں کے لیے غنیمت ہوگا، اور فرمایا: آج میری پاسبانی کون کرے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں! یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ارشاد ہوا کہ سوار ہوجاؤ، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر آئے تو فرمایا کہ اس گھاٹی کے اوپر چڑھ جاؤ۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے لئے اٹھے، تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تمہیں اپنے شہ سوار کی بھی خبر ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی ہمیں تو کچھ خبر نہیں، جماعت قائم ہوئی، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھاتے جاتے تھے اور مڑ مڑ کے گھاٹی کی طرف دیکھتے جاتے تھے۔ نماز ادا کرچکے تو فرمایا: لو مبارک ہو تمہارا شہ سوار آ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان سے دیکھا تو وہ آپہنچے اور خدمت مبارک میں حاضر ہوکر

سلام کیا اور فرمایا کہ میں گھاٹی کے بلند ترین حصے پر جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مامور فرمایا تھا، چڑھ گیا صبح کو دونوں گھاٹیاں بھی دیکھیں تو ایک جاندار بھی نظر نہ آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کبھی نیچے بھی اترے تھے، بولے صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے، ارشاد ہوا: تم کو جنت مل چکی، اس کے بعد اگر کوئی عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل، الحدیث: ۲۵۰۱، ج ۳، ص ۱۴)

ایک غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک ٹیلے پر قیام فرمایا۔ اس شدت سے سردی پڑی کہ بعض لوگوں نے زمین میں گڑھا کھودا اور اس کے اندر گھس کر اوپر سے ڈھال ڈال دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: کہ آج کی شب میری حفاظت کون کرے گا؟ میں اسکو دعا دوں گا، ایک انصاری نے عرض کیا کہ میں ! یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریب بلا کران کا نام پوچھا اور دیر تک دعا دیتے رہے، حضرت ابوریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا سنی تو عرض گزار ہوئے کہ میں دوسرا نگہبان بنوں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قریب بلا کر نام پوچھا اور ان کو بھی دعا دی۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث أبي ریحانۃ، الحدیث: ۱۷۲۱۳، ج ۶، ص ۹۹)

آیت کریمہ:

وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (پ ۶، المائدۃ: ۶۷)	ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے پاسبان مقرر کرنا بند کر دیا۔

غزوہ بدر میں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے مقابلے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب کیا تو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہدیں۔ تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو۔ بلکہ ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جاں نثارانہ فقرے سنے تو چہرہ مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۳۹۵۲، ج ۳، ص ۵)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جاں نثارانہ جذبات کا ظہور سب سے زیادہ غزوہ احد میں ہوا، چنانچہ اس غزوہ میں کسی مقام پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف نو صحابہ (جن میں سات انصاری اور دو قریشی یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما) رہ گئے۔ اس حالت میں کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دفعۃً ٹوٹ پڑے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان جاں نثاروں کی طرف خطاب کر کے فرمایا: کہ جو ان اشقیاء کو میرے پاس سے ہٹائے گا اس کے لئے جنت ہے۔ ایک انصاری فوراً آگے بڑھے اور لڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہو گئے۔ اسی طرح کفار برابر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرتے جاتے اور آپ بار بار پکارتے جاتے تھے، اور ایک

ایک انصاری بڑھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان قربان کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ساتوں بزرگ شہید ہوگئے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر ، باب غزوۃ احد، الحدیث: ۱۷۸۹، ص ۹۸۹)

حضرت ابوطلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جاں نثاری کا وقت آیا، تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آپ نے اپنا ترکش بکھیر دیا، اور فرمایا کہ تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر قربان۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان منکم اَن تفشلا واللہ ولیھما..... الخ، الحدیث: ۴۰۵۵، ج ۳، ص ۳۷)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپر لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوگئے اور تیر چلانے لگے، اور اس شدت سے تیراندازی کی کہ دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گردن اٹھا کر کفار کی طرف دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں گردن اٹھا کر نہ دیکھیں، مبادا کوئی تیر لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب اذھمت طائفتان منکم اَن تفشلا واللہ ولیھما..... الخ، الحدیث: ۴۰۶۴، ج ۳، ص ۳۸)

اس غزوہ میں حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائیں بائیں جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے ان کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی، انہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بنالیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوئے۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۱۸۶)

اسی غزوہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں روانہ فرمایا، وہ لاشوں کے درمیان ان کو ڈھونڈ ھنے لگے، تو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بول اٹھے، کیا کام ہے؟ جواب دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارا ہی پتا لگانے کے لئے بھیجا ہے، بولے جاؤ، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دو، اور کہہ دو کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں، اور اپنے قبیلہ میں اعلان کر دو کہ اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے اور ان میں کا ایک متنفس بھی زندہ رہا تو خدا عزوجل کے نزدیک ان کا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا۔

(الموطا لامام مالک، کتاب الجھاد، باب الترغیب فی الجھاد، الحدیث: ۱۰۳۵، ج ۲، ص ۲۴)

نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جاں نثاری کی آرزو رکھتی تھیں، حضرت طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور اپنی ماں اروی بنت عبدالمطلب کو اسکی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی مدد کی وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردوں کی طرح ہم بھی استطاعت رکھتیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتیں اور آپ کی طرف سے لڑتیں۔ (الاستیعاب، تذکرۃ طلیب بن عمیر، ج ۲، ص ۳۲۳)

خدمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال

کرتے تھے، اس لئے متعدد بزرگوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ابتداء بعثت ہی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خانہ داری کے تمام کاروبار کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا، اور اس کے لئے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شرف خدمت کا چھوڑنا کبھی گوارا نہیں کرتے تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی غریب مسلمان خدمت مبارک میں حاضر ہوتا اور اس کے بدن پر کپڑے نہ ہوتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے اور وہ قرض لیکر اسکی خوراک ولباس کا انتظام کرتے۔

ایک بار کسی مشرک سے اس غرض کے لئے قرض لیا۔ لیکن ایک دن اس نے دیکھا تو نہایت سخت لہجے میں کہا، او حبشی تجھے معلوم ہے کہ اب مہینے میں کتنے دن رہ گئے ہیں صرف چار دن اسی عرصہ میں قرض وصول کرلوں۔ ورنہ جس طرح تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا اسی طرح بکریاں چرواؤں گا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے سخت رنج ہوا، عشاء کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ مشرک نے مجھے یہ کچھ کہا ہے، اور وہ مجھے ذلیل کررہا ہے، اجازت فرمایئے تو جب تک قرض ادا نہ ہوجائے مسلمان قبائل میں بھاگ کر پناہ لوں، گھر واپس آئے تو بھاگنے کا تمام سامان بھی کرلیا، لیکن رزّاق عالم نے صبح تک خود قرض کے ادا کرنے کا تمام سامان کردیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین، الحدیث: ۳۰۵۵، ج۳، ص۲۳۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا، کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کہیں جاتے تو وہ پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جوتے پہناتے، پھر آگے آگے عصا لیکر چلتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاؤں سے جوتے نکالتے، پھر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو عصا دیتے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھتے، پھر اسی طرح جوتے پہناتے، آگے آگے عصا لیکر چلتے، اور حجرہ مبارکہ تک پہنچ جاتے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نہاتے تو پردہ کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سوتے تو بیدار کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سفر میں جاتے تو بچھونا، مسواک جوتا اور وضو کا پانی انکے ساتھ ہوتا، اس لئے وہ صاحب سواد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے میر سامان کہے جاتے تھے۔

(الطبقات الکبری، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ج۳، ص۱۱۳)

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ بھی شب وروز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر دولت سرائے اقدس میں تشریف لے جاتے تو وہ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کوئی ضرورت پیش آجائے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا، بولے یہ تعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت گزاری میں خلل انداز ہوگا جسکو میں پسند نہیں کرتا۔ لیکن آپ کے بار بار کے اصرار سے شادی کرنے پر رضا

مند ہوگئے ۔(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ ابن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ، الحدیث:۱۶۵۷۷، ج۵،ص۵۶۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مستقل خدمت گزار تھے،ان کا کام یہ تھا کہ سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔ (مدارج النبوت،قسم پنجم،باب چہارم،ج۲،ص۴۹۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بچپن ہی سے ان کی والدہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔ (الاصابۃ،انس بن مالک بن النضر ،ج۱،ص۲۷۶ملخصًا)

حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جنہوں نے اس استقلال کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کی کہ انکو خادمہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لقب حاصل ہوا۔

(سنن ابی داود، کتاب الطب، باب فی الحجامۃ، الحدیث:۳۸۵۸، ج۴،ص۶)

حضرت سفینہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہما کی والدہ کے غلام تھے۔انہوں نے ان کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت گزاری میں صرف کردیں، انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں تانفسِ واپسیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتا۔

(سنن ابی داود، کتاب العتق، باب العتق علی الشرط، الحدیث:۳۹۳۲، ج۴،ص۳۱)

ان بزرگوں کے علاوہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ان کو بھی عموماً شرف خدمت حاصل ہوا کرتا تھا، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفع حاجت کے لئے بیٹھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لیکر کھڑے رہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا عمر کیا ہے؟ بولے کہ وضو کا پانی، فرمایا کہ ہر وقت اس کی ضرورت نہیں ۔ (سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب فی الاستبراء، الحدیث:۴۲، ج۱،ص۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ خدمت مبارک میں حاضر رہتے تھے انکو اکثر یہ شرف حاصل ہوتا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہ کسی طشت یا کوزہ میں پانی لاتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وضو کرتے۔(سنن ابی داود،کتاب الطھارۃ ، باب الرجل یدلک یدہ بالأرض اذا استنجی، الحدیث:۴۵، ج۱،ص۵۰)

حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غسل فرماتے تو وہ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہوجاتے اور آپ ان کی آڑ میں نہالیتے۔ (اسد الغابۃ،تذکرۃ ابوالسمح مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج۶،ص۱۶۶)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع میں رمی جمرہ کرنا چاہی تو خدام بارگاہ میں حضرت اسامہ اور حضرت

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما ساتھ ساتھ تھے، ایک کے ہاتھ میں ناقہ کی نکیل تھی اور دوسرے بزرگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر پر اپنا کپڑا تانے ہوئے چلتے تھے کہ آفتاب کی شعائیں چہرہ مبارک کو گرم نگاہوں سے نہ دیکھنے پائیں۔
(سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب المحرم یظلل، الحدیث ۱۸۳۴، ج ۲، ص ۲۴۲)

محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میں تم کو تمہارے باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں، تم لوگ (کامل) مومن نہیں ہو سکتے، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایمان کا یہی درجہ کمال حاصل تھا، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد جب غزوہ احد کی شرکت کے لئے روانہ ہوئے تو بیٹے سے کہا کہ میں ضرور شہید ہونگا اور رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا مجھ کو تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ تم میرا قرض ادا کرنا، اپنے بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۳۵۴)

اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بھی مختلف طریقوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا اظہار کرتے تھے۔

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جوش محبت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قمیص الٹ دی، اس کے اندر گھس گئے، آپ کو چوما، آپ سے لپٹ گئے۔ (سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، باب مالا یجوز منعہ، الحدیث: ۱۶۶۹، ج ۲، ص ۱۷۷)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے، ایک روز ہنسی مذاق کی باتیں کرتے تھے، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے پہلو میں ایک چھڑی سے کونچ دیا، انہوں نے اس کا انتقام لینا چاہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر راضی ہو گئے، لیکن انہوں نے کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بدن پر کرتا ہے، حالانکہ میرے بدن پر کرتا نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کرتا بھی اٹھا دیا، کرتے کا اٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے، کروٹ کو بوسہ دیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہی مقصود تھا۔ (سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب فی قبلۃ الجسد، الحدیث ۵۲۲۴، ج ۴، ص ۴۵۶)

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد عبدالقیس حاضر ہوا تو سواری سے اترنے کے ساتھ ہی سب کے سب دوڑے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ (المرجع السابق، باب فی قبلۃ الرجل، الحدیث: ۵۲۲۵، ج ۴، ص ۴۵۶)

حضرت کردم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم چوم لئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا، اور آپ کی باتیں سنتے رہے۔
(سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب تزویج من لم یولد، الحدیث: ۲۱۰۳، ج ۲، ص ۳۴۰)

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بدوی صحابی تھے، جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان سے محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے، کہ زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے بدوی ہیں اور ہم ان کے شہری ہیں۔
ایک دن وہ اپنا سودا فروخت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیچھے سے آکر ان کو گود میں لے لیا، انہوں نے کہا کون ہے؟ چھوڑ دو! لیکن مڑ کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تو اپنی پشت کو بار بار آپ کے سینہ سے چمٹاتے تھے اور تسکین نہیں ہوتی تھی۔ (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الحدیث: ۲۳۸، ج ۵، ص ۵۴۵)
عرب میں یہ خیال تھا کہ اگر کسی کے پاؤں سن ہوجائیں اور وہ اپنے محبوب کو یاد کرے تو یہ کیفیت زائل ہوجاتی ہے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں سن ہوگئے تو کسی نے کہا اپنے محبوب کو یاد کرلو، بولے یا محمداہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) (الأدب المفرد، باب مایقول الرجل اذا خدرت رجلہ، الحدیث: ۹۹۳، ص ۲۶۱)
حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جب وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کرتیں تو فرط مسرت سے کہتیں "بابی" یعنی میرے باپ آپ پر قربان۔ (سنن النسائی، کتاب الحیض والاستحاضۃ، باب شھود الحیض العیدین ودعوۃ المسلمین، ج ۱، ص ۱۹۳)
عزت اور محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آرام وآسائش کا نہایت خیال رکھتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی قسم کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تھے۔
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک سفر میں تھے جس میں ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت اہتمام کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے پانی ٹھنڈا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب حدیث جابر الطّویل، الحدیث ۳۰۰۶، ص ۱۶۰۲)
ایک عورت تھی جو ہمیشہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہوگیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسکو دفن کردیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع نہ دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا، کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی بولے ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا، اسی طرح ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر نہ کی اور کہا کہ اندھیری رات تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو زحمت ہوتی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر، الحدیث: ۱۵۲۸۔۱۵۳۰، ج ۲، ص ۲۳۳۔۲۳۴)
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی محبوب ہوجاتی۔ "کدو" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت مرغوب تھا اس لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بول اٹھے، اس بناپر کہ رسول

اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اکل الرباء، الحدیث:۱۸۵۶، ج۳، ص۳۳۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنادیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے۔

ایک بار حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دائیں اور حضرت خالد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دودھ لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پی کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔ بولے، میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب مایقول اذا اکل طعاما، الحدیث:۳۴۶۶، ج۵، ص۲۸۳)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا، بولیں، میں اگر چہ روزے سے ہوں لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی ہوں۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیثِ ام ھانی، الحدیث:۲۶۹۵۸، ج۱۰، ص۲۶۰)

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کھانا کھا رہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے تھے اس لئے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھانا نہ کھایا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب عرض الطعام، الحدیث:۳۲۹۹، ج۴، ص۳۶)

تکلیف کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو رنج ہوتا تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رنج ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوشی ہوتی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں شریک ہوتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مہینے کے لئے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کرلی تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد میں آکر گریہ وزاری شروع کردی۔

(صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء والاعتزال عن النساء، الحدیث:۱۴۷۹، ص۷۸۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانا چاہا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ وہ رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھیں گے تو خود روئیں گے، اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ، الحدیث:۱۲۳۲، ج۲، ص۷۴)

حضرت عمرو بن الجموع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک فیاض صحابی تھے، ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نکاح کرتے تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے دعوت ولیمہ کرتے۔ (اصابۃ، تذکرۃ عمرو بن الجموع، ج۴، ص۵۰۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن فرط محبت سے

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم واپسی اور سلامتی کے لئے نذریں مانتی تھیں۔

ایک بار آپ جب کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک صحابیہ (جاریہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کہا کہ یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو صحیح وسالم واپس لائے گا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے دف بجا کے گاؤں گی۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ابی حفص عمر بن خطاب، الحدیث:۳۷۱۰، ج۵، ص۳۸۶)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عموماً فقر وفاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خانگی زندگی کا یہ منظر آجاتا تو فرط محبت سے آبدیدہ ہوجاتے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ دولت سرائے اقدس میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں، جس پر کوئی بستر نہیں ہے۔ جسم مبارک پر تہبند کے سوا کچھ نہیں، پہلو میں چٹائی کے نشانات پڑے ہیں، توشہ خانہ میں مٹھی بھر جو کے سوا اور کچھ نہیں، آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے، ارشاد ہوا کہ عمر کیوں روتے ہو؟ بولے، کیوں نہ روؤں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حالت ہے اور قیصر وکسریٰ دنیا کے مزے اڑا رہے ہیں، فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے لئے آخرت اور ان کے لئے دنیا ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرھن، الحدیث:۱۴۷۹، ص۷۸۴)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حالت یاد آتی تھی تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے۔

ایک بار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے چپاتیاں آئیں تو دیکھ کر رو پڑے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی آنکھوں سے کبھی چپاتی نہیں دیکھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب الرقاق، الحدیث:۳۳۳۸، ج۴، ص۴۳)

ایک دن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں کو گوشت روٹی کھلایا تو رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال بھی ہوگیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیٹ بھر جو کی روٹی کبھی نہیں کھائی۔ (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۳۷۸، ج۵، ص۵۷۵)

اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کسی چیز سے متمتع نہ ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس سے متمتع ہونا پسند نہ کرتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کے کفن کے لئے ایک حلہ خریدا گیا لیکن بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دوسرے کپڑے میں کفنائے گئے، اور یہ حلہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے لے لیا کہ اس کو اپنے کفن کے لئے محفوظ رکھیں گے لیکن پھر کہا کہ جب خدا عزوجل کی مرضی نہ ہوئی کہ وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کفن ہو، تو میرا کیوں ہو۔ یہ کہہ کر اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کردی۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی کفن المیت، الحدیث:۹۴۱، ص۴۶۹)

غزوہ تبوک سخت گرمیوں کے زمانے میں واقع ہوا تھا، حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے جو اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکے تھے ایک دن وہ گھر میں آئے تو دیکھا کہ ان کی ازواج نے ان کی آسائش کے لئے نہایت سامان کیا ہے، بالا خانے پر چھڑکاؤ کیا ہے، پانی سرد کیا ہے عمدہ کھانا تیار کیا ہے لیکن وہ تمام سامان عیش دیکھ کر بولے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس لو اور گرمی میں کھلے ہوئے میدان میں ہوں اور ابوخیثمہ سایہ، سرد پانی، عمدہ غذا اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ لطف اٹھائے خدا عزوجل کی قسم! یہ انصاف نہیں ہے، میں ہرگز بالا خانہ پر نہ آؤنگا چنانچہ اسی وقت زادراہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہو گئے۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ مالک بن قیس بن خیثمۃ، ج۵، ص۴۷)

وصال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد آتے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بے اختیار رو پڑتے۔ ایک دن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا، اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسو سے تر ہو گئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا جمعرات کا دن کیا؟ بولے اسی دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرض الموت میں شدت آئی تھی۔ (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شئ یوصی فیہ، الحدیث: ۱۶۳۷، ص۸۸۸)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک صحبتوں کی یاد آتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک بار حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انصار کی ایک مجلس میں گئے تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہیں، سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس یاد آ گئی، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی علالت کے زمانہ کا ہے، جس میں انصار کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر اس مرض میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کی مجلس میسر نہ ہوگی، اس لئے وہ اس غم میں رو پڑے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ فرماتے تھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ، تذکرۃ عبداللہ بن عمر بن خطاب، ج۴، ص۱۲۷)

قرابت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و محبت

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرام اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھی نہایت عزت و محبت کرتے تھے۔ ایک بار حضرت امام باقر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں حجۃ الوداع کی کیفیت پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اس وقت اگرچہ وہ بحیثیت طالب العلم اور نیازمندانہ آئے تھے، تاہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا پہلے ان کے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ان کی گھنڈی کھولی، سینے پر ہاتھ رکھا اور مرحبا کہا، پھر اصل مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت دی۔ (سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۹۰۵، ج۲، ص۲۶۵)

ایک بار ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ مچھر کا خون جو کپڑے پر لگ جاتا ہے اس کا

کیا حکم ہے؟ بولے ان کو دیکھو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو تو شہید کر ڈالا اور مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں۔(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، الحدیث:۳۷۹۵، ج۵،ص۴۲۷)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چند روز بعد ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک راستے سے گزرے دیکھا کہ حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام کھیل رہے ہیں، اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور یہ شعر پڑھا

وابابی شبہ النبی لیس شبیھا بعلی

میرے باپ تم پر قربان کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمشکل ہو، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ نہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی ساتھ تھے وہ ہنس پڑے۔

(المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی بکر الصدیق، الحدیث:۴۰، ج۱،ص۲۸)

ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسن علی جدہ وعلیہ السلام سے ملے اور کہا کہ ذرا پیٹ کھولئے جہاں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ دیا تھا وہیں میں بھی بوسہ دوں گا، چنانچہ انہوں نے پیٹ کھولا اور انہوں نے وہیں بوسہ دیا۔(المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی ھریرۃ، الحدیث:۹۵۱۵، ج۳،ص۴۱۵)

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنکلے اور سلام کیا، سب نے سلام کا جواب دیا، لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے، جب سب چپ ہوئے تو باآواز بلند کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ کہہ کر سب کی طرف مخاطب ہوکر کہا، میں تمہیں بتاؤں کہ زمین کے رہنے والوں میں، آسمان والوں کو سب سے محبوب شخص کون ہے؟ یہی جو جا رہا ہے، جنگ صفین کے بعد سے انہوں نے مجھ سے بات چیت نہیں کی، اگر وہ مجھ سے راضی ہوجائیں تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔(اسد الغابۃ، تذکرۃ عبداللہ بن عمرو بن العاص، ج۳،ص۳۵۸)

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت بڑے حامی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے دوست ابوالحسن کے غم میں تمہارا کیا حال ہے؟ بولے، موسیٰ علیہ السلام کے غم میں جو حال ان کی ماں کا تھا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ ابوطفیل عامر بن واثلۃ، ج۶،ص۱۹۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے حقوق جتائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر جو تقریر کی اس میں خاص طور پر اہل بیت کی محبت کا بیان کیا اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے حقوق کا لحاظ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ ہے۔ اُن لوگوں کو بھی اِن کے حقوق کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، الحدیث:۳۷۱۲، ج۲، ص۵۳۸)

ایک بار حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اصرار کیا اور کہا کہ یا امیر المومنین! اگر موسیٰ علیہ السلام کے چچا آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتے تو آپ کیا کرتے، بولے انکے ساتھ حسن سلوک کرتا حضرت عباس نے کہا تو پھر میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چچا ہوں، بولے اے ابوالفضل آپ کی کیا رائے ہے، خدا عزوجل کی قسم! آپ کے باپ مجھے اپنے باپ سے زیادہ محبوب ہیں، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو میرے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اس کا اعلان کروا دیا۔ لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ کوئی شخص تابوت (جنازہ مبارک) کے پاس نہیں جا سکتا تھا، خود بنو ہاشم کے لوگوں نے اس طرح گھیر لیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سپاہیوں کے ذریعے سے ان کو ہٹایا۔ (الطبقات الکبریٰ، تذکرۃ عباس بن عبدالمطلب، ج۴، ص۲۳)

عرب میں جب قحط پڑتا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے، اور کہتے تھے کہ خداوندا ہم پہلے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے اور تو پانی برساتا تھا، اور اب اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بناتے ہیں، ہمارے لئے پانی برسا۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ، باب ذکر العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، الحدیث:۳۷۱۰، ج۲، ص۵۳۷)

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا، وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہیں، کچھ دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو ایک ایک چادر دی، لیکن شفا کی چادر کم درجہ کی تھی، اس لئے انہوں نے کہا کہ میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی چچا زاد بہن ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے خاص اس غرض کے لئے بلایا تھا اور عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو یونہی آ گئی تھیں، بولے میں نے یہ چادر تمہیں ہی دینے کے لئے رکھی تھی، لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، کتاب النساء، تذکرۃ عاتکۃ بنت اسید، الحدیث: ۱۱۴۵۰، ج۸، ص۲۲۶۔۲۲۷)

حضرت ہند بن ابی ہالہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے، صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی پرورش فرمائی تھی، جب ان کے بیٹے کا بصرہ میں بمرض طاعون انتقال ہوا تو پہلے ان کا جنازہ نہایت کسمپرسی کی حالت میں اٹھایا گیا، لیکن اس حالت کو دیکھ کر ایک عورت نے پکارا: واھند بن ھنداہ وابن

ربیب رسول اللہ (ہائے ہند بن ہند ہائے پروردہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند) یہ سنا تھا کہ لوگ اپنے مردوں کی تجہیز وتکفین چھوڑ کر ان کے جنازہ میں شریک ہو گئے۔
(الاستیعاب فی معرفۃ الصحابۃ، باب ھند، تذکرۃ ھند بن ھالۃ التمیمی، ج۴، ص۱۰۶)

قبیلہ بنوزہرہ میں چونکہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ننہال تھی، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس قبیلہ کے پاس خاطر کا نہایت لحاظ کرتی تھیں، چنانچہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے خفا ہوئیں تو انہوں نے اسی قبیلہ کے چند بزرگوں کو شفیع بنایا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش، الحدیث:۳۵۰۳، ج۲، ص۴۷۵)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ومحبت

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن لوگوں سے محبت رکھتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی انکی نہایت توقیر وعزت کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطیہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تین ہزار مقرر فرمایا، تو انہوں نے اعتراض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی، وہ تو کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہ رہے۔ بولے، اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ تمہارے باپ سے زیادہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے اور اسامہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب تھے، اس لئے میں نے اپنے محبوب پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب کو ترجیح دی۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب زید بن حارثۃ، الحدیث:۳۸۴۹، ج۵، ص۴۴۵)

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے میں دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے، بولے یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے کہا: آپ ان کو نہیں پہچانتے؟ یہ محمد بن اسامہ ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ سنکر گردن جھکالی، اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا: اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے تو ان سے محبت فرماتے۔(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذکر اسامۃ بن زید، الحدیث:٣٧٣٤، ج٢، ص٥٤٣)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں کی عزت کرتے تھے بلکہ آپ نے جن غلاموں کو آزاد کر کے اپنا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) بنالیا تھا ان کے ساتھ بھی نہایت لطف ومدارات کے ساتھ پیش آتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن غلاموں کے ناک کان کاٹ لئے گئے ہیں یا ان کو جلادیا گیا ہے، وہ آزاد ہیں، اور وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ ہیں۔ لوگ یہ سنکر ایک خواجہ سرا کو لائے جس کا نام سندر تھا، آپ نے اس کو آزاد کردیا، آپ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کے زمانہ خلافت میں آتا تو دونوں بزرگ اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرتے، اس نے ایک بار مصر جانا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وصیت کے موافق اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۷۴۲، ج۲، ص۶۰۳)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی اور اس کے اہل وعیال کی بیت المال سے کفالت کرتے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مصر کو لکھا تھا کہ اس کو کچھ زمین دے دی جائے۔

(المرجع السابق)

لیکن اس روایت میں اس کے نام کی تصریح نہیں، ممکن ہے یہ کوئی دوسرا غلام ہو۔

شوقِ زیارتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دل رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شوق زیارت سے لبریز تھے اس لئے جب زیارت کا وقت قریب آتا تو یہ جذبہ اور بھی ابھر جاتا، اور اس کا اظہار مقدس نغمہ سنجی کی صورت میں ہوتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جب اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ پہنچے تو سب کے سب ہم آہنگ ہوکر زبان شوق سے یہ رجز پڑھنے لگے

غدا نلقى الاحبه　　محمدا وحزبه

ہم کل اپنے دوستوں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے گروہ سے ملیں گے۔

مصافحہ کی رسم سب سے پہلے ان ہی لوگوں نے ایجاد کی جو اظہار شوق ومحبت کا ایک لطیف ذریعہ ہے۔

دربار نبوت کی غیر حاضری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک بڑا جرم تھا۔ ایک دن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے پوچھا کہ "تم نے کب سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت نہیں کی۔" بولے، اتنے دنوں سے"۔ اس پر انھوں نے ان کو برا بھلا کہا تو بولے۔ چھوڑو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جاتا ہوں، ان کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا اور اپنے اور تمھارے لئے استغفار کی درخواست کروں گا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، الحدیث: ۳۸۰۶، ج۵، ص۴۳۱)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد یہی شوق تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار کی طرف کھینچ لاتا تھا۔ ایک بار حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ آئے اور مزار پاک پر اپنے رخسار رکھ دیئے۔ مروان نے دیکھا تو کہا، کچھ خبر ہے، یہ کیا کرتے ہو؟ فرمایا میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہوں۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابوایوب انصاری، الحدیث: ۲۳۶۴۶، ج۹، ص۱۴۸)

شوقِ دیدارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ایمان کا باعث ہوتا تھا اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے۔ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو تشنگانِ دیدار میں جن لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کی دید سے اپنا ایمان تازہ کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ، الحدیث:۳۹۰۶، ج۲، ص۵۹۳)

حجۃ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں لے لیا، بدو آ کر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے اور کہتے تھے: "یہ مبارک چہرہ ہے"۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت کے زمانہ میں جب حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حالتِ نماز میں ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ سوچا نماز ہی توڑ دیں اور اس جمالِ بے مثال کا آج جی بھر کر نظارہ کرلیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان وجھہ ورقۃ مصحف ماراء ینا منظرا کان اعجب الینا من وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین وضح لنا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ، الحدیث: ۶۸۱، ج۱، ص۲۴۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف تھا ہم نے کوئی منظر ایسا نہ دیکھا جو ہمیں رخ انور کے اس منظر سے زیادہ خوشگوار ہو جب چہرہ مبارک ہم پر نمودار ہوا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنکھیں صرف اس لئے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا۔ لیکن جب خدا عزوجل نے ان کو اس شرف سے محروم کردیا تو، وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہوگئے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے تو انھوں نے کہا کہ ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار تھا۔ لیکن جب آپ کا وصال ہوگیا، تو اگر میرے عوض تبالہ کی ہرنیاں اندھی ہوجائیں اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہیں۔

(الادب المفرد، باب العیادۃ من الرمد، الحدیث: ۵۴۳، ص۱۵۳)

شوقِ صحبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ایک ایسی دولت جاودانی تھا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر قسم کے دنیوی مال ومتاع کو قربان کردیتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں، خداعزوجل مال غنیمت دے گا تو تم کو معتدبہ حصہ دوں گا۔ بولے، میں مال کے لئے مسلمان نہیں ہوا صرف اس لئے اسلام لایا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض صحبت حاصل ہو۔ (الادب المفرد، باب المال الصالح للمرء الصالح، الحدیث:۳۰۲،ص۹۶)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیوی تعلقات سے آزاد ہو جاتے تھے وہ صرف آستانہ نبوت سے وابستگی پیدا کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں تو بچوں کو ان کے چچا نے لے لیا۔ اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات وتلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھاتی رہیں۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ قیلۃ بنت مخرمۃ، ج۸،ص۲۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی قدر دور مقام عالیہ میں رہتے تھے اس لئے روزانہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض صحبت سے متمتع نہ ہو سکتے تھے۔ تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے اور دوسرے روز اپنے اسلامی بھائی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات وارشادات سے محروم نہ رہنے پائیں۔ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، الحدیث:۸۹،ج۱،ص۵۰)

دنیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فیض صحبت اٹھانے کے ساتھ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خواہش کی کہ آخرت میں بھی یہ دولت جاودانی نصیب ہو، حضرت ربیعہ بن کعب اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی تمنا ظاہر کی اور مژدہ جانفزا سے سرفراز ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت کا اثر

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چونکہ نہایت خلوص وصفائے قلب کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد اور ہدایت سے فیض یاب ہونے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اس لئے ان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر شدت سے پڑتا تھا، ایک بار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کیا بات ہے کہ جب ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہو جاتے ہیں، زہد وآخرت کا خیال غالب ہو جاتا ہے، پھر جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں اہل وعیال سے ملتے جلتے ہیں اور بچوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بات باقی نہیں رہتی۔" ارشاد ہوا کہ اگر یہی حالت قائم رہتی تو فرشتے خود تمہارے گھروں میں تمہاری زیارت کو آتے۔

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمھا، الحدیث:۲۵۳۴،ج۴،ص۲۳۶)

ایک بار حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرے، دریافت حال پر بولے "حنظلہ منافق ہو گیا، ہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو ہمارے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔ پھر گھر میں آ کر اہل و عیال سے ملتے ہیں اور کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو اس حالت کو بھول جاتے ہیں۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہے، چلو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ حالت قائم رہتی تو فرشتے تمھاری مجلسوں میں، تمھارے بستروں پر، اور تمھارے راستوں میں آ کر تم سے مصافحہ کرتے۔ اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا ضروری نہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ۱۲۴، الحدیث: ۲۵۲۲، ج ۴، ص ۲۳۰)

استقبال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تو آپ کے ساتھ طبل و علم، لاؤ لشکر خیمہ و خرگاہ کچھ نہ تھا، صرف سواری کی دو اونٹنیاں تھیں، اور ساتھ میں ایک جاں نثار رفیق سفر تھا لیکن یہ بے سروسامان قافلہ جس دن مدینہ پہنچا، مدینہ مسرت کدہ بن گیا۔ عورتوں، بچوں اور لونڈیوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے۔ ہجرت کی خبر پہلے سے مدینہ میں پہنچ گئی تھی اس لئے تمام مسلمان صبح تڑکے گھر سے نکل کر مدینہ کے باہر استقبال کے لئے جمع ہوتے، دوپہر تک انتظار کر کے واپس چلے جاتے۔

ایک دن حسب معمول لوگ انتظار کر کے چلے گئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھ کر با آواز بلند پکارا کہ اہل عرب! لو تمھارے صاحب آ پہنچے، تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دفعۃً اُمنڈ پڑے اور ہتھیاروں سے سج سج کر گھروں سے نکل آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قباء میں تشریف لائے اور خاندانِ بنو عمرو بن عوف کے یہاں اترے تو تمام خاندان نے اللّٰہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ انصار ہر طرف سے آتے اور جوش عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر الی المدینۃ للھجرۃ، ج ۱، ص ۱۸۰)

انصار میں جن لوگوں نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو اب تک نہیں دیکھا تھا، وہ شوق دیدار میں بے تاب تھے۔ لیکن آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دھوپ سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سر پر چادر تانی، تو سب کو اس کے سایہ میں آفتاب نبوت نظر آیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قباء سے مدینہ کی خاص آبادی کی طرف چلے تو جاں نثاروں کا جھرمٹ ساتھ تھا۔ ایک مقام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ٹھہر گئے اور انصار کو طلب فرمایا۔ سب لوگ حاضر ہوئے، سلام عرض کیا، اور کہا کہ سوار ہوں، کوئی خطرہ نہیں۔ ہم لوگ فرماں برداری کے لئے حاضر ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور انصار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گرداگرد ہتھیار باندھے ہوئے تھے۔

قباء سے مدینہ تک دَو رَویہ جاں نثاروں کی صفیں تھیں۔ راہ میں انصار کے خاندان آتے تو ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا کہ حضور یہ گھر ہے، یہ مال ہے۔ کوکب نبوت شہر کے متصل پہنچا تو ایک عام غل پڑ گیا۔ لوگ بالاخانہ سے جھانک جھانک کر دیکھتے تھے، اور کہتے تھے: ''رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آئے، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہٖ وسلم آئے''۔(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی واصحابہ الی المدینۃ، الحدیث:۳۹۱۱، ج۲،ص ۵۹۶)

پردہ نشین خواتین جوشِ مسرت میں یہ ترانہ گاتی تھیں

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا   ما دعا للہ داع

''کوہِ وداع کی گھاٹیوں کے برج سے بدر کامل طلوع ہوا ہے۔ جب تک دعا کرنے والے دعا کریں ہم پر شکر واجب ہے۔''

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی تو قبیلہ بنو نجّار کی بچیاں دف بجابجا کر یہ شعر گانے لگیں۔

نحن جوار من بنی النجار   یا حبذا محمد من جار

''ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیسے اچھے ہمسایہ ہیں۔''

(وفاء الوفا، الباب الثالث، الفصل الحادی عشر، ج۱،ص ۲۶۲)

ضیافتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

اگر خوش قسمتی سے کبھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت ومیزبانی کا شرف حاصل ہوجاتا تو وہ نہایت عزت ومحبت اور ادب واحترام کے ساتھ اس فرض کو بجالاتے تھے۔

ایک بار ایک انصاری نے خدمت مبارک میں گزارش کی کہ نہایت لحیم وشحیم آدمی ہوں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوسکتا، آپ میرے مکان پر تشریف لاکر نماز ادا فرمایئے تاکہ میں اس طرح نماز پڑھا کروں، انھوں نے پہلے کھانا بھی تیار کر رکھا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے، اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی الحصیر، الحدیث:۶۵۷، ج۱،ص ۲۶۳)

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابوہیثم بن تیہان الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے لپٹ گئے اور قربان ہونے لگے، پھر سب کو باغ میں لے گئے، فرش بچھایا، اور کھجوریں توڑ کر آپ کے سامنے رکھ دیں کہ خود دست مبارک سے چن چن کر تناول فرمائیں، اس کے بعد اٹھے اور بکری ذبح کی اور سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبیصلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث:۲۳۷۶، ج۴،ص ۱۶۳)

ایک روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے جانے کا وعدہ کیا، انھوں نے نہایت اہتمام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دعوت کا سامان کیا۔ اور زوجہ سے کہا، دیکھو رسول اللہ

عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ہیں تمہاری صورت نظر نہ آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ دینا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بات چیت نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو بستر بچھایا، تکیہ لگایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مصروف خواب استراحت ہوئے، تو غلام سے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے جاگنے سے پیشتر بکری کے اس بچے کو ذبح کرکے پکالو، ایسا نہ ہو کہ آپ منہ ہاتھ دھونے کے ساتھ ہی روانہ ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے تو فوراً دستر خوان سامنے آیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھاتے تھے اور قبیلہ بنوسلمہ کے تمام لوگ دور ہی دور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے، کہ قریب آتے تو شاید آپ کو تکلیف ہوتی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کھانے سے فارغ ہو کر روانہ ہوئے، تو ان کی زوجہ نے پردہ میں سے عرض کیا: یارسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر اور میرے شوہر پر نزول رحمت کی دعا کرتے جائیے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، خدا عزوجل تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غسل کرایا۔ نہانے کے بعد زعفرانی رنگ کی چادر اڑھائی، پھر کھانا کھلایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رخصت ہوئے تو سواری حاضر کی، اور اپنے بیٹے کو ساتھ کر دیا کہ گھر تک پہنچا آئیں۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان، الحدیث: ۵۱۸۵، ج۴، ص۴۴۵)

کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود کسی چیز کی خواہش ظاہر فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کو تیار کرکے پیش کرتے، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کاش میرے پاس گیہوں کی سفید روٹی گھی اور دودھ میں چپڑی ہوئی ہوتی، ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اٹھے اور تیار کرا کے لائے۔ (سنن ابی داود، کتاب الاطعمۃ، باب فی الجمع بین لونین من الطعام، الحدیث: ۳۸۱۸، ج۳، ص۵۰۳)

بعض صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن خود کوئی نئی چیز پکا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آٹا چھانا، اور اس کی چپاتیاں تیار کرکے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ بولیں ہمارے ملک میں اس کا رواج ہے میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی اس قسم کی چپاتیاں تیار کروں۔ لیکن آپ نے کمال زہد وورع سے فرمایا کہ آٹے میں چوکر ملالو پھر گوندھو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الحواری، الحدیث: ۳۳۳۶، ج۴، ص۴۲)

نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

قرآن مجید کے مواعظ اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات طیبہ نے اگر چہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں شاعری کے دفتر پر پانی پھیر دیا تھا۔تاہم بلبلان باغ قدس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں کبھی کبھی زمزمہ خواں ہوجاتے تھے،اور چونکہ یہ اشعار سچے دل سے نکلتے تھے،اور سچی تعریف پر مشتمل ہوتے تھے،اس لئے دلوں پر اثر ڈالتے تھے۔حضرت عبداللہ بن رواحہ،حضرت کعب بن زبیر،اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم کا یہ خاص مشغلہ تھا۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند مدحیہ اشعار بخاری میں مذکور ہیں۔

وفینا رسول اللہ یتلو کتاب

اذا انشق معروف من الفجر ساطع

''یعنی ہم میں خداعزوجل کا پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہے جب صبح نمودار ہوتی ہے تو خداعزوجل کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔''

ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا بہ موقنات ان ماقال واقع

''گمراہی کے بعد اس نے ہم کو راہ راست دکھائی،اسلئے ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ جو کچھ اس نے فرمایا وہ ضرور ہو کر رہے گا۔''

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ

اذاستثقلت بالمشرکین المضاجع

''وہ راتوں کو شب بیداری کرتا ہے،حالانکہ اس وقت مشرکین گہری نیند سوتے ہیں۔''

(صحیح البخاری،کتاب التھجد،باب فضل من تعار من اللیل فصلی،الحدیث:۱۱۵۵،ج۱،ص۳۹۱)

حضرت کعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا،تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: کہ اسکو سنو!

غزوہ تبوک سے واپسی پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نعت سنانے کی اجازت طلب کی اور انھوں نے پیش کی۔اس طرح بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہی،جن میں سے بہت سی نعتیں "المدیح النبوی" میں مندرج ہیں۔

رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے اور اس سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک بار کسی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آباواجداد میں کسی کو برا بھلا کہا،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو

فرمایا کہ ''عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں، ہمارے مردوں کو برا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دل دکھیں۔'' یہ سنکر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں، ہمارے لئے استغفار کیجئے۔ (سنن النسائی، کتاب القسامۃ، باب القود من اللطمۃ، ج۸، ص۳۳)

ایک بار کسی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے روزے کے متعلق پوچھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نا گوار گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا:

رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا ، نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ.

ترجمہ: ہم نے خدا عزوجل کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر مانا ہے، اور خدا عزوجل اور خدا کے رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔'' اس فقرے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ختم ہوگئی۔

(سنن ابی داود، کتاب الصوم، باب فی صوم الدھر، الحدیث: ۲۴۲۵، ج۲، ص۴۷۳)

اس لئے اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی ناگوار واقعہ سے کبیدہ خاطر ہوجاتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر ممکن تدبیر سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے ایلاء کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو راضی کرنا چاہا، اور در دولت پر تشریف لے گئے۔ دربان نے روک لیا۔ سمجھے کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یہ خیال ہے کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاطر آئے ہیں۔ اسلئے دربان سے کہا کہ اگر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خیال ہے تو کہدو کہ خدا عزوجل کی قسم! آپ حکم دیں تو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن اڑا دوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے آچکے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسانے کیلئے کہا اگر بنت خارجہ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) مجھ سے نان ونفقہ طلب کرتیں تو میں اٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا، آپ ہنس پڑے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں۔ دونوں بزرگ اٹھے اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی گردن توڑنی چاہی اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو (اس وقت) آپ کے پاس (موجود) نہیں ہے۔ (صحیح المسلم، کتاب الطلاق، باب بیان أن تخییر امرأتہ لایکون طلاقا الابالنیۃ، الحدیث ۱۴۷۸، ص۷۸۳)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قطع کلام کرلیا اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی یہی حکم دیا، تو ان کو سب سے زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی کی فکر تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد تھوڑی دیر تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے، اس حالت میں وہ آتے اور سلام کرتے اور دل میں کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے متصل

نماز پڑھتے اور کن انکھیوں سے آپ کی طرف دیکھتے جاتے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک....الخ، الحدیث:۴۴۱۸، ج۳،ص۱۴۷)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن ساتھ تھیں، سوء اتفاق سے راستے میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس قدر ان کو رونے سے منع فرماتے تھے اس قدر وہ اور زیادہ روتی تھیں۔ جب کسی طرح چپ نہ ہوئیں، تو انکو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگوں کو منزل کرنے کا حکم دیا، اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت صفیہ کو خیال ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہوگئے، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی کی تدبیریں اختیار کیں۔

اس غرض سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کردیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آمادگی ظاہر کی، اور ایک دوپٹا اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے، اس کے بعد آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں، اور خیمہ کا پردہ اٹھایا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ تمھارا دن نہیں ہے بولیں: ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ (ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (پ۶، المائدۃ:۵۴)) (المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث صفیۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، الحدیث:۲۶۹۳۰، ج۱۰، ص۲۵۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنی ناراضگی کا اظہار علانیہ طور پر نہیں فرماتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کے چشم وابرو سے اس کا احساس ہوجاتا تھا تو فوراً آپ کو راضی کرتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک راستے سے گزرے، راہ میں ایک بلند قبہ نظر سے گزرا تو فرمایا یہ کس کا ہے، لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ کو یہ شان وشوکت ناگوار ہوئی، مگر اس کا اظہار نہیں فرمایا، کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے، اور سلام کیا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رخ انور پھیر لیا، بار بار یہ واقعہ پیش آیا تو انھوں نے دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا ذکر کیا، سبب معلوم ہوا تو انھوں نے قبہ کو گرا کر زمین کے برابر کردیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الادب، باب ماجاء فی البناء، الحدیث:۵۲۳۷، ج۴، ص۴۶۰)

ناراضگی کے بعد اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوجاتے تو گویا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دولت جاوید مل جاتی، ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں تھے، حضرت ابورُہم رضی اللہ عنہ کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جارہی تھی، حضرت ابورہم رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سخت چمڑے کے جوتے تھے، اونٹنیوں میں مزاحمت ہوئی تو ان کے جوتے کی نوک سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ساق مبارک میں خراش آگئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاؤں میں کوڑا مار کر فرمایا: تم نے مجھ کو دکھ دیا، پاؤں ہٹاؤ، وہ سخت گھبرائے کہ کہیں میرے بارے میں کوئی آیت نازل

نہ ہو جائے۔

مقام جعرانہ میں پہنچے تو گو کہ ان کی اونٹ چرانے کی باری نہ تھی، تاہم اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد میرے بلانے کے لئے نہ آ جائے، صحرا میں اونٹ چرانے کے لئے نکل گئے، شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم نے اذیت پہنچائی، اور میں نے بھی تمہیں کوڑا مارا، جس سے تمہیں اذیت پہنچی، اسکے عوض میں یہ بکریاں لو، ان کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ رضامندی میرے لئے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب تھی۔ (الطبقات الکبری، تذکرۃ ابورُھم الغفاری، ج ۴، ص ۱۸۴)

غمِ ہجرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو محبت تھی، اس کا اثر آپ کی زندگی میں جن طریقوں سے ظاہر ہوتا تھا، اس کا حال اوپر گزر چکا، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، اس محبت کا اظہار صرف گریہ وبکاء، آہ وفریاد اور نالہ وشیون کے ذریعہ سے ہوسکتا تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے غم میں یہ دردانگیز صدائیں اس زور سے بلند کیں کہ مدینہ بلکہ کل عرب کے درودیوار ہل گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر موت کے آثار بتدریج طاری ہوئے۔ جمعرات کے دن علالت میں اشتداد پیدا ہوا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ دن یاد آتا تھا، تو کہتے تھے، جمعرات کا دن، ہائے جمعرات کا دن، وہ جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی علالت میں شدت آئی، نزع کا وقت قریب آیا تو غشی طاری ہوئی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاتہ، الحدیث: ۴۴۳۱، ج ۳، ص ۱۵۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھیں "واکرباہ" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو یہ الفاظ کہکر آپ پر روئیں،

یاابتاہ! اجاب ربا دعاہ، یا ابتاہ! من جنة الفردوس ماواہ یا ابتاہ! الیٰ جبرئیل علیہ السلام ننعاہ۔

"لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تدفین کرکے آئے تو انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہایت دردانگیز لہجے میں پوچھا، کیوں انس، کیسے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی دینا تمہیں گوارا ہوا؟ (المرجع السابق، الحدیث: ۴۴۶۲، ص ۱۶۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مجھے کسی کا مرض الموت نہیں کھلتا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۴۴۴۶، ص ۱۵۶)

یہ تو اہل بیت کی حالت تھی۔ اہل بیت کے علاوہ اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم غم والم کی تصویر بنے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں گریہ کناں تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو یقین دلا رہے تھے کہ ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت آکر دیکھی تو کسی سے بات چیت نہیں کی، سیدھے آپ کے

جسد اطہر مبارک تک چلے گئے، وجہ انور سے کپڑا ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور روئے۔ وہاں سے نکل کر لوگوں کو سمجھایا تو سب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی موت کا یقین آیا۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۴۴۵۳۔۴۴۵۴، ج ۳، ص ۱۵۸)

ایک شخص صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلق واضطراب کا یہ عالم دیکھ کر مدینہ سے عمان آیا تو لوگوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی اور کہا کہ میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ انکے سینے دیگچی کی طرح ابال کھا رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن ابی لیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت میں بچہ تھا، لوگ اپنے سروں اور کپڑوں پر خاک ڈال رہے تھے۔ اور میں ان کے گریہ وبکا کو دیکھ کر روتا تھا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ عبداللہ بن ابی لیلیٰ، ج ۳، ص ۳۸۳)

مدینہ کے باہر جب یہ غمناک خبر پہنچی تو قبیلہ باہلہ کے لوگوں نے اس غم میں اپنے خیمے گرا دیئے اور متصل سات رات تک ان کو کھڑا نہیں کیا۔ (اصابہ، تذکرۃ جہم بن کلدہ الباھلی، ج ۱، ص ۶۴۰)

تَفْوِیْض اِلَی الرَّسُوْل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کر دی تھی اور اپنی ذات اور اپنی آل اولاد کو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا تھا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں، ان سے ایک طرف تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو نہایت دولتمند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق ان سے گفتگو کی تھی، جنکی فضیلت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو مجھے دوست رکھتا ہے چاہئے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھے۔ لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور کہا میرا معاملہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہے جس سے چاہے نکاح کر دیجیے۔ (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب الخطبۃ فی النکاح، ج ۶، ص ۷۰۔۷۱)

حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنی تین لڑکیوں کے نکاح کے متعلق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت کر گئے تھے، جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فریعہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حبیط بن جابر سے کر دیا۔

(اسد الغابۃ، تذکرۃ فریعۃ بنت ابی امامۃ، ج ۷، ص ۲۵۳)

انصار کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی جانے بغیر اپنی بیواؤں کی شادی نہیں کرتے تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے فرمایا: تم اپنی لڑکی کا نکاح کر دو، وہ تو منتظر ہی تھے، باغ باغ ہو گئے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اپنے لئے نہیں بلکہ جلیبب کے لئے پیغام دیتا ہوں، جلیبب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو عورتوں کے ساتھ ظرافت اور مذاق کی باتیں کیا کرتے تھے، اس لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے، انھوں نے جلیبب کا نام سنا تو بولے، اس کی ماں سے مشورہ کر لوں، ماں نے جلیبب کا نام سنا تو انکار کر دیا۔ لیکن لڑکی نے کہا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی بات نامنظور نہیں کی جا سکتی مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دو، آپ مجھے ضائع نہ کریں گے۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، مسند البصریین، الحدیث ابی برزۃ الاسلمی، الحدیث: ۱۹۸۰۵، ج ۷، ص ۱۸۴)

ہیبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وقار و عظمت کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے سامنے اس قدر مرعوب ہو جاتے تھے کہ جسم میں رعشہ پڑ جاتا تھا۔

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ لیکن دو شخص جو مسجد کے ایک گوشہ میں تھے، شریک نماز نہیں ہوئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باز پرس کے لئے طلب فرمایا، تو وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ جسم میں لرزہ پڑ گیا۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب فیمن صلی فی منزلہ..... الخ، الحدیث: ۵۷۵، ج ۱، ص ۲۳۷)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بات چیت کی لیکن ان پر اسقدر رعب طاری ہوا کہ جسم میں رعشہ پڑ گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھبراؤ نہیں میں تو اس عورت کا لڑکا ہوں جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

ایک بار ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان پر آپ کے اس خشوع وخضوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھیں۔ (سنن الترمذی، الشمائل، باب ماجاء فی جلسۃ رسول اللہ، الحدیث: ۱۲۶، ج ۵، ص ۵۲۵)

اس رعب وداب کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لب کشائی کی جرأت نہ کر پاتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر یا ظہر کی نماز میں صرف دو رکعتیں ادا فرمائیں، بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ رکعات نماز میں کمی کر دی گئی۔ جماعت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت سے کچھ پوچھ نہیں سکتے تھے بالآخر حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ آپ بھول گئے یا نماز میں کمی ہوئی، تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کی تائید کی لیکن زبان نہ ہل سکی، بلکہ اشاروں میں حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب السھو فی السجدتین، الحدیث: ۱۰۰۸، ج ۱، ص ۳۷۷)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے صحابی تھے۔ لیکن ان کا بیان ہے کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ نہیں بیان کر سکتا۔ کیوں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں کی۔
(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ..... الخ، الحدیث: ۱۲۱، ص ۷۴)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بچوں تک کے رگ وریشہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رعب وداب سرایت کر گیا تھا۔ ایک بار حضرت ابادر رضی اللہ عنہ بچپن میں باپ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار ہوا تو ان کے باپ نے پوچھا کہ جانتے ہو کہ کون ہیں؟ بولے نہیں'' کہا کہ رسول اللہ

عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔'' یہ سننے کے ساتھ ہی ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ان کا خیال تھا کہ آپ کی شکل وصورت آدمیوں سے مختلف ہوگی ،لیکن آپ کو نظر آیا کہ آپ بھی آدمی ہی ہیں،اور آپ کے سر پر زلفیں ہیں۔

(المسند لامام احمد بن حنبل ،مسند ابی رمثۃ ،الحدیث ۱۳۱۷، ج ۳ ص ۶۹۸)

اطاعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طوع ورضا کے ساتھ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے تھے اس کے متعلق احادیث میں نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہیں۔ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہوسکے گا۔

ایک بار حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے رنگوارہی تھیں،آپ گھر میں آئے ،تو الٹے پاؤں واپس ہوگئے،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ منہ سے کچھ نہیں فرمایا تھا،تاہم حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہِ عتاب کو جان گئیں،اور تمام کپڑوں کے رنگ کو دھوڈالا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے یہ ناپسند فرمایا۔فوراً گھر میں آئے اور اس کو چولھے میں ڈال دیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحمرۃ، الحدیث:۴۰۷۱، ج ۴،ص ۷۴)

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو نیچا تہبند باندھتے تھے اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے،ایک روز سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:خریم اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا اچھا آدمی تھا،اگر لمبے بال نہ رکھتا،اور نیچا تہبند نہ باندھتا،ان کو معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی،اس سے بال کترے اور تہبند اونچا کرلیا۔

(سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، الحدیث:۴۰۸۹، ج ۴،ص ۸۰)

بیوی سب کو عزیز ہوتی ہے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تخلفِ غزوۂ تبوک کی بناء پر تمام مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کرنے کا حکم دیا،اور آخر میں ان کو زوجہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی تو بولے طلاق دیدوں یا اور کچھ؟ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا صرف علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ انھوں نے فوراً زوجہ کو میکے میں بھیج دیا۔(صحیح البخاری،کتاب المغازی ،باب حدیث کعب بن مالک....الخ،الحدیث:۴۴۱۸،ج ۳،ص ۱۴۸)

شادی کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہے،لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اطاعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان معاملات میں غوروفکر کرنے سے بے نیاز بنادیا تھا،حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ایک نہایت مفلس صحابی تھے۔ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا اور فرمایا:جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں نکاح کرلو،وہ آئے اور کہا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے یہاں فلاں لڑکی سے نکاح کرنے کے لئے بھیجا ہے، سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ناکام نہیں جاسکتا۔چنانچہ فوراً انھوں نے انکی شادی کروائی اور تحائف دیئے۔(المسند لامام احمد بن حنبل، حدیث ربیعۃ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ،

حدیث: ۷۷۔۱۶۵، ج ۵، ص ۵۶۹)

پابندی احکامِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے جو احکام وقتی ہوتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فوراً ان کی تعمیل کرتے تھے ۔اور جو دائمی ہوتے ہمیشہ اس کے پابند رہتے تھے اور اس کے خلاف کبھی ان سے کوئی حرکت صادر نہیں ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں عورتیں بھی شریک جماعت ہوتی تھیں۔ اس حالت میں اقتضائے کمال عفت و عصمت یہ تھا کہ ان کے لئے مسجد کا ایک دروازہ مخصوص کر دیا جائے۔ اس بنا پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا: " لو ترکنا ھذا الباب للنسآء " کاش ہم یہ دروازہ صرف عورتوں کے لئے چھوڑ دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ تادم مرگ اس دروازہ سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب التشدید فی ذالک، الحدیث: ۵۷۱، ج ۱، ص ۲۳۵)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال کو بھی خشک چھوڑ دیا اس پر دوزخ میں عذاب ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر جس شدت سے عمل کیا اس کو خود انھوں نے بیان کیا ہے۔ فَمِنْ ثَمَّ عَادَیْتُ رَأْسِی یعنی اس دن سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی اور برابر بال ترشواتے رہے۔ حدیث میں ہے کہ یہ فقرہ انھوں نے تین بار فرمایا۔ (سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ، باب فی الغسل من الجنابۃ، الحدیث: ۲۴۹، ج ۱، ص ۱۱۷)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے شوہر کے علاوہ دیگر اعزہ کے سوگ کے لئے تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنھن نے اسکی اس شدت سے پابندی کی جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی کا انتقال ہو گیا، تو غالباً چوتھے دن انھوں نے خوشبو لگائی، اور کہا کہ مجھ کو خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے منبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں، اس لئے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔"

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد نے انتقال کیا تو انھوں نے تین روز کے بعد اپنے رخساروں پر خوشبو ملی اور کہا مجھے اسکی ضرورت نہ تھی، صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی۔ (سنن ابی داود، کتاب الطلاق، باب احداد المتوفی عنہا زوجہا، الحدیث: ۲۲۹۹، ج ۲، ص ۴۲۲)

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سفر جہاد میں کسی منزل پر قیام فرماتے تھے تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تفرق و تشتت شیطان کا کام ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی اس شدت سے پابندی کی کہ جب بھی منزل پر اترتے تھے تو اس قدر سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر تان لی جاتی تو سب کے سب اس کے نیچے آجاتے۔ (سنن ابی داود، کتاب الجھاد، باب مایؤمر من انضمام العسکر، الحدیث: ۲۶۲۸، ج ۳، ص ۵۸)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے متعلق جو احکام جاری فرمائے تھے ان میں ایک یہ تھا۔ " لایبع حاضر لباد "

شہری آدمی بدویوں کا مال نہ بکوائے (یعنی اس کا دلال نہ بنے)

ایک بار ایک بدوی کچھ مال لیکر آیا تو حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے یہاں اترا لیکن انھوں نے کہا کہ میں خود تو تمہارا سودا نہیں بکوا سکتا، البتہ بازار میں جاؤ بائع کی تلاش کرو میں صرف مشورہ دیدونگا۔

(سنن ابی داود، کتاب الاجارۃ، باب فی النھی أن یبیع حاضر لباد، الحدیث: ۳۴۴۱، ج ۳، ص ۳۷۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے مداین کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا، انھوں نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ میں نے اس کو منع کیا تھا، یہ باز نہ آیا، رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔(سنن ابی داود، کتاب الاشربۃ، باب فی الشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ، الحدیث: ۳۷۲۳، ج ۳، ص ۴۷۳)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یمن کی گورنری پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک مجرم کو دیکھا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سواری سے اترنے کے لئے کہا لیکن انھوں نے مجرم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے یہودی تھا اسلام لایا پھر مرتد ہوگیا ہے، فرمایا جب تک خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق قتل نہ کر دیا جائیگا، میں نہ بیٹھوں گا۔ انھوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا، لیکن ان کا یہی جواب تھا، چنانچہ جب وہ قتل ہو چکا تو سواری سے اترے۔

(سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد، الحدیث: ۴۳۵۴، ج ۴، ص ۱۶۹)

لیکن اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو تقریباً بیس دن تک سمجھایا، لیکن جب وہ راہ راست پر نہ آیا تو قتل کر دیا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۴۳۵۶، ج ۴، ص ۱۷۰)

ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں آئے ایک شخص نے اٹھ کر ان کے لئے اپنی جگہ خالی کر دی تو انھوں نے اس کی جگہ بیٹھنے سے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب فی الرجل یقوم للرجل من مجلسہ، الحدیث: ۴۸۲۷، ج ۴، ص ۳۳۹)

ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک سائل آیا، انھوں نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا، پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا تو انھوں نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا۔ لوگوں نے اس تفریق پر اعتراض کیا تو بولیں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "انزلو الناس منازلھم" ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق برتاؤ کرو۔

(سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، الحدیث: ۴۸۴۲، ج ۴، ص ۳۴۳)

ایک بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ راستے میں مرد عورتیں مل جل کر چل رہے ہیں۔ عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: پیچھے رہو تم وسط راہ سے نہیں گزر سکتیں۔ اس کے بعد یہ حال ہوگیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے سے چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے۔ (المرجع السابق، باب فی مشی النساء مع

الرجال فی الطریق، الحدیث:۵۲۷۲،ج۴،ص۴۷۰)

حضرت محمد بن اسلم رضی اللہ عنہ نہایت کبیر السن صحابی تھے۔لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انھوں نے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں نماز نہیں پڑھی تو کہتے کہ خداعزوجل کی قسم! میں نے مسجد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نماز نہیں پڑھی، حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ میں آئے تو جب تک اس مسجد میں دورکعت نماز نہ پڑھ لے گھر واپس نہ جائے، یہ کہہ کر چادر اٹھاتے اور مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام میں دورکعت نماز پڑھ کے گھر واپس آتے۔ (اسد الغابۃ،تذکرۃ محمد بن اسلم الانصاری،ج۵،ص۸۰)

غزوہ احزاب میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائیں، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں، وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہے ہیں، کمان میں تیر جوڑ لیا اور نشانہ لگانا چاہا، لیکن رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یاد آ گیا اور رک گئے۔

(صحیح لمسلم، کتاب الجہادوالسیر ، باب غزوۃ الأحزاب، الحدیث:۱۷۸۸،ص۹۸۸)

جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابورافع بن ابی الحقیق کو قتل کرنے گئے تھے ان کو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچوں اور عورتوں کو نہ قتل کریں۔ان لوگوں نے اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس قدر شور کیا کہ قریب تھا ان کا راز فاش ہو جاتا،لیکن ان لوگوں نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اٹھانا پسند نہ کیا۔(الموطا امام مالک، کتاب الجہاد، باب النھی عن قتل النساء، والولدان فی الغزو، الحدیث:۱۰۰۲،ج۲،ص۸)

ادب حرم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے صحابہ کرام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سجدے میں گر پڑے، لوگوں نے کہا آپ اس وقت سجدہ کرتے ہیں؟ بولے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کرلیا کرو، پھر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی موت سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہوگی۔(سنن ابی داود، کتاب صلاۃ الاستقاء، باب السجود عند الآیات، الحدیث:۱۱۹۷،ج۱،ص۴۴۰)

مقام سرف میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اٹھایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھے بولے کہ"یہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت وجنبش نہ دو۔"(سنن النسائی، کتاب النکاح، باب ذکر امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النکاح .... الخ،ج۵،ص۵۳)

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عزت ومحبت کی وجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر اپنی جائیدادیں وقف کرتے

تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو جائیداد دی تھی جو ۴۰ ہزار دینار میں فروخت کی گئی اور ایک باغ بھی وقف کیا تھا جو چار لاکھ درہم میں فروخت کیا گیا۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبدالرحمٰن بن عوف۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۷۷۰۔۳۷۷۱، ج۵، ص۴۱۷)

خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ادب واحترام کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے، جب ان کے پاس میوہ یا اور کوئی چیز آتی تو ان پیالوں میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خدمت میں بھیجتے تھے۔

(المؤطا لامام مالک، کتاب الزکوۃ، باب جذیۃ اھل الکتاب والمجوس، الحدیث: ۶۳۰، ج۱، ص۲۵۷)

۲۳ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو سواریوں کے ساتھ کردیا تھا۔ یہ لوگ آگے آگے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن منزل پر اترتی تھیں، تو خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں قیام کرتی تھیں۔ حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(الطبقات الکبری، تذکرۃ تولیۃ عبدالرحمٰن الشوری والحج، ج۳، ص۹۹)

صحابۂ کرام کا عشقِ رسول

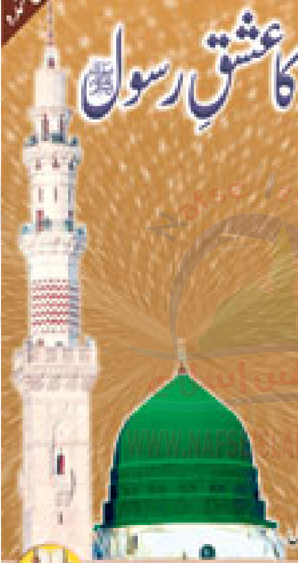

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)
شعبۂ تخریج

مکتبۃ المدینہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ردعمل

حالتِ تحیُّر: مسلمانوں کو جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحلت کی اطلاع ملی تو وہ ششدر وساکت رہ گئے، ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فوت نہیں ہوئے، صرف حالت بے ہوشی میں ہیں، چنانچہ انھوں نے مسجد میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

بعض منافقین یہ خبر اڑا رہے ہیں کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہوگئے، لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ وہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرح اپنے رب عزوجل کے پاس گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی قوم میں چالیس دن موجود نہ رہے تھے اور ان کی غیر حاضری میں لوگوں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ وہ فوت ہوگئے، لیکن جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آگئے اسی طرح محمد رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم واپس آئیں گے اور وہ لوگ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کی خبر مشہور کر رہے ہیں ان کے ہاتھ پاؤں قلم کریں گے۔

انکشافِ حقیقت: اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا خاموش ہو جاؤ، لیکن وہ اپنی تقریر میں منہمک رہے۔ تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا: جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو! سب لوگ متوجہ ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم میں سے جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو فوت ہوگئے لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں۔ اس کے بعد سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۝ (پ۴، اٰل عمران:۱۴۴)

ترجمہ کنزالایمان: اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ آیت پڑھی تو لوگ ایسے ہوگئے کہ گویا انھوں نے کبھی پہلے یہ آیت سنی ہی نہ تھی۔ اس وقت لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کو سن کر اپنی یاد تازہ کرلی، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا بیان ہے جس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے میں نے یہ آیت سنی مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا میرے پاؤں کٹ گئے میں کھڑا نہ رہ سکا اسی وقت زمین پر گر پڑا

اور میں نے جانا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوگیا۔ (مدارج النبوت، باب دوم، درذکر وقائع...الخ، ج۲،ص۴۳۳،۴۳۴)

غم والم کے بادلوں کا چھاجانا

﴿۱﴾آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس غم والم کے موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے: ''میرے پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا، آہ جبرائیل علیہ السلام کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کی خبر کون پہنچائے؟ الٰہی عزوجل! روح فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو روح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچادے۔ الٰہی عزوجل! مجھے دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے مسرور کردے۔ الٰہی عزوجل! مجھے اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے بے نصیب نہ رکھنا اور روز محشر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ فرمانا۔''

﴿۲﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سانحہ عظیم پر اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ہائے افسوس! وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جس نے فقر کو غنا پر، اور مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی، افسوس! وہ معلم دین جو گناہ گار امت کی فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا، ہم سے رخصت ہوگیا۔ جس نے ہمیشہ صبر وثبات سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا، جس نے برائیوں پر کبھی توجہ نہ کی، جس نے نیکی اور احسان کے دروازے کبھی ضرورت مندوں پر بند نہ کئے، جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا رسانی کا گردوغبار کبھی نہ بیٹھا۔

﴿۳﴾حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ ساری امت کے جذبات رنج وغم کے ترجمان ہیں۔

''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نثار، آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی وفات سے نہ گئی تھی، یعنی غیب کی خبروں، اور وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی موت صدمہ عظیم ہے۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا، اور آہ وزاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر آنسو بہادیتے پھر بھی اس درد کا علاج اور زخم کا اندمال نہ ہوتا۔''

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، باب جھاز رسول صلی اللہ علیہ وسلم ودفنہ، ج۴،ص۵۵۵)

﴿۴﴾حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے، اس کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی اور جس روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوئی ہے، اس کی ہر چیز اداس ہوگئی ہے اور بعد تدفین ابھی مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا۔ (کیونکہ اب انھیں مرشد کامل کی صحبت کے انوار کا ملہ دکھائی نہ پڑتے تھے) (شرح العلامۃ الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ تعالی .....الخ، ج۱۲،ص۱۷۶)

﴿٥﴾ دربار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مرثیہ لکھا، اس کے چند پُر درد اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے، جس سے ان کے رنج وغم کے گہرے اور سچے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

''تیری نیند کے اچاٹ ہونے کا سبب اس عظیم انسان کی جدائی ہے جو ہمارا ہادی ورہنما ہے، صد افسوس! کہ وہ جو زمین پر بہترین ہستی تھی، آج زیر زمین مدفون ہے۔ اے میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! کاش ایسا ہوتا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے بقیع الغرقد میں دفن ہوجاتا۔ میرے ماں باپ اس نبی کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر فدا ہوں جو پیر کے روز ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ مدینہ کی سرزمین مجھے ویران وسنسان دکھائی دیتی ہے۔ کاش! میں آج کے دن کے لیے پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر مدینہ میں رہ سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال میرے لئے جام زہر سے تلخ تر ہے۔ میرے آقا !صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کا پاک وجود ایسا نور تھا جس نے تمام روئے زمین کو روشن کر رکھا تھا۔ جس نے بھی اس نور سے فیض پایا اس نے ہدایت پائی۔''

''اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جنت الفردوس میں اکٹھا کردے۔ خدا عزوجل کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے روتا اور تڑپتا رہوں گا۔'' (السیرۃ النبویۃ، شعر حسان بن ثابت فی مرثیۃ، ج ۴، ص ۵۵۸۔۵۶۲)

﴿٦﴾ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یاد کر کے رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا، آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے خدا تعالیٰ کے پاس (یہاں سے) بہتر نعمتیں موجود نہیں؟ انہوں نے بھی تصدیق کی، لیکن اپنے رونے کا یہ سبب بتلایا کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ اس پر ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شریک گریہ وغم ہوگئے۔

(الوفا فی احوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (مترجم) باب وصال مصطفیٰ اور کیفیت صحابہ، ص ۸۱۷)

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے ہر شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات پر سوگوار تھا اور یاس وحرمان کی تصویر بنا ہوا تھا۔

فراقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تأثرات

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب سن کر جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہوگیا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہو چکا تو ایک وقت دیکھا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو رہے ہیں اور یہ کلمات عرض کر رہے ہیں: السلام علیک یارسول اللہ بابی انت وامی لقد کنت تخطبنا علی جذع نخلۃ فلما کثر الناس اتخذت منبرًا لتسمعھم فحن الجذع لفراقک حتی جعلت یدک علیہ فسکت فامتک اولی بالحنین الیک لما فارقتھا بابی انت و امی یارسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عندہ ان جعل طاعتک طاعتہ فقال عزوجل: مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ج (پ۵، النساء: ۸۰)

بـابی انت و امی یارسول الله لقد بلغ من فضیلتك عنده ان بعثك آخر الانبیاء و ذکرك فی اولهم فقال عز و جل:
وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ص وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًاۙ (پ۲۱،الاحزاب:۷)

بابی انت و امی یارسول الله لقد بلغ من فضیلتك عنده ان اهل النار یودون ان یکونوا قد اطاعوك و هم بین اطباقها یعذبون؛**یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۟** ○ (پ۲۲،الاحزاب:۶۶)

بـابی انت و امی یارسول الله لئن کان موسی بن عمران اعطاه الله حـجرا تفجر منه الانهار فلیس ذلك باعجب من اصابعك حین نبع منها الماء صلی الله علیك یاسیدی یارسول الله ۔

بـابی انـت و امـی یـارسـول الله لئن کان عیسی بن مریم اعطاه الله احیاء الموتی فما هذا باعجب من الشاة المسمومة حین کلمتك و هی مشویة فقالت لك الذراع لا تاکلنی فانی مسمومة۔

بـابی انـت و امـی یا رسول الله لقد دعا نوح علی قومه فقال: **رَبِّ لَا تَـذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا** ○ (پ۲۹،نوح:۲۶)

ولـو دعـوت عـلـیـنـا بـمـثـلـهـا لهلکنا کلنا فلقد وطئ ظهرك عقبة ابن ابی معیط و انت تصلی و ادمی وجهك و کسرت رباعیتك یوم احد فابیت ان تقول الا خیرا فقلت اللهم اغفر لقومی فانهم لایعلمون

بـابی انـت و امـی یـا رسـول الـلـه لقد بلغ من تواضعك انك جالستنا و تزوجت منا واکلت معنا ولبست الصوف ورکبت الدواب واردفت خلفك ووضعت طعامك علی الارض تواضعا منك صلی الله علیك وسلم رضی الله عنك یا عمر یا من احببت رسول الله واحبك الله ورسوله.

ترجمہ: ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ! آپ پر سلام ہو۔آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کھجور کے ایک تنے پر ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے، جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک منبر بنوایا تا کہ سب تک آواز پہنچا سکیں۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے تو تنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدائی کے سبب نالہ کناں ہوا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا تو وہ سکوں پذیر ہوا۔جب کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فراق پر نالہ شوق کرنے کا زیادہ حق پہنچتا ہے۔یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ! خدا عزوجل کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ارشاد باری عزوجل ہوا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج (پ۵،النساء:۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! خداعزوجل کے نزدیک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری نبی بناکر مبعوث کیا اور ذکر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے اول رکھا کہ ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ص وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۙ (پ۲۱، الاحزاب:۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے، اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! خداعزوجل کے یہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ فضیلت بھی ہے کہ اہل دوزخ جب طبقات جہنم میں عذاب دیئے جاتے ہوں گے اس وقت یہ آرزو کریں گے کہ کاش انھوں نے اطاعت کی ہوتی!

یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ (پ۲۲، الاحزاب:۶۶)

ترجمہ کنزالایمان: کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اگر حضرت موسی بن عمران علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے ایسا پتھر عطا کیا جس سے نہریں پھوٹتیں، تو یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک انگلیوں سے زیادہ عجیب نہیں جب کہ ان سے پانی کا چشمہ رواں ہوا۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اگر حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مردے جلانے کا اعجاز بخشا تھا تو یہ زیادہ عجیب نہیں اس زہر آلود بکری سے، جس نے بھنی ہوئی ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کلام کیا اس بکری کی دستی نے عرض کیا: "مجھے نہ کھائیں کیوں کہ میں زہر آلود ہوں۔"

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ فدا! بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف دعا فرمائی تو عرض کیا:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝ (پ۲۹، نوح:۲۶)

ترجمہ کنزالایمان: اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اگر کہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ہم پر ایسی دعائے ضرر کر دیتے تو یقیناً ہم سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے۔ بے شک عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پشت مبارک پر بوجھ ڈالا جبکہ آپ

www.dawateislami.net
WWW.NAFSEISLAM.COM

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حالت نماز میں تھے۔ جنگ احد کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ پاک زخمی و خونریز کیا گیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دندان مبارک شہید کیے گئے پھر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خیر کے سوا کچھ کہنا گوارا نہ کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے عرض کیا خدایا عزوجل! میری قوم کو معاف فرما کہ وہ مجھے جانتی نہیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر میرے ماں باپ قربان! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا تواضع وانکسار اس حد کو پہنچا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہماری ہم نشینی اختیار کی، ہم میں نکاح کیا، ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایا، بھیڑ کے بالوں (اون) کا کپڑا پہنا، جانوروں کی سواری کی، کسی کو اپنے پیچھے بھی سوار کرنا پسند کرلیا، اور اپنا کھانا زمین پر رکھنا گوارا کیا، یہ سب کچھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا تواضع تھا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم!

اللہ عزوجل تجھ سے راضی ہو اے عمر! اے وہ جس نے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کی، اور اے وہ! جس سے خود اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے محبت رکھی۔

غمِ ہجر: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑی محبت تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا جب وصال ہو گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے تھے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو یا مجھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا پتا بتا دو۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غمِ ہجر میں مدینے کو چھوڑ کر ملک شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ ایک سال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم نے ہم سے ملنا کیوں چھوڑا؟ کیا تمہارا دل ہم سے ملنے کو نہیں چاہتا؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خواب دیکھ کر، لبیک یا سیدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! اے آقا! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غلام حاضر ہے، کہتے ہوئے اٹھے اور اسی وقت رات ہی کو اونٹنی پر سوار ہو کر مدینے کو چل پڑے۔ رات دن برابر چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے سیدھے مسجد نبوی (علی صاحبہ الصلوۃ والسلام) پہنچے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ڈھونڈا، مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھا، پھر حجروں میں تلاش کیا جب وہاں بھی نہ ملے تب مزار انور پر حاضر ہوئے اور رو کر عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حلب سے غلام کو یہ فرما کر بلایا کہ ہم سے مل جاؤ اور جب بلال زیارت کے لئے حاضر ہوا تب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پردہ میں چھپ گئے۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو کر قبرِ انور کے پاس گر گئے، بہت دیر میں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوش آیا تو لوگ قبرِ انور سے اٹھا کر باہر لائے۔

اس عرصہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کا سارے مدینہ میں غل ہوا کہ آج رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مؤذن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ہیں۔ سب نے مل کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست

کی اللہ عزوجل کے لئے ایک دفعہ وہ اذان سنادو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سناتے تھے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے، دوستو! یہ بات میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں اذان دیتا تھا تو جس وقت اشھدان محمدا رسول اللہ کہتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے آنکھوں سے دیکھ لیتا تھا۔ اب بتاؤ کہ کسے دیکھوں گا؟ مجھے اس خدمت سے معاف رکھو۔ ہر چند لوگوں نے اصرار کیا مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار ہی کیا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ رائے ہوئی کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا کہنا نہیں مانیں گے تم کسی کو بھیج کر حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنھما کو بلالو، اگر وہ آکر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان کی فرمائش کریں گے تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور مان جائیں گے، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عشق ہے۔ یہ سنکر ایک صاحب جاکر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلالائے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آج ہمیں بھی وہی اذان سنادو جو ہمارے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں اٹھا کر کہا۔ تم میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پارہ ہو، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے باغ کے پھول ہو، جو کچھ تم کہو گے منظور کروں گا، تمہیں رنجیدہ نہ کروں گا کہ اس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مزار مبارک میں رنج پہنچے گا اور پھر فرمایا: حسین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے لے چلو جہاں کہو گے اذان کہہ دوں گا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو مسجد کی چھت پر کھڑا کردیا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہنا شروع کی اللّٰہ اکبر! اللّٰہ اکبر! مدینہ منورہ میں یہ وقت عجب غم اور صدمہ کا وقت تھا۔ آج مہینوں کے بعد اذانِ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دنیوی حیات مبارک کا سماں بندھ گیا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سنکر مدینہ منورہ کے بازار و گلی کوچوں سے لوگ آن کر مسجد میں جمع ہوئے ہر ایک شخص گھر سے نکل آیا۔ پردہ والی عورتیں باہر آگئیں اپنے بچوں کو ساتھ لائیں۔ جس وقت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشھد ان محمدا رسول اللہ منہ سے نکالا ہزار ہا چیخیں ایک دم نکلیں اس وقت رونے کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ عورتیں روتی رہیں بچے اپنی ماؤں سے پوچھتے تھے کہ تم بتاؤ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذنِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو آگئے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کب تشریف لائیں گے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اشھد ان محمدا رسول اللہ منہ سے نکالا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آنکھوں سے نہ دیکھا تو غم ہجر میں بے ہوش ہو کر گر گئے اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آکر اٹھے اور روتے رہے۔ پھر ملک شام چلے گئے۔ (مدارج النبوت، باب دہم، در ذکر مؤذنین... الخ، ج ۲، ص ۵۸۳)

روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آکر عرض کیا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرادو، حضرت عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا نے حجرہ شریفہ کھولا، انھوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا عنا۔

(الشفاء للقاضی عیاض، کتاب فی لزوم محبتہ علیہ السلام، فصل فیما روی.....الخ، ج۲، ص۴۴)

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر میں

رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ باوقار تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا پروقار تھی۔ (حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاموشی، حلم اور قوت، تفکر اور تدبر کی آئینہ دار تھی۔

(حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں ترتیل وترسیل کی صفت تھی یعنی ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔ (حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے زیادہ باحیا تھے جب آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز سے کراہت فرماتے تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے پہچان لیتے۔
(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حیا کی وجہ سے کسی کے چہرے پر نظریں جما کر بات نہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکروہ باتوں کا ذکر اشارے کنائے میں فرمادیتے۔ (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خوش کلامی فرماتے، ان میں مل جل کر بیٹھتے، اور ان کے بچوں کو گود میں بٹھاتے اور پیار کرتے۔ (حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مصافحہ فرماتے، اور جو کوئی حاضر خدمت ہوتا اس کی عزت کرتے۔ (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاجت مند بن کر حاضر ہوتے، شکم سیر ہو کر رخصت ہوتے، اور فقیہ بن کر نکلتے۔ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے مقدمات فیصلے کے لئے لے جاتے۔ (حضرت ربیع ابن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (نسیم الریاض، القسم الاول، فصل واما عدلہ، ج۲، ص۳۲۸)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے حال میں وصال فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی جو سے پیٹ نہ بھرا تھا۔ (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ہم آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک مہینہ گھر میں آگ تک روشن نہ ہوتی تھی،

صرف کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(شمائل الترمذی، باب ماجاء فی عیش النبی، الحدیث:۳۷۱، ج۵ ص۵۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنی عبادت فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک متورم ہوجاتے۔ (حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب قیام النبی حتی ترم قدماہ، الحدیث:۱۱۳۰، ج۱ ص۳۸۴)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنی نماز کیوں پڑھا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (المرجع السابق)

ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہنڈیا پک رہی ہو۔ (حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بہترین شخص کو منتخب کیا جو سب سے زیادہ عالی نسب، راست گفتار اور شریف النفس تھا اور وہ تمام عالم کا انتخاب تھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ (حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے تھے اور نہ گالی دینے والے تھے۔

(حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیمار کی عیادت کرتے، جنازے کے ساتھ چلتے، اگر کوئی غلام دعوت کرتا تو اسے قبول فرماتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے بہتر، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع تھے۔

(حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع وانکساری دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ آپ پیغمبر ہیں بادشاہ نہیں۔

(حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی اور فیاض تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کا ظہور رمضان مبارک میں سب سے زیادہ ہوتا تھا۔ (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (رحلت کے وقت) نہ کوئی دینار چھوڑا نہ کوئی درہم، نہ بکری نہ اونٹ۔

(حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ترکہ میں سوائے ہتھیاروں اور ایک خچر کے کچھ نہ چھوڑا۔

(حضرت عمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسا شخص پایا جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

(حضرت انیس (برادر ابوذر غفاری) رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا، اس وقت ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اوٹ لیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہم سب سے آگے دشمن کی جانب ہوا کرتے تھے۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (نسیم الریاض، القسم الاول، فصل واما الشجاعۃ... الخ، ج ۲، ص ۳۰۱)

جو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اول نظر دیکھ لیتا، مرعوب ہو جاتا اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجالس میں بیٹھتا اس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ہو جاتی۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مدح خواں یہ کہہ دے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ آئندہ دیکھنے کی امید ہے تو کچھ مبالغہ نہیں۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عقلمندوں پر واضح ہو چکا ہے کہ جناب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نہ شاعر ہیں نہ جادوگر، ان کا کلام رب العٰلمین عزوجل کی وحی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت ہر شخص پر واجب ہے۔ (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

وہ ہر خوبی سے آراستہ ہیں، ہر خلق کریم سے ممتاز ہیں، طمانیت ان کا لباس، نیکی ان کا شعار ہے۔ ان کا ضمیر تقویٰ ہے، ان کا کلام حکمت ہے، صدق و وفا ان کی فطرت ہے، عفو و احسان ان کی عادت ہے، عدل ان کی سیرت ہے، سچائی ان کی شریعت ہے ہدایت ان کی رہنما ہے، مذہب ان کا اسلام ہے اور احمد ان کا نام ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بارگاہ رسالت میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خراج عقیدت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لما رأيت نبينا متجدلا ضاقت علي بعرضهن الدور
فارتاع قلبي عند ذاک لهلكه و العظم مني ما حييت كسير
ياليتني من قبل مهلک صاحبي غيبت في جدث علي صخور

(شرح العلامۃ الزرقانی، المقصد العاشر، الفصل الاول فی اتمامہ ۔۔الخ، ج۱۲، ص۱۵۱)

ترجمہ: ﴿۱﴾ جب میں نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وفات یافتہ دیکھا تو مکانات اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئے۔

﴿۲﴾ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے میرا دل لرز اٹھا اور زندگی بھر میری ہڈی شکستہ رہے گی۔

﴿۳﴾ کاش! میں اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال سے پہلے قبر میں دفن کر دیا گیا ہوتا اور مجھ پر پتھر ہوتے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وقد بدأنا فكذبنا فقال لنا صدق الحديث نبي عنده الخبر
وقد ظلمت ابنة الخطاب ثم هدیٰ ربي عشية قالوا قد صبا عمر
لما دعت ربها ذاالعرش جاهدة والدمع من عينها عجلان يبتدر
فقلت اشهد ان الله خالقنا وأن احمد فينا اليوم مشتهر
نبي صدق اتیٰ بالحجة من ثقة وافي الاما نة مافي وعده خور

(سیرت ابن اسحاق، ج۲، ص۱۵۳)

ترجمہ: ﴿۱﴾ اور ہم پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آغاز تبلیغ کی جس کی ہم نے تکذیب کی تو خبر رکھنے والے نبی نے ہم سے سچی بات کہی۔

﴿۲﴾ میں نے بنت خطاب پر زیادتی کی پھر میرے رب عزوجل نے اس شام کو مجھے ہدایت دی جب لوگوں نے کہا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آبائی دین سے نکل گیا ہے۔

﴿۳﴾ اور پھر جب اس نے دل سوزی سے اپنے رب عزوجل کو پکارا اور اسکی آنکھوں سے آنسو بڑی تیزی سے رواں تھے۔

﴿۴﴾ تو میں نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل ہمارا خالق ہے اور احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آج ہمارے درمیان مشہور و متعارف ہیں۔

﴿۵﴾ کہ وہ سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو مستند دلیل و برہان لائے اور وہ امانت دار ہیں ان کے وعدے

کمزور نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول عظیم الشان یتلو کتابہ — لہ کل من یبغی التلاوۃ وامق
محب علیہ کل یوم حلاوۃ — وان قال قولا فالذی قال صادق

(سیرت ابن اسحاق، ج ۲، ص ۱۵۹)

ترجمہ: ﴿۱﴾ وہ عظیم المرتبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں کہ ہر پڑھنے والا اس کا عاشق ہو جائے۔

﴿۲﴾ وہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ان پر ہر روز حلاوت و تازگی ہے اور اگر کوئی بات کہیں تو یقیناً وہ سچی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

فامسی رسول اللہ قد عز نصرہ — وکان رسول اللہ ارسل با لعدل
فجاء بفرقان من اللہ منزل — مبینۃ آیاتہ لذوی العقل
فآمن اقوام بذاک ایقنوا — فامسوا بحمداللہ مجتمعی الشمل
وانکر اقوام فزاغت قلوبھم — فزادھم ذوالعرش خبلا علی خبل

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ما قیل من الشعر فی یوم بدر، ج ۳، ص ۱۲)

ترجمہ: ﴿۱﴾ یوم بدر رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوب تائید و نصرت ہوئی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عدل و انصاف کے ساتھ مبعوث کیے گئے۔

﴿۲﴾ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے نازل کردہ فرقان حمید لیکر آئے جس کی آیات ارباب دانش کیلئے روشن و واضح ہیں۔

﴿۳﴾ تو اس پر بہت سے لوگ ایمان لائے اور اس کا یقین کیا جس کی وجہ سے وہ بحمدہ تعالیٰ مربوط و منظم ہو گئے۔

﴿۴﴾ اور کچھ لوگ اس سے منکر ہوئے تو ان کے دلوں میں کجی آ گئی اور رب عرش عزوجل نے بھی ان کی تباہیوں میں اضافہ کر دیا۔

حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حمدت اللہ حین ھدیٰ فؤادی — الی الاسلام و الدین الحنیف
لدین جاء من رب عزیز — خبیر بالعباد بھم لطیف
اذا تلیت رسائلہ علینا — تحدر دمع ذی اللب الحصیف
واحمد مصطفی فینا مطاع — فلا تغشوہ بالقول العنیف
فلا واللہ نسلمہ لقوم — ولما نقض فیھم بالسیوف

(سیرت ابن اسحاق، ج۲، ص۱۵۳)

ترجمہ:﴿۱﴾میں نے خداعزوجل کی حمد کی جب اس نے اسلام اور دین حنیف کی راہ دکھائی۔

﴿۲﴾وہ دین جو بندوں پر لطف فرمانے والے اور انکی خبر رکھنے والے رب عزیز کا ہے۔

﴿۳﴾جب اس کے پیغام ہمیں سنائے گئے تو دوراندیش وعقل والوں کے آنسو رواں ہوگئے۔

﴿٤﴾احمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان فرمانروا ہیں تو ان کے حضور سخت کلامی سے نہ پیش آؤ۔

﴿۵﴾خداعزوجل کی قسم! ہم انھیں مخالفین کے سپرد نہیں کریں گے ابھی تو ہم نے انکے درمیان تلواروں کا فیصلہ بھی جاری نہ کیا۔

حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ

واحسن منک لم تر قط عینی　　　　و اجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأ من کل عیب　　　　کانک قد خلقت کما تشاء

ترجمہ:﴿۱﴾آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہ کبھی میری آنکھوں نے دیکھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا۔

﴿۲﴾آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہرعیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کے مطابق ہوئی۔

وشق له من اسمه کی یجله　　　　فذوالعرش محمود و هذا محمد

نبی اتانا بعد یاس و فترة　　　　من الرسل والا وثان فی الارض تعبد

فامسیٰ سراجاً مستنیرا وّهادیا　　　　یلوح کما لاح الصقیل المهند

وانذرنا نارا و بشر جنة　　　　وعلمنا الاسلام فالله نحمد

ترجمہ:﴿۱﴾اس نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے اجلال واکرام کے لئے اپنے نام سے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا نام مشتق کیا تو رب عرش عزوجل محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

﴿۲﴾یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بڑی ناامیدی اور رسولوں علیہم السلام کے ایک طویل وقفہ کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ زمین پر بتوں کی پرستش ہورہی تھی۔

﴿۳﴾تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم روشن چراغ اور ہادی ورہبر بن کر اس طرح چمکے جیسے صیقل کردہ ہندی تلوار چمکتی ہے۔

﴿٤﴾ہمیں جہنم کا ڈر سنایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی تو ہم خداعزوجل ہی کی حمد بیان کرتے ہیں۔

هجوت محمدًا واجبت عنه | وعند الله فی ذاک الجزاء
اتهجوه ولست له بکفء | فشر کما لخیر کما الفداء
هجوت مبارکا برا حنیفا | امین الله شیمته الوفاء
امن یهجو رسول الله منکم | و یمدحه و ینصره سواء
فان ابی و والده وعرضی | لعرض محمد منکم وقاء

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، شعرحسان فی فتح مکۃ، ج۴،ص۳۵۹)

ترجمہ:﴿۱﴾ تونے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو کی تو میں نے ان کی طرف سے تمھیں جواب دیا اور خدا عزوجل کے یہاں اس میں اجروثواب ہے۔

﴿۲﴾ تو ان کی ہجو کرتا ہے جبکہ تو ان کے برابر نہیں تم میں کا برا (یعنی تو) بھلے پر (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر) قربان ہو۔

﴿۳﴾ تونے ایسے کو برا کہا جو مبارک، پاکباز، حنیف، خدا عزوجل کے امین ہیں جنکی خصلت وفاداری ہے۔

﴿۴﴾ کیا تم میں کا جو رسول خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو کرے اور جو انکی مدح وستائش اور ان کی حمایت کرے دونوں برابر ہیں؟

﴿۵﴾ میرے باپ دادا، میری عزت وآبرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت وحرمت کے لئے ڈھال ہے۔

و ھل عدلت یوما رزیۃ ھالک | رزیۃ یوم مات فیہ محمد
فبورکت یا قبر الرسول و بورکت | بلاد ثوی فیھا الرشید المسدد
وما فقد الماضون مثل محمد | ولا مثلہ حتی القیامۃ یفقد
ولیس ھوای نازعا عن ثنائہ | لعلی بہ فی جنۃ الخلد اخلد
مع المصطفی ارجو بذاک جوارہ | وفی نیل ذاک الیوم اسعی و اجھد

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، شعرحسان بن ثابت فی مرثیۃ، ج۴،ص۵۵۹۔۵۶۱)

ترجمہ:﴿۱﴾ کیا کسی مرنے والے کی مصیبت کا دن اس دن کے برابر ہے جسمیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا انتقال ہوا۔

﴿۲﴾ تجھے مبارکباد ہے اے قبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! اور اس شہر کو بھی جس میں ہدایت ودرستی والے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آسودہ خاک ہیں۔

﴿۳﴾ نہ زمانہ ماضی والوں کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے (عظیم وجلیل) کی وفات کا صدمہ ہوا نہ قیامت تک کسی کو ایسا صدمہ ہوگا۔

﴿۴﴾ میرا دل انکی نعت سے باز رہنے والا نہیں شاید اسی کے صدقے مجھے جنۃ الخلد میں دوام نصیب ہو۔

﴿۵﴾ اسی کے سبب تو میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب کا امیدوار ہوں اور وہی دن پانے کے لئے میں کوشش ومحنت کر رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

روحی الفداء لمن اخلاقه شهدت ‏ ‏ بانه خیر مولود من البشر

عمت فضائله کل العباد کما ‏ ‏ عم البرية ضوء الشمس و القمر

انی تفرست فیک الخیر اعرفه ‏ ‏ والله یعلم عن ماخاننی البصر

انت النبی فمن یحرم شفاعته ‏ ‏ یوم الحساب فقد ازری به القدر

فثبت الله ماآتاک من حسن ‏ ‏ تثبیت موسیٰ و نصرا کالذی نصر

(وسیلۃ الاسلام، ج۱،ص ۸۷۔الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج۳،ص ۴۰۰)

ترجمہ: ﴿۱﴾ میری روح اس پر قربان جس کے اخلاق اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

﴿۲﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات سارے بندوں پر عام ہیں جیسے آفتاب و ماہتاب کی روشنی ساری مخلوق کو عام ہے۔

﴿۳﴾ میں نے غور کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اندر بھلائی دیکھ لی جسے میں پہچانتا ہوں اور خداعزوجل جانتا ہے کہ میری آنکھوں نے مجھ سے خیانت نہیں کی۔

﴿۴﴾ آپ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جو شخص بروز قیامت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے محروم ہوا اسے قسمت نے ذلیل ورسوا کر دیا۔

﴿۵﴾ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو بھلائی دی اسے قائم رکھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کرے جیسے ان کی مدد ہوئی۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبئت ان رسول الله اوعدنی ‏ ‏ والعفو عند رسول الله مأمول

فقد اتیت رسول الله معتذرا ‏ ‏ والعذر عند رسول الله مقبول

ان الرسول لنور یستضاء به ‏ ‏ مهند من سیوف الله مسلول

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، امر کعب بن زہیر، ج۴،ص ۴۳۳، ۴۳۵)

ترجمہ: ﴿۱﴾ مجھے خبر دی گئی کہ رسول خداعزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے قتل کی وعید فرمائی ہے۔اور رسول خداعزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہاں تو (مجھے) عفو ودرگزر کی ہی امید ہے۔

﴿۲﴾ تو میں رسول خداعزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہاں معذرت کے ساتھ حاضر ہو گیا ہوں اور معذرت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

﴿۳﴾ بیشک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور وہ خدا عزوجل کی تلواروں میں سے ایک بے نیام ہندی تلوار ہیں۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یا خاتم النبآء انک مرسل — بالحق کل هدی السبیل هداکا

ان الاله بنی علیک محبة — فی خلقه و محمدا سماکا

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، غزوۃ حنین فی سنۃ ثمان بعد الفتح، شعر اٰخر لعباس بن مرداس، ج۴، ص۳۹۰)

ترجمہ: ﴿۱﴾ اے خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حق کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ راہ حق کی ہدایت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی ہدایت ہے۔

﴿۲﴾ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوپر اپنی مخلوق میں محبت کی بنیاد رکھی اور آپ کا نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رکھا۔

حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ما ان رایت ولا سمعت بمثله — فی الناس کلهم بمثل محمد

اوفی و اعطی للجزیل اذا اجتدیٰ — ومتی تشاء یخبرک عما فی غد

(المقتفی فی سیرت المصطفیٰ، ج۱، ص۲۱۴)

ترجمہ: ﴿۱﴾ سارے انسانوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا کسی کو نہ دیکھا اور نہ سنا۔

﴿۲﴾ جب ان سے مانگا جائے تو خوب دینے والے ہیں اور تم جب چاہو وہ تمہیں آئندہ کی خبر دے دیں۔

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لقد عظمت مصیبتنا وجلت — عشیة قیل قد قبض الرسول

فقد نا الوحی والتنزیل فینا — یروح به و یغدو جبرئیل

نبی کان یجلو الشک عنا — بما یوحی الیه وما یقول

ویهدینا فلا نخشی ضلالاً — علینا والرسول لنا دلیل

أفاطم! ان جزعت فذاک عذر — وان لم تجزعی ذاک السبیل

فقبر ابیک سید کل قبر — وفیه سید الناس الرسول

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام (مترجم)، ج۴، ص۶۸۱)

ترجمہ: ﴿۱﴾ اس شام ہم پر بڑی مصیبت آئی جب کہا گیا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وفات پاگئے۔

﴿۲﴾ وحی وتنزیل جسے جبریل علیہ السلام صبح وشام لاتے تھے ہم اس سے محروم ہوگئے۔

﴿۳﴾ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خداعزوجل کی وحی اور اپنے اقوال کے ذریعے ہمارے شکوک دور فرماتے تھے۔

﴿٤﴾ اور ہماری رہبری کرتے تھے تو ہمیں اپنے اوپر گمراہی کا خوف نہ ہوتا جب کہ خود رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے رہبر ورہنما ہیں۔

﴿۵﴾ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روئیں تو معذور ہیں اور نہ روئیں تو یہ بھی بہتر راہ ہے۔

﴿٦﴾ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر ہر قبر کی سردار ہے اور اس میں تمام لوگوں کے سردار رسول باوقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرما ہیں۔

اعرابی

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه   فطاب من طیبهن القاع والاكم

نفسی الفداء بقبر انت ساكنه   فیه العفاف وفیه الجود والكرم

ترجمہ:﴿۱﴾ اے سب سے بہتر ان میں جن کی ہڈیاں زمین میں دفن ہوئیں تو انکی خوشبو سے چٹیل میدان اور ٹیلے خوشبودار ہوگئے اور مہک اٹھے۔

﴿۲﴾ میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرما ہیں کہ اسی میں عفت وپاک دامنی اور جودوکرم ہے۔

حضرت عائشه صديقه رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خده   لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد

لواحی زلیخا لورأین جبینه   لاثرن بالقطع القلوب علی الایدی

(شرح العلامة الزرقانی، عائشة ام المؤمنین، ج۴، ص۳۹۰)

ترجمہ:﴿۱﴾ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے رخسار مبارک کے اوصاف اہل مصر سن پاتے تو جناب یوسف علیہ السلام کی قیمت لگانے میں سیم وزر نہ بہاتے۔

﴿۲﴾ اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جبین انور دیکھ پاتیں تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دل کاٹنے کو ترجیح دیتیں۔

حضرت فاطمه زهراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ماذا علیٰ من شم تربة احمد   ان لایشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انّها   صبت علی الایام صرن لیالیاً

(الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (مترجم)، باب۴۰، بعد از وصال حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کیفیت، ص۸۳۱)

ترجمہ:﴿۱﴾ جس نے قبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاک سونگھ لی اگر وہ زمانے بھر گراں قیمت عطروں اور

خوشبوؤں کو نہ سونگھے تو کوئی نقصان کی بات نہیں (یعنی اسے وہی خوشبو کافی ہے اور کسی خوشبو کی اب اسے کوئی ضرورت نہیں۔)

﴿۲﴾ مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر ٹوٹتے تو وہ راتیں بن جاتے۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

الا یارسول اللہ کنت رجاء نا　　وکنت بنا براً ولم تک جافیا

وکنت رحیما هادیا ومعلما　　لیبک علیک الیوم من کان باکیا

فدی لرسول اللہ امی وخالتی　　وعمی وآبائی ونفسی ومالیاً

(حجۃ اللہ علی العلمین، قسم الرابع، الباب الاول، ص ۸۱۰)

ترجمہ: ﴿۱﴾ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری امید اور ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے تھے بدسلوکی والے نہ تھے۔

﴿۲﴾ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مہربان، راہنما، اور معلم تھے، رونے والے کو چاہیے کہ آج آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر روئے۔

﴿۳﴾ میری ماں، میری خالہ، میرے چچا، میرے آباء واجداد، میری جان ومال سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں۔

بناتِ مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا　　ما دعا للہ داع

ایها المبعوث فینا　　جِئت بالامر المُطاع

(الوفاء الوفا، الفصل الحادی عشر، ج۱، ص ۲۶۲)

ترجمہ: ﴿۱﴾ وداع کی گھاٹیوں سے بدر کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طلوع ہوا۔

﴿۲﴾ ہم پر شکر بجالانا واجب ہوا جب تک خدا عزوجل کے لئے کوئی دعوت دینے والا دعوت دیتا رہے۔

﴿۳﴾ اے ہمارے درمیان مبعوث ہونے والے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ حکم لیکر تشریف لائے جس کی اطاعت کی جائے۔

www.dawateislami.net
WWW.NAFSEISLAM.COM

صحابۂ کرام کا عشقِ رسول

پیشکش مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبۂ تخریج

مکتبۃ المدینہ

ماخذومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ
۱	التفسیرالکبیر	داراحیاء التراث العربی بیروت
۲	الدرالمنثور	دارالفکربیروت
۳	صحیح البخاری	دارالکتب العلمیة بیروت
۴	صحیح مسلم	دارابن حزم بیروت
۵	سنن ابی داود	داراحیاء التراث العربی بیروت
۶	جامع الترمذی	دارالفکربیروت
۷	السنن النسائی	دارالجیل بیروت
۸	سنن ابن ماجه	دارالمعرفة بیروت
۹	المسندللامام أحمد بن حنبل	دارالفکر بیروت
۱۰	المؤطاللامام مالک	دارالمعرفة بیروت
۱۱	مشکاة المصابیح	دارالفکر بیروت
۱۲	حلیة الاولیاء	دارالکتب العلمیة بیروت
۱۳	الشفاء مع شرح الشفاء للملاعلی قاری	دارالکتب العلمیة بیروت
۱۴	المواهب اللدنیة للقسطلانی	مرکز اهلسنت برکات رضا
۱۵	شرح العلامة الزرقانی علی المواهب	دارالکتب العلمیة بیروت
۱۶	الوفاباحوال المصطفی صلی الله علیه وسلم	حامد اینڈ کمپنی لاهور
۱۷	شواهدالنبوة (فارسی)	مکتبة الحقیقة ترکی
۱۸	السیرة النبویة لابن هشام	دارالمعرفة بیروت
۱۹	الطبقات الکبری لابن سعد	دارالکتب العلمیة بیروت
۲۰	الاستیعاب	دارالکتب العلمیة بیروت

۲۱	الاصابة فی تمییز الصحابة	دار الکتب العلمیة بیروت
۲۲	اسدالغابة	دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۳	الخصائص الکبری	دار الکتب العلمیة بیروت
۲۴	وفاء الوفاباخباردارالمصطفی صلی اللہ علیہ وسلم	دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۵	مدارج النبوۃ	دار الکتب العلمیة بیروت
۲۶	روض الانف مع سیرت ابن ھشام (مترجم)	ضیاء القرآن لاھور
۲۷	اشعة اللمعات	االمکتبة الرشیدیة کوئٹہ
۲۸	دلائل النبوۃ لابی نعیم (مترجم)	ضیاء القرآن لاھور
۲۹	الادب المفرد	دار الحدیث ملتان
۳۰	فتح الباری	دار الکتب العلمیة بیروت
۳۱	المقتفی فی سیرۃ المصطفی	دار الحدیث قاھرہ
۳۲	سیرت ابن اسحاق	معھد الدراسات والابحاث للتعریب بیروت
۳۳	وسیلة الاسلام	دار العرب اسلامی بیروت

دعوتِ اسلامی
www.dawateislami.net
WWW.NAFSEISLAM.COM